بصیرت

مکمّل

مذہبی، اخلاقی
اِصلاحی، فقہی، تفسیری مضامین کا
قابلِ قدر مجموعہ

علامہ سید محمود احمد رضوی

ناشر: شعبۂ تبلیغ مرکزی دار العلوم حزب الاحناف، گنج بخش روڈ
لاہور

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوقِنُونَ

بصیرت

مکمل

علامہ سید محمود احمد رضوی مدیر رضوان کے تحریر کردہ

مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی۔ فقہی۔ تفسیری

مضامین کا قابل مطالعہ مجموعہ

ناشر شعبہ تبلیغ دارالعلوم حزب الاحناف پاکستان
گنج بخش روڈ لاہور

marfat.com
Marfat.com

جنابِ محترم الحاج چوہدری بابو سراج الدّین صاحب مرحوم و مغفور
آف واٹر روف انڈسٹری لاہور

چوہدری صاحب مرحوم و مغفور اہلسنّت وجماعت کے ایک نہایت ہی مخیّر خدا ترس دیندار متقی و پرہیزگار شخصیّت تھے۔ آپ کی دینی وملّی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ امام اہلسنّت حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد صاحب قادری اشرفی کے خصوصی احباب سے تھے۔ راقم الحروف پر بھی بڑی شفقت ومحبت فرماتے تھے۔ بصیرت کا مطالعہ کرنے والے احباب سے ملتمس ہوں کہ وہ جنابِ محترم چوہدری صاحب مرحوم و مغفور کے لیے دُعائے مغفرت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حضور نبی کریم علیہ السلام کے طفیل ان کی دینی وملّی خدمات کو قبول فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے خاندان کے تمام افراد کو دارین کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین

سیّد محمود احمد رضوی

نام کتاب ------ بصیرت

تالیف ------ علامہ سیّد محمود احمد رضوی

ناشر۔ دارالعلوم حزب الاحناف۔ لاہور

تاریخ اشاعت۔ ۔۔ مئی ۱۹۸۶ء

مطبوعہ نصرت پریس۔ لاہور
فون 68193

marfat.com

Marfat.com

نظرِ اوّلین

بصیرت ، حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کے تحریر کردہ دینی ، مذہبی ، اخلاقی ، اصلاحی ، روحانی اور تاریخی مضامین کا رُوح پرور ، فکر انگیز ، ایمان افروز مجموعہ ہے مختلف اہم دینی موضوعات پر کتاب وسنّت ، اور فقہ حنفی کی روشنی میں لکھے گئے مضامین کا یہ مجموعہ مسلمانوں کی دینی ، مذہبی ، اخلاقی ، روحانی ضرورت کو پورا کرنے میں ان کا ممد ومعاون ہوگا۔

بصیرت کے مطالعہ سے آپ کی وہ ذہنی تشنگی دُور ہو جائے گی ۔جس کے آپ خواہشمند ہیں اور بہت سے اہم اور ضروری دینی و مذہبی معلومات کا آپ کے ذخیرہ علم میں اضافہ ہوگا ۔

دین ومذہب کا درد رکھنے والے احباب سے اپیل کی جاتی ہے کہ وہ دینی مذہبی معلومات کے اس قابلِ قدر علمی ذخیرہ کی اپنے حلقۂ اثر میں زیادہ سے زیادہ اشاعت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ۔ ——————— دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے طفیل لکھنے اور پڑھنے والوں کو اسلامی ہدایات پر عمل کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے آمین ۔

نوٹ :۔ بصیرت کے نام سے یہ مجموعہ مضامین اس سے قبل بھی شائع ہو چکا ہے مگر علامہ رضوی نے اس اشاعت میں سابقہ مضامین پر نظرِ ثانی بھی کی ہے اور مزید مفید اور اہم مضامین کا اضافہ بھی کیا ہے ۔

نیاز کیش سیّد مصطفٰے اشرف رضوی

---

marfat.com

Marfat.com

فہرس کتاب "بصیرت"

نظر اولین	۳
فہرس	۴
قرآن مجید منشور ہدایت	۸
آخرت پر ایمان	۱۴
اسلامی معاشرہ	۱۷
عدل و انصاف کی اہمیت	۲۲
حقوق العباد کی اہمیت	۲۵
مومنین مخلصین کے اوصاف	۲۷
منافق اور مومن کا کردار	۳۱
ایمان و کفر کے متعلق چند ضروری باتیں	۳۴
ضروریاتِ دین کی تعریف	۳۴
کفر کی تعریف اور اسکی قسمیں	۳۵
کفر و ارتداد کا معیار؟	۳۶
قطعی الثبوت کے معنیٰ	۳۶
قطعی الدلالت کے معنیٰ	۳۶
ضروریاتِ دین میں تاویل نہیں مانی جاتی	۳۷
فتویٰ تکفیر میں احتیاط نہایت ضروری ہے۔	۳۷
اگر کلام میں ۹۹ وجہ کفر کے ہوں	۳۸
نفاقِ حقیقی و عملی کی تعریف	۳۹
جہاد	۴۱
عبادت کے معنی اور عبادت و تعظیم میں فرق	"
	۴۲
شرک کی تعریف	۴۴
ظلم کے معنیٰ	۴۶
جہادِ اسلامی	۴۶
نماز عبادت کا گوہر شاداب	۴۹
نماز کی فرضیت و اہمیت	۴۹
نماز قرآن کی روشنی	"

marfat.com

Marfat.com

اسلامی معاشرہ میں نظامِ زکوٰۃ و عُشر کی اہمیت	۵۶
ذکر اور دُعا	**۶۱**
صدقات و خیرات کے آداب	۶۵
ایک ایمان افروز تاریخی واقعہ	۶۹
خارجی اور خارجی ذہنیت	۷۴
حقوق العباد کی اہمیت	۸۱
فضائل و برکاتِ قرآن	**۸۴**
قرآنِ مجید کی عظمت و فضیلت	۸۵
قرآنِ مجید کے فضائل	۸۷
برکاتِ قرآن	۸۸
خاص خاص آیتوں اور سورتوں کے فضائل	۸۹
سورہ فاتحہ معوذتین	۸۹
سورہ زلزال کافرون، اخلاص	۹۰
سورہ کہف، یٰسین، تبارک تکاثر	"
آلِ عمران، بقر	۹۱
جواہر پارے	**۹۴**
عقائدِ اسلامی	۹۴
رحم و رافت	۹۶
مہمان نوازی کے آداب	۹۹
حیاء و فحش	۱۰۱
وسوسے منافی ایمان نہیں	۱۰۴
کارسازِ ما بہ فکرِ کارِ ما	۱۰۷
دیانت کا ایک انوکھا واقعہ	۱۰۸
تربیتِ اولاد	۱۰۹
کیا مہر ایک بے معنی اور فضول رسم ہے	**۱۱۲**
مہر خاوند پر واجب ہے	۱۱۲
مہرِ شرعی کی مقدار	۱۱۴
مہر کی قسمیں	۱۱۴
کونسی چیز مہر بن سکتی ہے	۱۱۵
نکاحِ شغار کا حکم	"
مہر معاف ہونے کی صورت	"
مہر مقرر کیے بغیر نکاح کرنا	۱۱۶
بتیس ۳۲ روپے مہر شرعی نہیں ہے	۱۱۶
مہرِ مثل کی تعریف	۱۱۶
مہر زیادہ باندھنا	۱۱۷

marfat.com

Marfat.com

بیوی کی وفات کے بعد مہر کی ادائیگی — ۱۱۷

ذکر وفکر — ۱۱۸

حاضر جوابی — ۱۱۸
ظالم کا حشر — ۱۲۰
آیتِ تطہیر کی تفسیر — ۱۲۳
دل کا فتویٰ — ۱۲۶
مکافاتِ عمل — ۱۲۸
غیر ضروری کو ضروری سمجھنا — ۱۲۹
عرسِ بزرگانِ دین — ۱۳۲
میت کے گھر کا کھانا منع ہے — ۱۳۴
گرگٹ کو مارنا ثواب ہے — ۱۳۷

حیاتِ نزولِ عیسیٰ علیہ السلام — ۱۴۰

حیاتِ مسیح پر مکمل بحث — ۱۴۳
اس مسئلہ کی شرعی پوزیشن — ۱۴۴
حضرت عیسیٰ حضور علیہ السلام کے صحابی ہیں — ۱۵۳

رمضان خداوند قدوس کی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ — ۱۵۴

فضائلِ رمضان — ۱۵۶
حضور کا خطبہ رمضان — "
فضل ورحمت کا مہینہ — ۱۵۸
افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے — ۱۶۲
صومِ وصال — ۱۶۴
حضور علیہ السلام کی بشریت — ۱۶۵
اعتکاف سنتِ کفایہ ہے — ۱۶۸
صدقہ فطر واجب ہے ؟ — ۱۶۸

لیلۃ القدر — ۱۶۹

لیلۃ القدر کے مسائل — ۱۷۱
لیلۃ القدر — ۱۷۳

کتاب التراویح — ۱۷۴

نمازِ تہجد اور تراویح — ۱۷۵
تراویح بیس رکعت ہیں — ۱۸۵

مسائلِ عید الفطر — ۱۹۰

عید کی سنتیں اور مستحبات — ۱۹۰
نمازِ عید کا وقت — "

marfat.com
Marfat.com

نمازِ عید کا طریقہ ۱۹۱
صدقۂ فطر اور شوال کے روزے ۱۹۲

ذکر اخیار

خاتونِ جنت ۱۹۳
نبی بے مثال کا شاہکار ۱۹۴

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۱۹۵ تا
صدیقِ اکبر کے فضائل
مناقب مرتبہ ومقام ۲۱۱
فضائل صدیقی کے دلائل ۲۲۴

سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ ۲۲۵ تا
فضائل ومناقب ۲۲۹

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ ۲۲۹ تا
فضائل ومناقب ۲۳۲

امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ۲۳۳
فضائل ومناقب ۲۳۵

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ۲۳۶ تا
فضائل ومناقب
مرتبہ ومقام
حضور کی ازواج مطہرات ۲۴۰
اُم المومنین ہیں

سراجِ اُمت امام اعظم ۲۴۱
فضائل ومرتبہ ۲۴۵

حضرت داتا گنج بخش ۲۴۵ تا
آپ کی عظمت و بزرگی
ولی کی تعریف
حضرت داتا صاحب کی تعلیمات ۲۵۸

اپیل انجمن ۲۶۶
فہرست تالیفات ۲۶۷ – ۲۷۲

marfat.com
Marfat.com

قرآنِ مجید منشورِ ہدایت و رحمت ہے

قرآنِ مجید سرچشمہ ہدایت و موعظت ہے۔ یہی وہ نسخہ کیمیا ہے۔ جس نے تاریخ انسانی کا رُخ موڑ کر قلب و رُوح کو سکون و اطمینان کی زندگی بخش دی۔ یہی وہ منشورِ رحمت و حکمت ہے۔ جسے عملی طور پر قبول کرنے کے بعد دُنیا کی سب سے جاہل قوم نہ صرف علم و حکمت کے عظیم و جلیل خزانوں کی مالک بن گئی۔ بلکہ اخلاق و اعمال میں اور دنیا کی سیاست میں بھی تمام اقوامِ عالم کے مقابلے میں ایک امتیازی مقام پر فائز ہوگئی۔ قرآنِ مجید کی ہر سُورت اور ہر آیت پر غور و فکر کرنے سے دل حکمت و دانش کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے سے دین و دنیا سنور جاتی ہے۔ آج بھی اگر قومِ مسلم صمیمِ قلب کے ساتھ قرآنی احکام و ہدایات کو عملی طور پر اپنا لے تو اقوامِ عالم کی قیادت و امامت کے منصبِ جلیل پر فائز ہو سکتی ہے۔

منشورِ ہدایت

مفسّرِ شہیر علامہ قرطبی علیہ الرحمہ سورہ نساء کی آیت ۵۸ کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ آیت بھی علم و حکمت، رحمت و موعظت اور دین و دنیا سے متعلق اہم ترین احکامات کا خزانہ ہے۔ اس آیت میں دین و شریعت کے احکام قوموں کی صلاح و فلاح اور حکمرانی کے آداب و قواعد عدل و انصاف اور اخلاق و معاشرت کے اُصولوں کو سمیٹ کر بیان کر دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:۔

marfat.com
Marfat.com

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِہَا وَ اِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا (نساء ۵۸)

بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں جن کی ہیں۔ انہیں سپرد کرو اور یہ کہ جب تم لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ تمہیں کیا ہی خوب نصیحت فرماتا ہے۔ بے شک اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

عثمان بن طلحہ جو کعبہ شریف کے کلید بردار تھے اپنے دورِ کفر کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ہجرت سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کچھ صحابہ کے ہمراہ بیت اللہ میں داخل ہونے کے لیے تشریف لائے تو میں نے انتہائی ترشی کے ساتھ آپ کو کعبہ کے اندر جانے سے روک دیا۔ مگر حضور نے بڑی بردباری کے ساتھ فرمایا۔ عثمان تم ایک روز بیت اللہ کی کنجی میرے ہاتھ میں دیکھو گے اور پھر مجھے اختیار ہوگا کہ جس کو چاہوں یہ چابی اس کے سپرد کر دوں۔ میں نے کہا وہ دن تو قریش کی ہلاکت و ذلت کا دن ہوگا۔ حضور نے فرمایا نہیں وہ دن تو قریش کی عزت وعظمت کا دن ہوگا۔ یہ فرماتے ہوئے آپ بیت اللہ کے اندر داخل ہو گئے۔ عثمان بن طلحہ کہتے ہیں۔ مجھے یقین ہو گیا کہ آپ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہو کر رہے گا اور میں نے اسلام قبول کرنے کا ارادہ کر لیا مگر قوم کی ملامت کے ڈر سے اس شمع ہدایت پر ایمان لانے کا ارادہ پورا نہ کر سکا۔

پھر جب مکہ فتح ہوا تو میں نے کعبہ کی چابی بحضور نبوی پیش کر دی۔ حضور کعبہ کے اندر تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ادا فرما کر واپس تشریف لائے اور پھر کعبہ کی کنجی مجھے واپس کرتے ہوئے فرمایا۔ اب یہ کنجی قیامت تک تمہارے خاندان میں رہے گی۔ جو شخص تم سے یہ کنجی لے گا وہ ظالم ہوگا۔ اس کے بعد حضور نے مجھے بلا کر فرمایا۔ عثمان جو بات میں نے کہی تھی وہ پوری ہوئی؟ میں نے عرض کیا بے شک آپ کا ارشاد پورا ہوا۔ اس وقت

marfat.com

Marfat.com

میں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا (مظہری) سورۂ نساء کی اس آیت کی شانِ نزول بھی یہی ہے یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ نبی علیہ السلام کے لیے شرعاً و اخلاقاً یہ ضروری نہ تھا کہ کعبہ کی کنجی عثمان بن طلحہ کو دے دیں (جب کہ اس موقع پر حضور کے عم مکرم حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے بھی یہ درخواست گزاری تھی کہ چونکہ کعبہ کی دوسری خدمات (سقایہ و سرایہ) ہمارے سپرد ہیں اس لیے کلید برداری کا منصب بھی ہمیں عطا کیا جائے)۔ مگر چونکہ عثمان ابتداء ہی سے کعبہ کے کلید بردار چلے آرہے تھے اور حقیقۃً نہ سہی صورۃً یہ چابی عثمان کا حق اور ان کی امانت تھی۔ اس لیے نبی علیہ السلام نے صورۃً امانت کا لحاظ رکھتے ہوئے امینِ اُمت ہونے کا ایک معیار قائم فرما دیا۔ اور اپنے عمل و کردار سے امت کو یہ سبق دیا کہ ادائیگی امانت اور عدل و انصاف کی راہ میں خون کے رشتوں کا بھی لحاظ و پاس نہیں کیا جانا چاہیئے۔

اگرچہ قرآنِ مجید کی بعض آیات کی شانِ نزول خاص ہوا کرتا ہے مگر آیت کا حکم عام ہوتا ہے جس کی پابندی پوری امت کے لیے لازم و واجب ہوتی ہے۔ اس سورہ مبارکہ کے احکام بھی ملتِ اسلامیہ کے لیے منشورِ ہدایت ہیں۔

لفظِ امانات جمع ہے امانت کی۔ عام طور پر امانت کا مفہوم صرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو چیز جس کے پاس امانت رکھی گئی ہے وہ اسے جوں کی توں واپس کر دے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ امانت کا مفہوم بہت وسیع ہے اور جمع کا صیغہ استعمال فرما کر اس کی وسعت کی طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

۱۔ جو شخص کسی بھی قسم اور نوع کی امانت کا امین ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ یہ امانت اس کے مستحق کو پہنچا دے۔ ادائے امانت کی اہمیت کا یہ عالم ہے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ وَلَا دِیْنَ لِمَنْ لَا عَہْدَ لَہٗ (مسلم)

marfat.com
Marfat.com

جس میں امانت نہیں اس کا ایمانِ کامل نہیں اور جس میں عہد و معاہدہ کی پابندی نہیں اس کا دین کامل نہیں۔

حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت میں خیانت کو نفاقِ (عملی) کی علامتوں میں سے ایک علامت قرار دیا ہے۔ بخاری

۲۔ عبادات بھی امانت ہیں۔ نماز روزہ حج زکوٰۃ کو صحیح وقت پر اخلاصِ نیت کے ساتھ اور ان کی تمام شرائط وغیرہ کے ساتھ ادا کرنا بھی امانت میں داخل ہے۔ عبادات کی ادائیگی میں سستی اور فرائض میں کوتاہی امانت میں خیانت ہی ہے۔

۳۔ حکومت و اقتدار کے مناصب بھی امانت ہیں۔ اربابِ اقتدار کا یہ فرض ہے کہ وہ غریب و امیر، قوی و ضعیف کے حقوق و معاملات میں عدل و انصاف کے ترازو کو تمام مخالف رجحانات کے باوجود برابر رکھیں۔ عہدوں پر تقرر کے لیے کنبہ پروری، اقربا پروری کے بجائے اہلیت و قابلیت کو معیار بنائیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص کو مسلمانوں کی کوئی ذمہ داری سپرد کردی گئی ہو اور وہ کوئی عہدہ کسی شخص کو محض دوستی و تعلق کی بنیاد پر اہلیت معلوم کیے بغیر دیدے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس کا فرض و نفل مقبول نہیں حتیٰ کہ جہنم میں داخل ہو (جمع الفوائد صہ ۳۲۴) نیز ایک روایت میں فرمایا کہ جس نے کوئی عہدہ اہل کے ہوتے ہوئے نااہل کے سپرد کر دیا اس نے اللہ کی، رسول کی اور تمام مسلمانوں کی خیانت کی۔

آج نظامِ حکومت میں جہاں کہیں ابتری نظر آتی ہے۔ وہ قرآنی ہدایات کو نظرانداز کردینے کا ہی نتیجہ ہے۔ سفارشوں، تعلقات، رشتہ داریوں، رشوت اور سیاست کی بنیاد پر عہدے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ایسے نااہل لوگ عہدوں پر قابض ہوکر امانتوں میں خیانت کرتے ہیں اور اپنے منصب سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں اور اس طرح معاشرہ میں بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔ ظلم و عدوان

marfat.com

Marfat.com

کا اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اس لیے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عہدے اور منصب نا اہلوں کے سپرد کر دیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔ یعنی اب یہ فساد لا علاج ہے (بخاری) اور یہ بھی فرمایا کہ مظلوم کی بد دعا سے بچو کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ (بخاری)

۴۔ حضرت صدر الافاضل مولٰنا نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمہ نے خزائن العرفان میں اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اصحابِ امانات اور حکام کو امانتیں دیانت داری کے ساتھ حقدار کو ادا کرنے اور فیصلوں میں انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ فرائض و واجبات بھی اللہ تعالٰی کی امانتیں ہیں۔ ان کی ادا بھی اس حکم میں داخل ہے۔ علماء نے فرمایا کہ حاکم کو چاہیئے کہ پانچ باتوں میں فریقین کے ساتھ برابر کا سلوک کرے۔ اوّل، اپنے پاس آنے میں جیسے ایک کو موقع دے دوسرے کو بھی دے۔ دوم، نشست دونوں کو ایک سی دے۔ سوم، دونوں کی طرف برابر توجہ دے۔ چہارم، ہر ایک کی بات سننے میں ایک طریقہ رکھے۔ پنجم، فیصلہ دینے میں حق کی رعایت رکھے۔ انصاف کا دامن تھامے رہے۔ جس کا دوسرے پر حق ہو اسے پورا پورا دلائے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ قیامت کے دن عدل و انصاف کرنے والوں کو قربِ الٰہی میں نوری ممبر عطا ہوں گے۔

۵۔ حضور سیّدِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

کلکُم رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِه فَالْاِمَام رَاعٍ وَ هُوَ مَسْئُول عن رعیتہ وَالرجل راعٍ علی اهلہ و هو مسئول عنہم وَالمرأۃ راعیۃٌ علی بیتِ زوجِهَا وَ هِیَ مسئولۃ عَنْهَا

تم میں سے ہر شخص اپنے مرتبہ کے لحاظ سے پاسبان ہے اور جوابدہ ہے

marfat.com

Marfat.com

امام اور خلیفہ بھی راعی ہے۔ اس سے اس کی رعیت کے متعلق پوچھا جائیگا۔ خاوند اپنے گھر والوں کا رئیس ہے اور بیوی اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے۔ ہر ایک سے اس کی حیثیت کے مطابق سوال کیا جائے گا۔

اس حدیث سے مفسرین کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ اپنے اپنے رتبہ اور درجہ کے مطابق پوری مسلم قوم کے لیے خواہ وہ علماء ہوں یا ملک کے حکام، گھر کا فرد اعلیٰ ہو یا کسی ادارہ کا سربراہ مرد ہو یا عورت سب کے لیے، زندگی کے تمام معاملات میں خواہ اس کا تعلق دین سے ہو یا دنیا سے اس آیۂ مبارکہ کی ہدایات پر عمل کرنا لازم و واجب ہے۔

۶- آیت کے پہلے جملے میں ادائے امانات کا حکم دیا گیا اور دوسرے میں عدل و انصاف کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امانت داری کے بغیر عدل و انصاف کا قیام ناممکن ہے۔ امانات کے لفظ میں عدل و انصاف بھی آجاتا ہے مگر عدل و انصاف کی اہمیت و افادیت کے اظہار و بیان کے لیے آیت کے دوسرے جملہ میں واضح طور پر حکم دیا گیا کہ فیصلہ کرنے میں عدل و انصاف سے کام لو۔

الغرض اس مختصر آیت میں انسان کی فلاح و بہبود کے تمام احکام و مسائل اور ہدایات کو بیان فرمادیا گیا ہے اور دستورِ مملکت کے چند بنیادی اصول بھی جو یہ ہیں۔

اوّل اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ فرماکر اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ حاکم حقیقی تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے اصل حکم تو اللہ کا ہے اور اس کی عطاء سے اس کے مقدس رسول کا۔

دوم۔ حکومت کے عہدے اللہ کی امانت ہیں جو صرف اہل اور لائق لوگوں کو دیئے جائیں۔

سوم۔ اربابِ اقتدار کی حکمرانی تو اللہ کے احکام کی امین کی حیثیت سے ہے۔ اقتدارِ اعلیٰ تو صرف اللہ تعالےٰ کے لیے ہے۔ اس لیے نظامِ حکومت چلانے میں

marfat.com

Marfat.com

انہیں اللہ و رسول کے احکام کی پابندی بہر حال و بہر صورت واجب ہے۔

چہارم یہ کہ فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ کیا جائے۔ رنگ و نسل، وطن، رشتہ حتیٰ کہ مذہب و مسلک کا لحاظ و امتیاز ہرگز ہرگز نہ رکھا جائے۔

دستورِ مملکت کے ان اصولوں کی نشاندہی کے بعد فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ نے تمہیں بہت ہی اچھی نصیحت کی ہے اور وہ سمیع و بصیر بھی ہے۔ سب کا ظاہر و باطن اس پر عیاں ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ اصول ہی ہر ملک اور ہر دور کے لیے قابلِ عمل ہیں اور غیر متبدل ہیں اور انسان کے بنائے ہوئے ضابطے قاعدوں کو ثبات نہیں ہے۔ حالات کے تغیر کے بعد ان میں تبدیلی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس لیے ابدی منشورِ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے معصوم رسول کے ارشاد فرمودہ احکام ہی ہیں۔

آخرت پر ایمان و ایقان

دنیا کے مقابل آخرت کا ذکر آتا ہے کیونکہ دنیا دار العمل ہے اور آخرت دار القرار، دنیا میں انسان جو اچھے یا برے کام کرتا ہے آخرت میں اعمال کے حسن و قبح کے مطابق سزا یا جزا دی جاتی ہے۔ اگر کسی مسلمان نے اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات و احکامات کے مطابق گزارا ہے۔ تو آخرت میں اس کا ثواب عطا ہوگا۔ اور اگر بدقسمتی سے اس نے احکامِ شرعیہ کی خلاف ورزی کی ہے اور اللہ و رسول کے احکام و ہدایت سے روگردانی کی ہے تو آخرت میں اس کے برے اعمال کی سزا دی جائے گی۔ اسی لیے قرآنِ مجید نے عقیدہ آخرت پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:۔

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ

اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں

marfat.com

Marfat.com

ایمان کسی چیز کی دل سے تصدیق کرنے کا نام ہے ۔ اس کا مقابل تکذیب ہے اور ایقان ایسے یقین کو کہتے ہیں جیسے کوئی چیز آنکھوں کے سامنے ہو اور اس میں ذرا بھی شک وشبہ نہ ہو اور اس کا مقابل شک وتردد ہے کسی چیز کی دل سے تصدیق کے بعد اور ایمان کے تمام اجزار پر ایمان لانے کے بعد بھی آدمی ایمان کے تقاضوں کے خلاف کام کرسکتا ہے ۔ بلکہ کرتا ہے ۔ اللہ پر رسول پر اور دیگر ایمانی امور پر ہر مسلمان کا ایمان ہے مگر اس کے باوجود گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے ۔ مگر اجزائے ایمان میں سے آخرت پر ایمان کی سچی دولت حاصل کرلینے والے کے لیے گناہوں میں مبتلا ہونا ممکن نہیں کیونکہ آخرت پر ایقان رکھنے والے کی آنکھوں کے سامنے بحضور رب العلمین پیشی ، حساب وکتاب جزا وسزا کا نقشہ اور منظر ہر لمحہ اور ہر آن رہتا ہے ۔ اسی لیے تمام انبیار علیہم السلام اور ان کی شریعتوں میں آخرت کا عقیدہ ، توحید ورسالت کے عقیدہ کی طرح مشترک اور متفق علیہ چلا آرہا ہے اور ایمان بالآخرۃ پر ایقان ہی معاشرہ میں اعتدال وتوازن اور دنیا میں عدل وانصاف اور انسانی حقوق کے تحفظ کا ضامن ہے ۔

آج انسدادِ جرائم اور اصلاحِ اخلاق کے لیے حکومت کے تعزیری قوانین کیوں ناکافی ہیں ۔ پھر عادی مجرم تو ان سزاؤں کے عادی ہو ہی جاتے ہیں ۔ اگر کسی میں کوئی اخلاقی قدر باقی ہے اور وہ جرم سے گریز کی راہ اختیار بھی کرلیتا ہے تو اسی حد تک کہ قانون کے ہاتھوں کا اس تک رسائی کا خطرہ نہ ہو ۔ مگر بایں ہمہ خلوتوں میں کونسی ایسی طاقت یا قانون ہے جو اسے خواہشِ نفس کی پیروی سے روک سکے ؟ تو وہ طاقت صرف اور صرف عقیدۂ آخرت پر ایقان اور اللہ کے خوف کا حضور ہے ۔ یہی وہ عقیدہ ہے جس کی وجہ سے انسان نہ صرف یہ کہ جلوت میں ہر قسم کی بے اعتدالیوں سے مجتنب رہتا ہے بلکہ خلوت میں بھی وہ ظلم وعدوان کے قریب بھی نہیں جاتا ۔ الغرض انسان کی ظاہری و باطنی حالت جلوت وخلوت میں یکسانی اگر پیدا ہوسکتی ہے تو صرف عقیدہ آخرت پر ایقان ہی سے

marfat.com

Marfat.com

ہوسکتی ہے اور یہ بات صرف فکر و نظر کی حیثیت نہیں رکھتی اور بلکہ ایک عملی حقیقت ہے یہ عقیدہ آخرۃ پر ایقان ہی تھا۔ جس کی وجہ سے اسلام کے ابتدائی دور میں ایسا پاکباز اور عدل و انصاف پر مشتمل معاشرہ پیدا ہوا تھا کہ اس دَور کے مسلمانوں کی سیرت و کردار کو دیکھ کر لوگ صمیمِ قلب کے ساتھ اسلام قبول کر لیتے تھے۔ آج بھی اگر قوم مسلم عقیدہ آخرۃ پر ایقان کی دولت سے مالا مال ہو جائے تو پھر ؎

آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

دیانت کا معیار

حکایاتِ الصالحین میں لکھا ہے۔ ایک بزرگ کہمس بن حسین اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ناگاہ ان کا ایک دینار کہیں گم ہو گیا۔ دوستوں نے دینار کے متعلق پوچھا تو کہمس نے کہا ابھی ابھی میرے پاس تھا۔ مگر کہیں گم ہو گیا۔ ان کے دوستوں نے تلاش شروع کی، دینار مل گیا اور کہمس سے کہا یہ دینار تمہارا ہی ہے اس کو لے لو۔ کہمس بن حسین نے جواب دیا اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ دینار وہی ہے جو میرا تھا۔ ساتھیوں نے کہا قسم بخدا ہمارے پاس دینار نہ تھا۔ یہ تمہارا ہی گمشدہ دینار ہے تم ہی اس کے حقدار ہو۔ کہمس نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے۔ مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ کسی اور کا دینار گم ہو گیا ہو اور یہ وہی ہو۔ بہرحال یہ شک والی بات ہے۔ اگر میں نے اس کو لے لیا تو بارگاہِ خداوندی میں کیا جواب دوں گا۔

marfat.com
Marfat.com

اسلامی معاشرہ

اسلام دینِ محبت و اخوت ہے اور اسلامی معاشرہ کے ہر فرد کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دُکھ درد کا خیال رکھیں، غریبوں، مسکینوں، آفت رسیدوں بیماروں اور معذوروں کی امداد و اعانت کریں۔ اللہ تعالے نے سورہ دہر میں مسلمانوں کے اخلاص، باہمی ہمدردی اور ان کے جذبۂ ترحم کی تعریف فرمائی ہے۔ ارشادِ باری ہے۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔

وہ محتاج یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم تم کو صرف خدا کے لیے کھلاتے ہیں۔ تم سے نہ بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ۔

یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ جب کوئی مسلمان کسی حاجت مند یا معذور کی امداد و اعانت کرے تو اس پر احسان نہ جتائے، بلکہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اس نے کسی حاجتمند کی حاجت پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائی کیونکہ احسان دھرنے سے اس نیکی کا ثواب برباد ہوجاتا ہے۔

حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل وکردار سے غریبوں کی چارہ گری، معذوروں کی دستگیری اور یتیموں کی خبرگیری کی تلقین فرمائی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السَّاعِیْ عَلَى الْاَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِيْنِ كَالْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاَحْسِبُهٗ قَالَ كَالْقَائِمِ لَا يَفْتُرُ وَكَالصَّائِمِ لَا يُفْطِرُ (رواہ البخاری ومسلم)

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی بیچاری بے شوہر والی عورت یا کسی مسکین حاجتمند کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ اللہ کے نزدیک۔ اجر وثواب ہیں، راہ خدا میں جہاد کرنے والے بندے کی مثل اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ اس قائم اللیل (یعنی شب بیدار) بندے کی طرح ہے جو (عبادت اور شب خیزی میں) سستی نہ کرتا ہو اور اس صائم الدہر بندے کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

ہر شخص جانتا ہے کہ کلمہ حق کی بلندی کے لیے راہِ خدا میں جہاد کرنا اور راتیں عبادتِ الٰہی میں گزارنا اور دن کو روزہ رکھنا قابلِ رشک نیکی اور تقویٰ کا بلند وبالا درجہ ہے۔ لیکن حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے :-

" اللہ کے نزدیک یہی درجہ اور مقام ان لوگوں کا بھی ہے جو کسی حاجتمند مسکین یا کسی ایسی لاوارث عورت کی خدمت واعانت کے لیے جس کے سر پر شوہر کا سایہ نہ ہو، دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور خلوصِ قلب کے ساتھ یہ خدمت انجام دیتے ہیں۔"

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهٗ وَلَا يُسْلِمُهٗ وَمَنْ كَانَ فِيْ حَاجَةِ اَخِيْهِ كَانَ اللّٰهُ فِيْ حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرُبَاتِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ تو خود اس پر ظلم وزیادتی کرے نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لیے اس کو بے یار ومددگار چھوڑ دے اور جو کوئی

marfat.com
Marfat.com

اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کی حاجت روائی کریگا اور جو کوئی مسلمان کی تکلیف اور مصیبت کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ داری کرے گا۔ اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کی پردہ داری کرے۔ (بخاری ومسلم)

۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ نَفَّسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ الدُّنْيَا نَفَّسَ اللّٰهُ عَنْهُ كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ يَسَّرَ عَلٰى مُعْسِرٍ يَسَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيْهِ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو کسی مسلمان کی کوئی دنیوی تکلیف اور پریشانی دور کرے گا اللہ تعالےٰ (اس کے عوض) قیامت کے دن کی تکلیف اور پریشانی سے اس کو نجات دے گا اور کسی تنگدست مقروض کو سہولت دے گا تو اللہ تعالےٰ اس کو دنیا اور آخرت میں سہولت دے گا۔ اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالےٰ دنیا وآخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور جو کوئی بندہ جب تک اپنے بھائی کی امداد واعانت کرتا رہے گا اللہ تعالےٰ اس کی مدد کرتا رہے گا۔ (سنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

۴۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ كَسَا مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰى عُرْیٍ كَسَاهُ اللّٰهُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّةِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا عَلٰى جُوْعٍ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّةِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰى مُسْلِمًا عَلٰى ظَمَاٍ سَقَاهُ اللّٰهُ مِنَ الرَّحِيْقِ الْمَخْتُوْمِ (رواہ ابوداؤد والترمذی)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو مسلمان کسی مسلمان کو عریانی کی حالت میں کپڑے پہنائے۔ اللہ تعالےٰ اس کو جنت کے سبز جوڑے عطا فرمائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلائے۔ اللہ تعالےٰ اس کو جنت کے پھل اور میوے کھلائے گا اور جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کی حالت میں پانی پلائے گا۔ اللہ تعالےٰ اس کو نہایت نفیس جنت کی شرابِ طہور پلائے گا۔ جس پر غیبی مُہر لگی ہوگی۔

(سُنن ابی داؤد، جامع ترمذی)

۵۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی خبر اور اسیروں قیدیوں کو رہائی دلانے کی کوشش کرو۔ (صحیح بخاری)

۶۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَکَافِلُ الْیَتِیْمِ لَهٗ اَوْ لِغَیْرِهٖ فِی الْجَنَّةِ هٰکَذَا وَاَشَارَ بِالسَّبَّابَةِ وَالْوُسْطٰى وَفَرَّجَ بَیْنَهُمَا شَیْئًا (رواہ البخاری)

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اور اپنے یا پرائے یتیم کی کفالت کرنے والا آدمی جنت میں اس طرح (قریب قریب) ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشتِ شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کر کے بتایا اور ان کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی۔ (صحیح البخاری)

ان تمام حدیثوں سے واضح ہے کہ غریبوں، یتیموں، بیواؤں، معذوروں

marfat.com
Marfat.com

اور حاجتمندوں کی ضروریات کو پورے کرنے کا اہتمام اور خلوص وللہیت کے ساتھ اس نیک کام کو انجام دینا شریعتِ اسلامیہ کو محبوب و مطلوب ہے۔ اللہ ہم سب کو کتاب و سُنّت کی ان ہدایات پر عمل کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

خلافِ شرع کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں

عَنِ النَّوَّاسِ بْنِ سِمْعَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ (رواہ فی شرح السنہ)

حضرت نواس بن سمعان ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کرنی چاہیئے۔ (شرح السنہ)

بُغض و حسد سے بچو یہ نیکیوں کی بربادی کا سبب بنتا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ يَاْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَاْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسد سے بچو، پس تحقیق حسد نیکیوں کو اس طرح کھا لیتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔ (ابوداؤد)

marfat.com

Marfat.com

عدل و انصاف کی اہمیت

صفاتِ باری میں عدل بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم و جلیل صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عادل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا ہر فیصلہ حق ہوتا ہے۔ وہ حق بات کہتا ہے اور وہی کرتا ہے جو حق ہے۔ عدل کی دو قسمیں ہیں۔ عدل عملی اور عدل قولی۔ سورۂ مومن کی آیت وَاللّٰہُ یَقْضِی بِالْحَقِّ، اللہ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے یہ اللہ کے عدلِ عملی کی طرف اشارہ ہے اور سورۃ احزاب کی آیت وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ۔ اللہ حق بات کہتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے عدلِ قولی کا بیان ہے۔ دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف پر قائم ہے۔ وہ ساری دنیا پر اپنی بادشاہت عدل و انصاف کے ساتھ قائم کئے ہوئے ہے اور یہ ہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہے۔

عالمِ امکان میں اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کے مظہرِ کامل حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذاتِ ستودہ صفات ہے۔ حضور نے ہمیشہ ہر معاملہ میں عدل و انصاف کا دامن تھامے رکھا۔ حقوق العباد اور حقوق اللہ کی ادائیگی کا وہ معیار قائم کیا جو چشم فلک نے اس سے قبل نہ دیکھا نہ سُنا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دنیا میں امن و امان کے قیام اور فتنہ و فساد کے انسداد کے لیے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک قانون جسے عدل بھی کہتے ہیں۔ دوم اخلاق جسے احسان بھی کہا جاتا ہے قانون کے ذریعے برائیوں کو روکا تو جا سکتا ہے۔ مگر قلوبِ ناس میں اس برائی کی طرف سے کراہت کا کوئی روحانی کیف نہیں پیدا کیا جا سکتا اور صرف اخلاق پر عمل کرنے کرانے عدل و انصاف کے تقاضے کما حقہٗ پورے نہیں ہو سکتے۔ قانون کی بنیاد

marfat.com

Marfat.com

درحقیقت عدل پر ہے جس کے معنی برابر کے ہیں۔ یعنی میزانِ عدل کے دونوں پلڑے مساوی ہوں۔ حقوق و معاملات میں امانت و دیانت کی پاسداری ہو۔ سچائی کی میزان کسی طرف جھکنے نہ پائے۔ وہی بات کہی اور وہی کام کیا جائے جو سچائی کی کسوٹی پر پورا اُترے، جو شخص کسی پر زیادتی کرے اس کے ساتھ زیادتی کرے اس کے ساتھ اتنی ہی زیادتی کرنا عدل ہے اور زیادتی سے درگزر کرنا اور معاف کر دینا اخلاق ہے۔

دنیا میں جس قدر نظام قائم و رائج ہوئے یا اب قائم ہیں وہ سب کے سب عدل و انصاف اور برائیوں کے انسداد میں ناکام رہے ہیں اور ناکام رہیں گے۔ اس کی بنیادی وجہ ہے کہ کسی نظام میں صرف اخلاق کو اور کسی میں صرف قانون کو اہمیت دی گئی ہے۔ یورپ میں قانون کی عملداری ہے۔ جو مسلمان وہاں کی قانونی زندگی کا مشاہدہ کر کے پاکستان آتے ہیں تو یہاں کی لاقانونی دیکھ کر گالیاں بکتے ہیں اور یورپ کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ وہاں قانون کی عملداری کے باوجود برائیوں اور بدیوں کو دل سے معیوب نہیں سمجھا اور قانون کی پابندی سے انہیں دل کا سکون اور رُوح کا قرار نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ معاشرہ کی اصلاح صرف قانون سے کرنا چاہتے ہیں جو نہیں ہو سکتی۔

لیکن حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیش کردہ نظامِ حیات اس خامی اور اس افراط و تفریط سے پاک ہے۔ آپ نے سب سے پہلے دنیا کو یہ بتایا کہ نہ تو تنہا قانون کے ذریعے عدل و انصاف اور امن و امان کا معاشرہ قائم کیا جا سکتا ہے اور نہ تنہا اخلاق سے معاشرہ کو بدیوں اور برائیوں سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ آپ نے ایسی کامل و مکمل شریعت سے روشناس کرایا جو عدل و احسان اور قانون و اخلاق دونوں کا جامع ہے۔ آپ نے قانون کو حکومت کے ہاتھ میں اس حکم کے ساتھ دیا کہ اس کے اجراء میں بڑے چھوٹے۔ امیر و غریب، اپنے پرائے میں کوئی فرق نہ کیا جائے تا کہ مملکت کا نظام قائم رہے اور اخلاق کو افراد کے سپرد کر دیا تا کہ افراد کی رُوحانی پاکی اور اخلاقی بلندی برابر ترقی کرتی رہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجیے کہ شریعتِ محمدیہ

marfat.com

Marfat.com

علی صاحبہا نے ان برائیوں اور بدیوں کو جن کا اثر براہِ راست دوسروں تک پہنچتا ہے قانون کے تحت رکھ کر اس کے نفاذ کی ذمہ داری حکومت و جماعت کو اس لیے دیدی تاکہ ملک میں امن و امان قائم رہے اور افراد کے بڑے حصے کو برائیوں سے باز رہنے اور باہمی حقوق کی حفاظت کرنے پر مجبور کیا جاسکے اور جو باتیں انسان کی ذاتی تکمیل نفس سے متعلق تھیں۔ ان کو اخلاق کے دائرہ میں رکھ کر رضاکارانہ طور پر افراد کے سپرد فرمایا تاکہ معاشرہ میں امن و امان اور عدل و انصاف کا قیام اور عوام و خواص کے حقوق و معاملات کی نگہداشت اس شان سے ہو کہ افراد کے قلوب میں برائی سے نفرت اور نیکی کی طرف رغبت پیدا ہو جو انسانیت کا جوہر ہے۔ سورۂ نحل میں ارشادِ باری ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ — بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

وحی محمدی علی صاحبہا التحیہ کی اس ہدایت میں عدل و انصاف کو ایک مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ دنیا کے مذاہب میں عدل کا مفہوم محدود ہے۔ مگر شریعتِ محمدیہ میں زندگی کے ہر شعبہ میں عدل و انصاف سے کام لینے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ بھی اسلام کے آفاقی اور عالمگیر دین ہونے کی دلیل ہے۔ اس آیۂ مبارکہ میں عدل کے بعد احسان کی ہدایت اس لیے ہے کہ عدل قانون کا اقتضا ہے اور احسان (عفو و درگزر) اخلاق کا مطالبہ ہے۔ قانون کا مطالبہ پورا کرنے سے نظمِ عالم قائم ہوتا ہے۔ احسان کے اختیار کرنے سے اشخاص کی روحانی تکمیل ہوتی ہے۔

یہاں یہ بات خصوصی طور پر قابلِ ذکر بھی ہے اور غور و فکر کی مستحق بھی کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی بالتقصیر ہو جائے تو وہ غفور الرحیم ہے اگر چاہے تو اپنے حق کو خود معاف فرما دے۔ لیکن اگر ایک بندہ کسی بندے کی حق تلفی کرتا ہے یا ظلم و زیادتی کرتا ہے تو اس کی معافی اور اس سے نجات بخشی کے معاملہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ یا تو اس دنیا میں اس بندہ کا حق ادا کیا جائے یا اس سے معافی مانگ لی جائے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی بات

marfat.com

Marfat.com

اس دنیا میں نہ ہو سکی تو آخرت میں لازماً اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

حقوق العباد کی اہمیت

اور اس معاملہ میں کوتاہی کی سنگینیت کا اندازہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جس کسی نے اپنے کسی بھائی کے ساتھ ظلم و زیادتی کی ہو، اس کی آبرو ریزی کی ہو یا کسی اور معاملہ میں اس کی حق تلفی کی ہو۔ تو اس کو چاہیئے کہ آج ہی اور اسی زندگی میں اس سے معاملہ صاف کرے۔ آخرت کے اس دن آنے سے پہلے جب اس کے پاس ادا کرنے کے لیے دینار و درہم کچھ بھی نہ ہوگا اور اگر اس کے پاس اعمالِ صالح ہوں گے تو اس ظلم کے بقدر مظلوم کو دلائے جائیں گے اور اگر وہ نیکیوں سے بھی خالی ہوگا تو مظلوم کے کچھ اور گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے (بخاری)

بیہقی کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے۔ گناہوں کی ایک فہرست وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ انصاف کے بغیر نہ چھوڑے گا۔ وہ بندوں کے باہمی مظالم اور حق تلفیاں اور زیادتیاں ہیں۔ ان کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا۔ الغرض حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات محمد مصطفٰے علیہ السلام کی شریعتِ طیبہ میں عدل و انصاف کا دامن تھامے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ ہر حال میں اور ہر موقع پر عدل و انصاف سے کام لیں۔ البتہ حاکمِ وقت اور امام کے لیے عادل ہونا اور بھی زیادہ ضروری ہے اس لیے کہ اس کی گردن پر ملک کی ساری آبادی کے حقوق کا عدل و انصاف کے ساتھ حفاظت کرنے کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ اس لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن جب کہ خدا کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ سات شخصوں کو خدا اپنے خاص سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرمائے گا جن میں ایک امام عادل بھی ہے۔ (بخاری)

نیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم اور نا انصافی سے منع فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں تم اپنے مسلمان بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صاحب نے عرض کی۔ یا رسول اللہ مظلوم کی مدد تو کی جا سکتی ہے مگر ظالم کی مدد کی کیا صورت

marfat.com

Marfat.com

ہوگی، فرمایا :-

قَالَ تَمْنَعُهُ مِنَ الظُّلْمِ فَذٰلِكَ نَصْرُكَ اِيَّاهُ

(مشکوٰۃ کتاب الادب)

ظالم کو (حتی المقدور) ظلم کرنے سے روک دینا ظالم کی مدد کرنا ہی ہے۔

ظلم و زیادتی کی جس قدر بھی صورتیں ہیں وہ سب کی سب عدل کے منافی ہیں۔ قرآنِ مجید میں اس امّت کا ایک ممتاز فرض یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ نیکی کا حکم دیتی ہے۔ امورِ خیر میں تعاون کرتی ہے اور برائی سے روکتی ہے اور اس سے تعاون نہیں کرتی۔ ہر نیکی خواہ اس کی کوئی بھی شکل و صورت ہے وہ عدل ہے اور ہر برائی خواہ اس کی کوئی بھی کیفیت ہو ظلم ہے۔ اسی بنا پر حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا :-

مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ

(مسلم)

تم میں جو کوئی کسی کو برائی کرتے دیکھے تو (اگر طاقت و قوت ہے) تو اسے بزورِ بازو روک دے۔ اگر اس کی قوت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے ضرور منع کرے۔ اس کی قوت نہ ہو تو برائی کو دل سے بُرا جانے۔

حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ۳ ہدایت دی ہے اگر ہم عملی طور پر قبول کریں تو معاشرہ میں توازن پیدا ہو سکتا ہے اور ظلم و زیادتی کو ختم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ضرورت تو عمل اور صرف عمل کی ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

marfat.com
Marfat.com

مومنینِ مخلصین کے اوصاف

قرآن مجید کی متعدد آیات میں مومنینِ مخلصین کے اوصاف اور ان کی سیرت و کردار کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ توبہ میں ارشادِ خداوندی ہے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

(آیت ۱۱۲، سورہ توبہ)

توبہ کرنے والے (اللہ کی) عبادت کرنے والے، حمد و ثنا کرنے والے روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے والے اور نگہبانی کرنے والے اللہ کی (مقررہ حدوں کی) اے میرے رسول خوشخبری سنا دیجئے ان کامل مومنوں کو۔

مومنین مخلصین کی پہلی صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ توبہ کرنے والے ہیں۔ یعنی اگر باقتضائے بشریت ان سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ نادم ہوتے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں عفو و درگذر کی التجائیں کرتے ہیں۔ کیونکہ گناہ کے ارتکاب پر فخر کرنا اور اس کو ہلکا سمجھنا شریعتِ اسلامیہ کو جھٹلانے کے مترادف ہے اور اللہ تعالیٰ کے خوف سے بے نیازی اور اس کی رحمت سے مایوسی ایمان کے منافی ہے توبہ و استغفار کے وقت بندہ چونکہ اپنی کوتاہی اور گنہگاری کے احساس و ندامت کی وجہ سے اپنے خالق و مالک کے حضور اپنے کو مجرم اور گنہگار سمجھ کر معافی کا طالب ہوتا ہے اس لیے بندگی کے احساس کی جو کیفیت توبہ کے وقت ہوتی ہے وہ کسی اور دعا کے وقت نہیں ہوتی۔ اس لیے توبہ و استغفار اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار پاتی ہے اور توبہ کرنے والے بندوں کے لیے صرف معافی اور بخشش ہی کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات کی بشارت سنائی گئی

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہر آدمی خطاکار ہے اور ان میں وہ بہت اچھے ہیں۔ جو خطاء و قصور کے بعد مخلصانہ توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائیں۔ (ترمذی) نیز ابن ماجہ کی حدیث میں فرمایا گناہ سے توبہ کرنے والا بندہ اس کی طرح ہے۔ جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ توبہ صرف عاصیوں اور گناہ گاروں ہی کا کام نہیں ہے بلکہ بندہ کی عبدیت کا تقاضا یہ ہی ہے کہ وہ بحضور رب العلمین بہر حال توبہ و استغفار کرتا رہے۔ انبیاء کرام اور خصوصاً حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو طیب و طاہر اور معصوم رسول ہیں۔ آپ سے قبل اظہارِ نبوت اور بعد از اظہار نبوت گناہ کا صدور ہی ناممکن ہے۔ مگر بایں ہمہ حضور فرماتے ہیں کہ اے لوگو توبہ کیا کرو میں خود بھی دن میں سو مرتبہ اللہ کے حضور میں توبہ کرتا ہوں۔ (ترمذی)

، العٰبِدُوْن : یعنی اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت کرتے ہیں اور عبادت الٰہی کو اپنے اوپر لازم و واجب جانتے ہیں کیونکہ پیدائش انسانی کا غرض و غایت عبادتِ الٰہی ہی ہے۔

عبادت میں نماز کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ نماز عبادت کا گوہر شاداب ہے۔ تمام عبادتوں کا مجموعہ اور تمام سعادتوں کا سرچشمہ ہے انسانی فلاح و فوز کا ذریعہ بھی نماز ہی ہے۔

سورہ مومنون میں فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ حَافِظُوْنَ — (کامیاب ہیں وہ) جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں۔

مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (ذاریت ۳) — ہم نے جنوں اور انسانوں کو عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

قرآن مجید میں تقریباً سو سے زیادہ مرتبہ نماز کا حکم اور اس کی نگہداشت اور بجا آوری کی تاکید آئی ہے اور نماز کی ادائیگی میں سستی کاہلی اور اس کے بلا عذر شرعی ترک کو کفر و نفاق کی علامت بتایا ہے۔ ایمان کے بعد بارگاہِ الٰہی سے جو حکم سب سے پہلے ملا۔ وہ نماز ہی ہے اور قیامت کے دن سب سے پہلے جس عمل صالح کی پرسش ہوگی۔ وہ بھی نماز ہی ہے۔

الحمدون: مومنین مخلصین ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ خوشی ہو یا غمی ہر حال اور ہر ماحول میں اپنے مالکِ حقیقی کا شکر بجالاتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عطا کردہ نعمتوں کے ذکر کرنے اور ان پر شکر بجالانے کا حکم دیا ہے اور یہ تصریح فرمائی ہے شکرِ نعمت مزید نعمتوں کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ بنتا ہے ولئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر بجالاؤ گے تو ہم اپنی نعمتوں میں اضافہ فرمادیں گے نیز ارشاد باری ہے

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد-۴)	سن کہ اللہ کی یاد ہی میں دلوں کو سکون ہے۔
قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى	بے شک مراد کو پہنچا جس نے تقویٰ اختیار کیا اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی (اعلیٰ-۱)

اس آیت میں فلاح کا لفظ عام اور مطلق ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں ہے۔ اس بنا پر مطلب آیت یہ ہے کہ ذکرِ الٰہی اور عبادت خداوندی دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کی راہیں کھول دیتی ہے عبادت و ریاضت اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل سے دل کو حقیقی سکون میسر آتا ہے اور ذکرِ الٰہی اور عبادت سے پہلوتہی پریشانیاں لاتی ہے اور اگر یادِ الٰہی سے غافل انسانوں

marfat.com

Marfat.com

کو دنیا کی آسائش حاصل بھی ہو جائیں تو ان کے دل سکون سے محروم رہتے ہیں ظاہر ہے کہ سکونِ قلب سے محرومی تمام مصائب و آلام کی جڑ ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے

مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا
جس نے میری یاد سے منہ پھیرا تو بیشک اس کیلئے معیشت کی تنگی ہے۔

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ مومنین مخلصین کی ساتویں اہم خصوصیت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ اچھی بات کا حکم دیتے ہیں اور بری بات سے روکتے ہیں سورہ آل عمران میں مسلمانوں کو خیر امت قرار دیتے ہوئے ان کا ممتاز وصف یہی بتایا گیا ہے کہ وہ معروف (نیکی) کی تبلیغ کرتے ہیں اور منکر (برائی) سے روکتے ہیں بلاشبہ ہر مسلمان کا یہ دینی، ملی، اخلاقی و مذہبی فریضہ ہے کہ وہ اپنی اصلاح کے ساتھ اپنے زیر اثر عزیزوں، رشتہ داروں اور ماتحتوں کی اصلاح و نگرانی کے فرض میں کوتاہی نہ کرے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی توضیح میں فرمایا۔ تم میں ہر شخص اپنے ماتحتوں کا نگران ہے اور قیامت کے دن اس کے متعلق پوچھا جائیگا۔ اس فرض کی اہمیت یوں بھی واضح ہے کہ عبادت و ریاضت میں مشغول اور حکم الٰہی کی تعمیل میں مصروف شخص صرف اپنی ذات کے لیے فلاح و نجات کا سامان مہیا کرتا ہے اور احکام الٰہیہ سے لوگوں کو روشناس کرانے والا مبلغ معاشرہ میں پھیلی ہوئی تاریکیوں کو چھانٹتا ہے اس کے چراغ علم سے بہتوں کو صراط مستقیم پر چلنے کا موقعہ ملتا ہے۔ اس لیے ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ دین کی جو بات اسے صحیح طریقہ سے یاد ہو اسے دوسروں تک پہنچائے — حضور سرور عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

نیکی کی طرف بلانے والے اس کی تحریک و تبلیغ کرنے والے اور نیکی کے لیے ذریعہ و وسیلہ بننے والے کو بھی اللہ تعالیٰ ایسا ہی ثواب عطا فرماتا ہے جیسا کہ نیکی کرنے والے کو

marfat.com
Marfat.com

مُنافق ـــــ اور مومن مخلص کا کردار

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ

ان کی کہاوت اس طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا۔ اللہ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷ و ۱۸ اَلَّذِی سْتَوْقَدَ نَارًا الخ۔ میں منافقوں کے کردار کی مثال دی گئی ہے یعنی انکی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب روشن ہو گیا تو اللہ ان کا نور لے گیا اور انھیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوجھتا۔ یہ بہرے گونگے، اندھے ہیں تو پھر (واپس اسلام کی طرف) آنے والے نہیں ـــــ یعنی جنھوں نے اظہارِ ایمان کیا اور دل میں کفر رکھ کر اقرار کی روشنی کو ضائع کر دیا اور وہ جو اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو گئے اور وہ جنہیں فطرتِ سلیمہ سے نوازا گیا اور دلائل کی روشنی نے ان پر حق واضح کر دیا۔ مگر انھوں نے فائدہ نہ اٹھایا اور گمراہی اختیار کی تو جب حق سُننے ماننے اور راہِ حق دیکھنے سے محروم ہوئے تو کان، آنکھ، زبان سب بیکار قرار پاتے ہیں ـــــ منافقین کا دوسرا گروہ تھا جو اسلام کو قبول کرتے ایمان لاتے مگر مصائب و مشکلات سے گبھرا کر اسلام سے دست بردار ہو جاتے۔ منافقوں کے اس گروہ کی حالت ایک مثال دے کر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۹ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے۔

أَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمَاتٌ وَرَعْدٌ وَبَرْقٌ يَجْعَلُونَ

یا جیسے آسمان سے اُترتا پانی کہ اس میں اندھیریاں ہیں اور گرج اور چمک ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ۚ وَاللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْکٰفِرِیْنَ ۔

اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رہے ہیں۔ کڑک کے سبب موت کے خوف سے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

(سورہ بقرہ آیت ۱۹)

اس آیت میں بارش، اندھیرے، بادل کی کڑک، بجلی کی روشنی اور ایسے ماحول میں سفر کرنے والے شخص کا ذکر ہے۔ یہ سب مشبہ بہا ہیں اور جب تک ان کے مشبہات کا تعین نہ ہوجائے۔ اس مثال کا حسن و جمال نکھر کر سامنے نہیں آسکتا۔ بارش سے مراد اسلام ہے۔ اندھیروں اور بادل کی کڑک سے مصائب و مشکلات مراد ہیں۔ جنھوں نے چاروں طرف سے اسلام کو گھیر لیا تھا اور بجلی کی چمک سے وہ فتوحات مراد ہیں جو ان ناسازگار حالات میں اسلام کو حاصل ہوتی رہیں۔ تو جیسے بارش مُردہ زمینوں کو نئی زندگی دیتی ہے۔ اسی طرح اسلام مُردہ دلوں کو نورِ ایمان سے منور کرکے حیاتِ نَو عطا فرمادیتا ہے۔ جیسے بارش برستے وقت گھنگھور گھٹائیں آتی ہیں۔ تاریکی پھیل جاتی ہے اور بادل کی خوفناک گرج سے دل دہلنے لگتے ہیں۔ اس طرح اسلام کی بارش برستے وقت کھلی عداوتوں اور پوشیدہ سازشوں کا جال بچھ گیا۔ فضا مکدر ہوگئی۔ مصیبتوں کے بادل گرجنے لگے —— جو سچے دل سے ایمان لاچکے تھے۔ انھیں نہ اندھیروں سے وحشت ہوتی۔ نہ بادل کی کڑک گرج سے وہ ہراساں ہوتے۔ مصائب و آلام کے ہجوم میں بھی وہ مضبوط چٹان کی طرح اسلام وایمان پر قائم رہے —— لیکن جو لوگ مذبذب تھے۔ ان کی حالت ڈانواں ڈول تھی۔ وہ اسلام کی حیات بخش بارش کے چھینٹوں سے سیراب بھی ہونا چاہتے تھے۔ لیکن مصائب کی تاریک گھٹائیں دیکھ کر اور مشکلات کی گھن گرج سن کر ان کے دل ڈوب ڈوب جاتے اور اسلام کا دامن چھوڑ دیتے۔ پھر اگر اسلام کو کوئی کامیابی ہوتی تو وہ اسلام کی طرف لوٹ آنے کی تیاری کرتے۔ اگر مصائب کا کوئی تند و تیز جھونکا آتا تو وہ بد دل ہو کر رہ جاتے —— منافقین کی حالت کو مذکورہ بالا مثالوں سے بیان کرکے قومِ مسلم کو یہ سبق دیا گیا ہے کہ صحیح معنوں میں مسلم و مومن وہی ہیں

marfat.com
Marfat.com

جہول کی گمراہیوں سے اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ ان کا ظاہر و باطن ایک ہوتا ہے۔ مصائب کے طوفان اور مشکلات کے سیلاب انہیں جادۂ حق سے متزلزل نہیں کرتے۔ وہ صداقت پر خلوص کے ساتھ قائم و دائم رہتے ہیں اور بڑی سے بڑی ترغیب، لالچ اور مشکل بھی انہیں راہِ حق سے نہیں ہٹا سکتی۔

جب بچہ سات برس کا ہو جائے تو اسے نماز پڑھنے کی ترغیب دی جائے

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلٰوۃِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْاهُمْ عَلَیْهَا وَهُمْ اَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِیْنَ وَفَرِّقُوْا بَیْنَهُمْ فِی مَضَاجِعِ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اپنی اولاد کو نماز پڑھنے کا حکم دو۔ جب وہ سات برس کے ہو جائیں اور انہیں (نماز نہ پڑھنے) پر سخت سرزنش کرو جب وہ دس برس کے ہو جائیں اور ان کے بستروں کو علیحدہ علیحدہ کر دو۔ (ابوداؤد)

○

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر صرف اللہ کے لیے ہاتھ پھیرا تو سر کے جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا تو ہر ہر بال کے حساب سے اس کی نیکیاں ثابت ہوں گی اور جس نے اپنے پاس رہنے والی کسی یتیم بچی یا یتیم بچے کے ساتھ بہتر سلوک کیا تو میں اور وہ آدمی جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے اور آپ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر بتایا اور دکھایا (کہ ان دو انگلیوں کی طرح پاس پاس ہونگے)

(مسند احمد، جامع ترمذی)

○

marfat.com

Marfat.com

ایمان وکفر سے متعلق چند ضروری باتیں

ائمہ اسلام نے ایمان کی تعریف یوں فرمائی۔

هُوَ التَّصْدِيْقُ بِمَا جَآءَ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَعَالٰی اَیْ تَصْدِیْقُ النَّبِیِّ بِالْقَلْبِ فِیْ جَمِیْعِ مَا عُلِمَ بِالضَّرُوْرَةِ مَجِیْئُهٗ بِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِجْمَاعًا۔

ایمان ان امور کی تصدیق کا نام ہے جو اللہ کی طرف سے آئے یعنی اجمالی طور پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل سے تصدیق کرنا ہر اس چیز میں جو آپ اللہ کی طرف سے لائے جس کا ثبوت آپ سے قطعی طور پر ہو۔

ثبوتِ قطعی ضروری وبالضرورۃ وضروریاتِ دین کی تعریف

(۱) ثبوت قطعی: یعنی وہ امور جو حضور علیہ السلام سے ہم تک بطریق تواتر پہنچے اس کا ثبوت قطعی ہے جیسے تعداد رکعات، زکوٰۃ کی مقدار، قرآن حکیم وغیرہ۔ تواتر کے معنی یہ ہیں کہ حضور علیہ السلام سے لے کر ہم تک ہر قرن اور ہر زمانہ میں دنیا کے مختلف خطوں میں اس بات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے اتنی تعداد میں رہے ہوں کہ ان سب کا غلطی یا کذب پر متفق ہوجانا عقلاً محال ہے۔

۲۔ ضروری وبالضرورۃ: عرف فقہاء ومتکلمین میں ضروری وبالضرورۃ کا مطلب یہ ہے کہ تواتر کے ساتھ ساتھ اس بات کی شہرت تمام خاص وعام مسلمانوں میں اس درجہ کی ہوجائے کہ عوام تک اس سے واقف ہوں جیسے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا فرض ہونا نبوت کا حضور علیہ السلام پر ختم ہونا وغیرہ۔

۳۔ ضروریات: جو امور حضور علیہ السلام سے بذریعہ تواتر اس درجہ شہرت وبداہت کے ساتھ ثابت ہوں کہ ہر خاص وعام اس سے باخبر ہوں ان کو فقہاء ومتکلمین کی اصطلاح میں ضروریاتِ دین سے موسوم کیا جاتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

هُوَ مَا يَعْرِفُ الْخَوَاصُّ وَالْعَوَامُّ اَنَّهُ مِنَ الدِّيْنِ لِوُجُوْبِ اِعْتِقَادِ التَّوْحِيْدِ وَالرِّسَالَةِ وَالصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ وَ اَخْوَاتِهَا يُكَفَّرُ مُنْكِرُهُ

(ردالمختار ص۲۶۶ / جلد ۱)

ضروریات دین وہ اُمور ہیں جن کو دان کی شہرت کی وجہ سے خواص و عوام سب ہی دین کی ضروری باتیں سمجھتے ہیں۔ جیسے توحید، رسالت، پانچ نمازیں اور اسی کے مثل اور باتیں جن کا منکر کافر ہوتا ہے۔

ضروریاتِ دین کی دو قسمیں ہیں۔ قسم اول تو وہ ہے جس کا دینی ضروری ہونا خواص کو معلوم ہوتا ہے اور ان عوام کو بھی معلوم ہوتا ہے جو علماء سے ربط و ضبط رکھتے ہیں۔ تو قسم اول کا انکار خواہ عوام کریں یا خواص بہر حال یہ کفر قطعی ہے اور دوسری قسم وہ ہے کہ جس کا ضروری دینی ہونا بعض عوام پر مخفی ہوتا ہے تو اگر عوام میں سے کوئی انکار کر دے تو اسے کافر قرار نہیں دیں گے۔ لیکن جبکہ علماء اس کو بتا دیں کہ یہ مسئلہ بھی ضروری و قطعی ہے اور اس پر بھی وہ از راہ عناد انکار پر اڑا رہے تو اب اس کی تکفیر کی جائے گی۔

ضروریاتِ دین پر ایمان کے لئے ان کی پوری تفصیل کا معلوم ہونا ضروری نہیں۔ نفس ایمان کے لئے اجمالی تصدیق بھی کافی ہے۔

کفر کی تعریف اور اس کی اقسام

کفر شریعت میں ایمان کی ضد ہے یعنی ایسے احکام شرعیہ جو ہم کو قطعی اور یقینی طور پر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہنچے ہیں انہیں نہ ماننا کفر ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ کفر تکذیب رسول کا نام ہے پھر تکذیب کی چند صورتیں ہیں۔

(۱) صراحتاً حضور علیہ السلام کو اللہ کا رسول ہی تسلیم نہ کرنا جیسے ہندو سکھ و عیسائی تسلیم نہیں کرتے

(۲) رسول تسلیم کرنے کے باوجود آپ کے کسی قول کو صراحتہً غلط یا جھوٹ قرار دینا۔ یعنی آپ کی بعض ہدایات کو ماننا اور بعض کی تکذیب کرنا۔

(۳) یہ کہ کسی قطعی الثبوت قول و فعل کو یہ کہہ کر رد کر دینا کہ یہ حضور علیہ السلام کا قول یا فعل نہیں ہے۔

(۴) یہ کہ قول و فعل رسول کو تسلیم کرتے ہوئے قرآن و حدیث میں ایسی تاویلات باطلہ کرنا جو ان

marfat.com

Marfat.com

کے اجماعی مفہوم کو بدل دیں اور امت کے اجماعی عقائد کے خلاف کوئی نیا مفہوم ان سے پیدا ہو۔ ایسی تاویل بھی تکذیبِ رسول (علیہ السلام) ہی کے حکم میں ہے۔

کُفر اور اِرتداد کا معیار کیا ہے؟

واضح ہو کہ کفر اور ارتداد اس صورت میں عائد ہوتا ہے جبکہ حکم قطعی سے انکار کر دے۔ مثلاً یہ کہے کہ نماز فرض نہیں ہے۔ جنّت کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ یا کوئی شخص پانچ وقت کی نماز کا تو شدت سے پابند ہے مگر فرض واجب نہیں مانتا تو یہ بھی کفر ہے اور دوسرا شخص جو غفلت کی وجہ سے نماز تو نہیں پڑھتا مگر نماز کی فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ مسلمان ہے اگر فاجر و فاسق اور سخت گنہگار ہے

دوم یہ کہ ثبوت کے اعتبار سے احکامِ اسلامیہ کی مختلف قسمیں ہیں۔ تمام اقسام کا حکم ایک نہیں ہے۔ تو کفر و ارتداد صرف ان احکام کے انکار سے عائد ہوتا ہے جو قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت بھی ہوں۔

قطعی الثبوت کے معنیٰ

کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ثبوت، قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے حضور علیہ السّلام سے لے کر آج تک ہر زمانہ، ہر قرن میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہے۔ اسی کو اصطلاح حدیث میں تواتر اور ایسی حدیث کو احادیث متواترہ کہتے ہیں۔

قطعی الدلالت کے معنیٰ

جو حکم قرآن مجید کی آیت سے واضح طور پر معلوم ہوا ہو یا وہ بات حدیث متواتر سے ثابت ہوئی ہے وہ اپنے مفہوم مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو کہ اس میں کسی قسم کا الجھاؤ اور ابہام نہ ہو۔

پھر اس قسم کے احکامِ قطعیہ اگر عوام و خاص میں مشہور و معروف ہوں جیسے نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ کا فرض ہونا۔ جوا۔ شراب اور زنا کا گناہ ہونا۔ حضور علیہ السلام کا خاتم الانبیاء ہونا وغیرہ تو ایسے احکامِ قطعیہ کو ضروریاتِ دین سے موسوم کرتے ہیں اور جو اس درجہ مشہور نہ ہوں وہ صرف قطعیات کہلاتے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

ضروریاتِ دین اور قطعیات کے حکم میں کیا فرق ہے

ضروریات دین اور قطعیات کے حکم میں فرق یہ ہے کہ ضرورتِ دین کا انکار باجماع امت مطلقاً کفر ہے۔ ناواقفیت وجہالت کو اس میں عذر نہ قرار دیا جائے گا اور نہ کسی قسم کی تاویل سُنی جائے گی۔

اور قطعیاتِ محضہ جو شہرت میں اس درجہ کو نہیں پہنچے۔ تو حنفیہ کے نزدیک اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی بوجہ ناواقفیت اور جہالت کے انکار کر بیٹھے تو ابھی اس کے کفر وارتداد کا حکم نہ کیا جائے گا۔ بلکہ پہلے اس کو تبلیغ کی جائے گی کہ یہ حکم اسلام کے قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت احکام سے ہے۔ اس کا انکار کفر ہے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ اپنے انکار پر قائم رہے تب حکم کفر دیا جائے گا۔ شامی ج ۳ صفحہ ۳۰۹

ضروریاتِ دین میں تاویل نہیں مانی جاتی

واضح ہو کہ تاویل وہاں معتبر ہے جہاں کوئی اشتباہ ہو اور قواعد عربیت وقواعد شریعت میں اس کی واقعی گنجائش ہو یعنی وہ تاویل کتاب وسنت اور اجماع امت کے خلاف نہ ہو۔ اور جو حکم شرعی ایسی دلیل سے ثابت ہو جو کہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلالت ہو اس میں تاویل معتبر نہیں ہے۔ بلکہ ایسے امور میں تاویل کفر ہے ــــ مثلاً کوئی عین نصف النہار کے وقت جبکہ ابر وغبار بھی نہ ہو اور دھوپ نکل رہی ہو یہ کہے کہ اس وقت دن نہیں بلکہ رات ہے کیونکہ ممکن ہے آسمان پر کوئی بجلی کوند رہی ہو اور یہ روشنی اسی کی ہو جسے لوگ دھوپ سمجھ رہے ہیں تو کیا کوئی عاقل اس تاویل کو تاویل کہے گا؟ بلکہ یہ ہی کہا جائے گا کہ یہ محسوس اور مشاہدہ کا انکار کر رہا ہے۔ لہٰذا ضروریات دین میں ایسی تاویلیں معتبر نہیں ہوں گی۔ کیونکہ اگر اس طرح کی تاویلیں معتبر مان لی جائیں تو پھر تو سب کو مسلمان ہی کہنا پڑے گا کیونکہ منکرین توحید ورسالت دہریہ تک بھی کسی دلیل وتاویل کے سہارے ہی اسلام کی ضروری باتوں کا انکار کرتے ہیں۔

فتویٔ تکفیر میں احتیاط نہایت ضروری ہے

خوب یاد رکھیے کہ تکفیر میں کبھی عجلت نہیں کرنی چاہیئے۔ اور اس سلسلہ

marfat.com

Marfat.com

میں کامل غور و فکر سے کام لینا چاہیئے۔ اور جب تک کسی کا کفر واقعی طور پر ثابت نہ ہو جائے تکفیر نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ معاملہ بڑا سخت ہے اور فتویٰ تکفیر سے پوری ملت اسلامی متاثر ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کسی امر کا کفر ہونا واقعی ثابت ہو جائے تو ایسی صورت میں تکفیر نہ کرنا یا تاویلات فاسدہ سے کام لینا یہ بھی جائز نہیں ہے کیونکہ کسی کافر کو مسلمان کہہ دینا یا کسی کلمہ کفر کو اسلام قرار دے دینا محض ایک لفظی سخاوت نہیں ہے۔ بلکہ ملتِ اسلامیہ پر عظیم ظلم ہے کیونکہ اس کے نتائج و عواقب ملت کے لئے بڑے عظیم خطرات کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں اور کفر و اسلام ایک بے معنیٰ سی حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اگر کسی کے کلام میں ۹۹ وجوہ کفر کے ہوں

چنانچہ حضرات فقہائے کرام نے اس معاملے میں اس درجہ احتیاط کا حکم دیا ہے کہ اگر کسی شخص سے کوئی مشتبہ کلام سرزد ہو جائے جس میں سو احتمال میں سے ۹۹ احتمالات مضمون کفر ہونے کے ہوں اور ایک احتمال عبارت میں اس کا بھی ہو کہ اس کے کوئی صحیح و جائز معنیٰ بن سکیں تو مفتی پر لازم ہے کہ ننانوے احتمالات کو چھوڑ کر اسی ایک احتمال کی طرف مائل ہو اور تکفیر نہ کرے لیکن یاد رہے کہ یہ احتیاط اسی صورت میں ہے جبکہ واقعی اس عبارت کے ایک صحیح و جائز معنیٰ بن سکیں۔ اور قائل بھی خود اپنے کسی قول و فعل سے اس کی تصریح نہ کر دے کہ اس کی مراد وہی معنیٰ ہیں جن سے کفر عائد ہوتا ہے۔ ورنہ اگر صحیح و جائز معنیٰ نہ بن سکیں تو وہ کلمہ کفر قرار پائے گا اور اگر قائل خود ہی یہ تصریح کر دے۔ میری مراد یہی معنیٰ کفری ہیں تو پھر اس کی تکفیر کی جائے گی۔ (شامی)

نفاقِ حقیقی کی تعریف

نفاقِ اصلی و حقیقی جس کو نفاقِ اعتقادی بھی کہتے ہیں۔ وہ تو یہ ہے کہ زبان سے تو اسلام کا اظہار ہو اور دل میں کفر کو چھپایا جائے۔ یعنی آدمی دل سے تو اسلام کو قبول نہ کرے۔ بلکہ دل سے اس کا منکر اور مخالف ہو لیکن کسی مصلحت سے اپنے کو مومن ظاہر کرتا ہو۔ جیسا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عبداللہ بن ابی وغیرہ مشہور منافقین کا حال تھا۔ کہ یہ لوگ بظاہر کلمہ پڑھتے تھے اور نماز و روزہ کی پابندی بھی کرتے تھے مگر دل سے اسلام کے منکر اور دین کے دشمن تھے۔ یہ نفاق ایمان و عقیدے کا نفاق ہے جو کفر کی بدترین قسم ہے اور اسی کے بارہ میں قرآن حکیم نے اعلان کیا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۱) اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ — منافق ہی فاسق ہیں (یعنی دین سے خارج ہیں)

(۲) اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۔ — تحقیق منافق جہنم کے بدترین گوشہ میں ڈالے جائیں گے۔

نفاقِ عملی دوسری قسم نفاق عملی ہے جس کا تعلق ایمان وعقیدہ سے نہیں بلکہ کردار سے ہوتا ہے یعنی منافق عملی وہ ہے جس کے ایمان وعقیدہ میں تو خرابی نہیں ہوتی مگر سیرت وکردار میں نفاق ہوتا ہے اور وہ منافقوں کی سی عادتیں اور خصلتیں اپنے اندر رکھتا ہے اور ایک مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ کفروشرک اور اعتقادی نفاق کی نجاست سے بچے اسی طرح یہ بھی لازم ہے کہ منافقانہ سیرت اور منافقانہ اعمال واخلاق کی گندگی سے بھی اپنے کو محفوظ رکھے۔ نفاقِ عملی معصیت اور گناہ کبیرہ ہے۔

بعض منافقانہ اعمال وافعال کچھ بری عادتیں اور خصلتیں ایسی ہیں جن کو منافقین کے ساتھ خاص نسبت اور مناسبت ہے۔ اسلام چونکہ سچائی امانت، دیانت، ایفائے عہد اور حق پسندی ایسے اعمالِ حسنہ اختیار کرنے کی تاکید کرتا ہے۔ اس لئے کتاب وسنت میں منافقانہ اعمال وکردار کا بیان ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

۱۔ جہاد یعنی اقامتِ دین کی جدوجہد کو فتنہ کہہ کر گریز کرنا۔ (۲) اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے میں کراہت کرنا۔ صراطِ مستقیم پر چلنے سے روکنا اور باطل کی راہوں پر چلنے کا مشورہ دینا۔ (۳) نماز کی ادائیگی میں تساہل برتنا (۴) دین کے دشمنوں سے مل کر سازشیں کرنا (۵) عہد وپیمان کو توڑ دینا (۶) جھوٹے وعدے کرنا (۷) جھوٹی قسمیں کھانا (۸) دین کے دشمنوں سے دوستی اور رابطہ قائم رکھنا وغیرہ۔ الا سب کو نفاق آلود عادات وخصائل قرار دیا گیا۔ اسی طرح احادیث میں نفاقِ عملی سے بچنے کے لئے متعدد امور کی نشاندہی کی گئی ہے ——— بخاری شریف کی حدیث میں حضور نے خصائص نفاق میں سے چار کا ذکر فرمایا۔ خیانت۔ جھوٹ۔ عہد شکنی۔ بدزبانی اور ارشاد فرمایا کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی ایک خصلت ہو۔ اس کو سمجھنا چاہیئے کہ اس میں ایک منافقانہ خصلت ہے اور جس میں چاروں ہوں وہ اپنی سیرت میں خالص منافق عملی ہے۔

marfat.com

Marfat.com

(۱) جھوٹ میں شہادت داخل ہے۔ جو حق جاننے کے بعد اس کے خلاف کہی جائے اور سنی ہوئی بات بغیر تحقیق کے اس طرح روایت کر دی جائے جیسے وہ تحقیق شدہ ہے۔

(۲) دوسری علامت نفاق "خیانت" ہے اس سلسلہ میں ملحوظ رہنا چاہیئے کہ امانت میں ہر وہ چیز داخل ہے جو کسی مالک کی جانب سے کسی اور کے قبض و اختیار میں بغرض حفاظت دی جائے اور وہ باوجود اس پر اختیار رکھنے کے مالک کے منشا کے خلاف یا اس کی اجازت کے بغیر استعمال کا کوئی حق نہ رکھتا ہو پس جس طرح انسان ایک دوسرے کے پاس امانتیں رکھتے ہیں۔ اس طرح کچھ امانتیں اللہ نے بھی بندوں کے پاس رکھی ہیں اور یہ مال و دولت، یہ عقل و فہم یہ جسمانی قوت و اختیار وغیرہ یہ سب اللہ ہی کی تو ملکیت ہیں جنہیں اس نے بندوں کے پاس رکھا ہے اور وہ تمام صورتیں متعین کر دی ہیں۔ جن میں ان امانتوں کا استعمال جائز یا ناجائز ہو سکتا ہے۔

بالخصوص مومنین سے تو اللہ تعالےٰ نے ان کے جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے اس رُو سے اللہ ہی ان کی دولت و عقل و فہم کا مالک ہے۔ پس جس طرح دنیاوی معاملات میں امانت رکھنے والا امانت رکھی ہوئی شئے کو مالک کے منشار کے خلاف استعمال کر کے خائن بن سکتا ہے۔ اسی طرح ایک مومن اپنے مال، عقل و فہم، صلاحیت و اختیار کو مالک کے منشار کے خلاف استعمال کرنے کے خائنین کی فہرست میں داخل ہو سکتا ہے۔ غرضیکہ خیانت کا مفہوم بہت وسیع ہے مال میں خیانت ہو یا کسی کے راز کو افشا کر دیا جائے یا کسی عہدہ اور منصب پر فائز ہو کر ظلم کیا جائے یہ سب خیانت کی صورتیں ہیں۔

تیسری علامت عہد شکنی ہے۔ اس کے متعلق دو قول ہیں۔ اوّل یہ کہ مکروہ تحریمہ ہے۔ دوم یہ کہ مکروہ تنزیہی ہے کما قال النوری۔ لیکن حدیث ترمذی میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے اپنے مسلمان بھائی سے اس نیت کے ساتھ وعدہ کیا کہ اس کو پورا کرے گا پھر پورا نہ کر سکا تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔ اس حدیث کی روشنی میں مسئلہ یہ ہوا۔ وعدہ کرتے وقت عہد شکنی کا عزم ہو تو یہ ممنوع ہے لیکن صدق دل کے ساتھ وعدہ کیا جائے اور اس عزم کے ساتھ عہد کیا جائے کہ پورا کروں گا۔ پھر غفلت یا بھول یا کسی مانع کی وجہ سے پورا نہ کر سکا تو امید ہے کہ مواخذہ نہ ہو گا۔

marfat.com
Marfat.com

چوتھی بدزبانی ہے۔ پھر بدزبانی بھی مومن کے ساتھ ہو۔ تو اس کی قباحت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ جہاں مسلمان بھائی کو دیکھ کر مسکرا دینا عبادت ہو وہاں اسکے ساتھ بدزبانی سے پیش آکر اس کا دل دکھانا اس کی برائی کا کیا ٹھکانہ ہے۔

راہ خدا میں جہاد ایک اور حدیث میں فرمایا:۔

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزُ وَلَمْ يُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰى شُعْبَةٍ مِنَ النِّفَاقِ (رواہ مسلم)

جو شخص اس حال میں مرا کہ نہ تو اس نے جہاد کیا اور نہ کبھی جہاد کی تجویزیں سوچیں اور تمنا کی تو وہ نفاق کی ایک صفت پر مرا۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے ایمان کے دعویٰ کے باوجود نہ تو جہاد کیا اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کا شوق اور اس کی تمنا پیدا ہوئی تو یہ منافق کی زندگی ہے اور جو اس حال میں مر گیا تو نفاق کی ایک صفت کے ساتھ دنیا سے گیا۔

نماز میں سستی ایک اور حدیث میں فرمایا۔

تِلْكَ صَلٰوةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتّٰى إِذَا اصْفَرَّتْ وَكَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيِ الشَّيْطَانِ قَامَ فَنَقَرَ أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللّٰهَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا۔ (رواہ مسلم)

یہ تو منافق کی سی نماز ہے کہ بے پروائی سے بیٹھا آفتاب کو دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ زرد ہو گیا اور اس کے غروب کا وقت قریب ہو گیا تو نماز کے لئے کھڑا ہو گیا اور چڑیا کی طرح چار چونچیں مار کر نماز ختم کر دی۔ اور اللہ کا ذکر بھی اس میں بہت کم کیا۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا کہ مومن کی شان تو یہ ہے کہ شوق کی بے چینی سے نماز کے وقت کا منتظر رہے اور جب وقت آئے تو خوشی اور مستعدی سے نماز کے لئے کھڑا ہو۔ اور یہ سمجھتے ہوئے کہ اس وقت مجھے مالک الملک کے حضور حاضری نصیب ہے پورے اطمینان اور خشوع کے ساتھ نماز ادا کرے۔ قیام و قعود، رکوع و سجود میں خوب خوب اللہ تعالیٰ کو یاد کرے اور

marfat.com

Marfat.com

اس سے اپنے دل کو شاد کرے یہ تو ہے مومن کے نماز پڑھنے کی شان ـــــ لیکن منافق کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہ نماز کو بوجھ سمجھتا ہے۔ وقت آجانے پر بھی ٹالنے کی کوشش کرتا ہے مثلاً عصر کی نماز کے لئے اس وقت اٹھتا ہے جب کہ سورج بالکل ڈوبنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ اور پھر جلدی جلدی چڑیا کی طرح چار چونچیں مار کر نماز پوری کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی بس برائے نام ہی کرتا ہے۔ پس یہ نماز منافق کی نماز ہے۔ جو کوئی مسلمان اس سستی، کاہلی سے نماز ادا کرتا ہے تو اس کو سمجھ لینا چاہیئے کہ اس نے مومنوں والی نہیں بلکہ منافقوں والی نماز پڑھی ہے۔

عبادت کے معنیٰ

عبادت کے معنیٰ انتہا درجہ تذلل اور غایت خضوع کے ہیں۔ یعنی انسان اپنے آپ کو کسی کے سامنے ذلت و پستی کے اس آخری درجے میں سمجھے کہ جس کے بعد عاجزی اور ذلت کا کوئی درجہ ہی نہ ہو۔ اس قسم کی عاجزی کرنے والا عابد ہے اور ایسی عاجزی عبادت ہے۔ عبادت کا تعلق نہ تو مافوق الاسباب امور سے ہے اور غائبانہ ندا سے ہے بلکہ اس کا تعلق محض اعتقاد سے ہے اور ظاہر ہے ایسی عاجزی اور ایسی ذلت و پستی کا اظہار اسی ہستی کے لئے کیا جا سکتا ہے جس کے متعلق صفات مستقلہ کا اعتقاد رکھا جائے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات ذاتی ہیں (خود بخود اس میں موجود ہیں کسی نے اس کو کوئی صفت نہیں دی) اور یہ صفات ذاتیہ استحقاق عبادت کا مناط ہے۔ خواہ وہ علم ہو یا قدرت تصرف ہو یا خالقیت، ان کا ذاتی اور مستقل ہونا ضروری ہے۔ ورنہ افراد ممکنات کا مستحق عبادت ہونا لازم آئے گا۔ کیونکہ عطائی غیر مستقل حادث صفات" افراد مخلوقات میں پائی جاتی ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ عبادت کے لئے صفات مستقلہ لازم ہیں۔ اور صفات مستقلہ کے لئے استحقاق عبادت لازم ہے۔ کسی کو مستحق عبادت کہنا اس کے لئے استقلال ذاتی کو ثابت کرنا ہے اور کسی کو مستقل بالذات ماننا مستحق عبادت قرار دینا ہے۔

عبادت و تعظیم میں فرق

یہیں سے عبادت و تعظیم میں فرق معلوم ہو گیا۔ عبادت میں تعظیم بھی ہوتی ہے اور جس کی تعظیم کی جائے اس کی الوہیت اس کے واجب الوجود اور مستحق عبادت ہونے کا اعتقاد بھی ہوتا ہے۔ اور تعظیم میں یہ اعتقاد نہیں ہوتا۔ یعنی ہر عبادت تعظیم ہے مگر ہر تعظیم عبادت نہیں۔ لہٰذا غیر اللہ کی عبادت شرک ہے۔ تعظیم شرک نہیں بلکہ جائز بلکہ بعض کی تعظیم فرض عین ہے۔ مثلاً قرآن پاک کی، انبیاء کرام علیہم السلام و ملائکہ

marfat.com
Marfat.com

کی تعظیم و توقیر اور بعض کی تعظیم واجب ہے مثلاً والدین کی۔ بعض لوگ تعظیم و عبادت میں فرق نہیں کرتے یا ان کے معنیٰ و مفہوم سے جاہل ہیں جہاں وہ غیر اللہ کی تعظیم ہوتی دیکھتے ہیں جھٹ شرک کا فتویٰ جڑ دیتے ہیں حالانکہ یہ بات بدیہی ہے کہ تعظیم کی وہی صورت شرک قرار دی جائے گی جس میں معظم کی الوہیت کا اعتقاد ہو۔ اس کے علاوہ تعظیم کی جتنی بھی صورتیں اور شکلیں ہیں ان میں سے بعض ناجائز و حرام تو ہو سکتی ہیں مگر شرک و کفر ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ مثلاً قبر کو سجدہ کرنا اور مقبور کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کا عقیدہ رکھ کر اور اس کے لئے صفاتِ مستقلہ مان کر سجدہ کرنا شرک ہے۔ لیکن اگر یہ اعتقاد نہ ہو اور محض مقبور کی تعظیم کے لئے سجدہ کرے تو یہ ناجائز و حرام ہے مگر شرک نہیں۔ غرضکہ وہ تعظیم جو معظم کی الوہیت و واجب الوجود ہونے کے ساتھ نہ کی جائے اس میں یہ تو ہو سکتا ہے کہ اس تعظیم کی کچھ صورتیں ناجائز و حرام ہوں مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ مذکورہ بالا اعتقاد کے ساتھ جو تعظیم کی جائے وہ شرک قرار پا جائے۔ سجدہ ہی کو لے لیجئے۔ مطلقاً غیر اللہ کو سجدہ کرنا اگر شرک مان لیا جائے تو پھر تو (معاذ اللہ) تمام ملائکہ اور برادرانِ یوسف علیہ السلام بھی شرک قرار پائیں گے۔ کیونکہ قرآن پاک نے یہ تصریح کی ہے کہ ملائکہ نے حضرت آدم کو اور برادرانِ یوسف نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا تھا بلکہ یہ کہنا پڑے گا کہ خود اللہ عز وجل نے شرک کا حکم دیا۔ (معاذ اللہ)

ظاہر ہے کہ ملائکہ کا حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا اور برادرانِ یوسف کا جنابِ یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا، ان کو واجب الوجود جان کر سجدہ کرنا نہ تھا بلکہ اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق سمجھ کر محض تعظیم کے لئے سجدہ تھا۔ جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو تعظیم معظم کی الوہیت اور واجب الوجود ہونے کے عقیدہ کے ساتھ نہ کی جائے وہ شرک ہرگز نہیں ہو سکتی۔

ہم اہلِ سنت و جماعت انبیاء کرام و بزرگانِ عظام کی تعظیم ضرور کرتے ہیں۔ ان سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں مگر انہیں الٰہ نہیں مانتے اور نہ استقلال ذاتی ان کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ اور نہ انہیں مستحق عبادت جانتے ہیں اور نہ واجب الوجود لہٰذا ہم پر محض تعظیم کے جرم میں شرک کا فتویٰ دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے کیونکہ ہم تعظیم کی ان صورتوں کو بھی نہیں اپناتے جو ناجائز و حرام ہیں اور جن کے ناجائز ہونے پر دلائل شرعیہ مل جاتے ہیں جیسے سجدہ تعظیمی ہم اس کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر اللہ کے لئے سجدہ تعظیمی کو بھی

marfat.com

Marfat.com

حرام قرار دیا ہے۔ فافہم

شرک کی تعریف شرک کے معنی ہیں اللہ کے سوا کسی اور کو خدا جاننا یا عبادت کے لائق سمجھنا یا خدا کی صفات جیسی کہ اس کی ہیں کسی اور میں جاننا۔ یعنی اللہ کی تمام صفتیں ازلی۔ ابدی۔ قدیم اور ذاتی ہیں۔ مثلاً اس کا علم ذاتی ہے اس کا ہر کمال ابدی ہے کسی نے اس کو دیا نہیں۔ وہ خود بخود علیم، خبیر، عالم الغیب، قادر اور مختار ہے۔ تو بالکل اسی طرح غیر اللہ میں کسی صفت کو مانا جائے تو یہ یقیناً شرک ہے اور اگر اس طرح نہ مانا جائے تو یہ ہرگز شرک نہیں ہے

شرح عقائد نسفی میں ہے۔

الاشراک هو اثبات الشریک	شرک یہ ہے کہ کسی کو الوہیت میں
فی الالوهیة یعنی واجب الوجود	شریک ثابت کیا جائے یعنی واجب الوجود
کما للمجوس او بمعنی استحقاق	جیسا مجوس کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق
العبادة کما لعبدة الاصنام۔	عبادت جیسا بت پرست کرتے ہیں۔

شرح عقائد

حضرت شیخ محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں "بالجملہ شرک سہ قسم است در وجود و در خالقیت و در عبادت"

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ شرک تین طرح پر ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اللہ کی طرح کسی کو واجب الوجود جانے ——— دوم یہ کہ اور کو اللہ کے سوا خالق جانے ——— سوم یہ کہ غیر خدا کی عبادت کرے (یا اس کو مستحق عبادت سمجھے) (جلد اوّل صفحہ ۱۲)

ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے (۱) واجب الوجود اپنی ذات اور کمالات میں دوسرے سے بالکل بے نیاز اور غنی بالذات صرف اللہ عزوجل ہے اور فقط وہی عبادت کا مستحق ہے اور کوئی نہیں (۲) اب جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود مانے یعنی یہ کہے کہ یہ شخص اپنی ذات اور کمالات میں کسی کا محتاج نہیں ہے یا اللہ کے سوا کسی اور کو عبادت کا مستحق ٹھہرائے وہ یقیناً مشرک ہے جیسے ہندوستان کے آریہ روح اور مادہ کو قدیم مانتے ہیں اور واجب الوجود سمجھتے ہیں یعنی یہ کہتے ہیں۔ کہ روح اور مادہ کی ذات بنانے والے سے بے نیاز ہے یہ مشرک ہیں (۳) اسی طرح اگر

marfat.com
Marfat.com

کسی کے کمالات کو ذاتی مانے۔ اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہو یا قدرت یا حیات یا سمع یا بصر ہو جیسے ستارہ پرستوں کا خیال ہے کہ عالم کے تغیرات کواکب کی تاثیرات سے ہیں اور کواکب ان تاثیرات میں غنی بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں۔ یہ عقیدہ بھی شرک ہے اور ایسے اعتقاد رکھنے والے مشرک ——— اسی طرح اگر کوئی کسی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں پرستش کہتے ہیں۔ یہ بھی شرک ہے جیسے بت پرست بتوں کو مستحق عبادت سمجھتے ہیں۔ اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ یہ مشرک ہیں لیکن جو لوگ اللہ کے عطا کردہ کمالات اس کے بندوں میں مانتے ہیں۔ اور کمالات کو عطاءِ الٰہی جانتے ہیں وہ ہرگز مشرک نہیں، مثلاً کوئی شخص آدمی کو سمیع و بصیر کہے اور یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالےٰ نے اس کو صفت سمع و بصر عطا فرمائی ہے تو وہ مومن اور موحد ہے مشرک نہیں۔ مشرک جب ہوتا جبکہ یہ مانتا کہ آدمی میں سمع و بصر کی صفت ذاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اللہ عزّ وجل کی صفات میں سمیع و بصیر ذکر کیا ہے مگر اس کے باوجود انسان کو بھی سمیع و بصیر قرار دیا ہے۔ فَجَعَلْنٰہُ سَمِیْعًاۢ بَصِیْرًا۔ اور یہ شرک اس لئے نہیں کہ انسان میں جو سمع و بصر ثابت کی گئی ہے وہ عطائی ہے اور خدا میں ذاتی ہے۔ اس قسم کی سینکڑوں مثالیں کتاب و سنت سے دی جا سکتی ہیں، جن کا خلاصہ یہی نکلتا ہے کہ کسی بھی کمال کو جو ممکن للبشر ہے۔ غیر اللہ میں عطائی مانا جائے تو شرک نہیں اور ذاتی مانا جائے تو شرک ہے۔ اگر ذاتی و عطائی کا فرق نہ کیا جائے تو پھر تو انسان ہر بات میں مشرک ہو جائے مثلاً یہ کہے: میں سنتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں۔ میں موجود ہوں۔ غذا نے قوت دی۔ پانی نے پیاس بجھائی۔ آگ نے جلا دیا۔ سردی نے نقصان پہنچایا۔ دوا نے فائدہ دیا۔ یہ سب باتیں شرک ہو جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں تو وہ اس عقیدے کے ساتھ کہتا ہے کہ دیکھنے کی قوت مجھ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے خود بخود نہیں ہے۔ جب ایک مسلمان یہ کہتا ہے کہ دوا نے شفا دی تو اس عقیدہ کے ساتھ کہتا ہے کہ دوا میں شفا دینے کی طاقت اور تاثیر اللہ تعالےٰ نے پیدا کی ہے۔ اگر خدا نہ چاہے تو نہ میں دیکھ سکوں اور نہ دوا اپنا اثر دکھا سکے۔

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کمال کو غیر اللہ میں اگر ذاتی مانا جائے تو وہ شرک ہے اور اگر وہ عطائی طور پر مانا جائے تو وہ ہرگز شرک نہیں ہے جو شخص عطائی کمال کو غیر اللہ میں ماننے کو شرک کہتا ہے وہ جاہل ہے

marfat.com

Marfat.com

اور اگر جان بوجھ کر کہتا ہے تو خود کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے عطائی کمال ماننے والے کو مشرک کہہ کر یہ ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات اور صفات عطائی ہیں اور وہ مستغنی اور بے نیاز نہیں ہے

ظلم کے معنیٰ

(۱) ظلم کا لفظ نہایت معنی خیز ہے۔ یہ لفظ قرآن حکیم میں بھی متعدد معنے میں استعمال ہوا ہے۔ حتیٰ کہ کفر و عصیان کے معنیٰ میں بھی آیا ہے لیکن ہر گناہ ایسا نہیں جس کے ارتکاب سے آدمی کافر ہو جائے تاوقتیکہ کفر و شرک ایسے گناہ کو اختیار نہ کرے۔ تو اسی طرح ظلم کا لفظ بھی متعدد معنے میں استعمال ہوتا ہے۔ عام گناہوں کو بھی ظلم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور کفر و شرک پر بھی ظلم کا لفظ بولا جاتا ہے۔ (۲) لَمْ یَلْبِسُوْا (لَبْسٌ) کے معنیٰ (اختلاط) ملانے کے ہیں۔ تو جب یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی کہ وہی لوگ امن میں ہیں جو اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کو نہیں ملاتے تو صحابہ کرام نے اس کو عموم پر محمول کیا اور کہنے لگے ہم میں کون ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ اس سے گناہ نہیں ہوا۔ اس پر دوسری آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا۔ آیہ مبارکہ میں ظلم سے مراد عام گناہ نہیں ہے بلکہ ظلم سے مراد شرک ہے تو اب اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ امن میں وہی لوگ ہیں جو ایمان لا کر شرک و کفر کا ارتکاب نہیں کرتے۔

جہادِ اسلامی

اپنی تمام جسمانی و مالی اور فکری قوتوں کو اسلام کی سربلندی، حق کی اشاعت و حمایت اور مظلوموں کی دادرسی کے لیے صرف کر دینے کا نام جہاد ہے۔ اور یہ اسلام کا ایک اہم فریضہ اور بہت بڑی عبادت ہے۔

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم جس تعلیم اور شریعت کو لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ وہ محض نظریہ اور فلسفہ نہیں بلکہ عمل اور سراپا عمل ہے۔ اس میں نجات کا استحقاق، رہبانیت اور گوشہ نشینی پر موقوف نہیں بلکہ توحید و رسالت، کتبِ الٰہی، ملائکہ، قیامت اور جزا و سزا غرضیکہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان و اعتقاد کے بعد

marfat.com
Marfat.com

حق کی بلندی اور اس کی حمایت وحفاظت کے لیے ہر قسم کی جدوجہد اور قربانی وایثار پر مبنی ہے۔

مسلمانوں کا دینی وملّی فرض ہے کہ اللہ عزوجل کی طرف سے انہیں جو فکری، عملی، مالی اور جسمانی قوتیں مرحمت ہوئی ہیں۔ انہیں حق کے مخالفوں اور دشمنوں کی کوششوں کو توڑنے، ان کی تدبیروں کو رائیگاں کرنے، ان کے حملوں کو روکنے کے لیے وقف کردیں۔ غریبوں، مظلوموں اور زیردستوں کی امداد ونصرت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیں اور اقامتِ عدل اور ردِّ ظلم کے لیے تیار ومستعد رہیں۔

سورۃ نساء کی آیت نمبر ۷۵ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۝

اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں اور بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے واسطے جو کفار کے (ظلم وستم سے تنگ آکر) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے رب ہمارے ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دیدے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دیدے۔

واقعہ یہ تھا کہ مکہ معظمہ میں کچھ مرد اور عورتیں اور بچے ایسے تھے جو اسلام قبول کرچکے تھے۔ مگر کفارِ مکہ نے ان کا ناک میں دم کررکھا تھا۔ نہ وہ ہجرت کرسکتے تھے اور نہ انہیں امن وسلامتی میسّر تھی۔ کفار ومشرکین انہیں طرح طرح کی ایذائیں دیتے تھے۔ حتیٰ کہ عورتوں اور بچوں پر بے رحمانہ مظالم توڑ رہے تھے۔ وہ خدا نا ترسوں کے مظالم برداشت کرتے اور بارگاہِ خداوندی میں دعائیں مانگتے کہ اے غریبوں کے فریادرس اور بے کسوں کے حامی ہم ناتوانوں پر رحم فرما اور ہمیں ان ظالموں کے چنگل سے نجات عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی دعا کو قبول فرمایا۔ پھر وہ دن آیا۔ جب نبیٔ رحمت حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح

marfat.com

Marfat.com

فرمایا اور ان مظلوموں نے آزادی کا سانس لیا۔ ظلم و عدوان کی فضا عدل و انصاف سے بدل گئی اور مغروروں، متکبروں اور ظالموں کی گردنیں خم ہوگئیں۔

مفسرین نے فرمایا۔ اس آیت میں مالکم استفہامِ تحریض کے لیے ہے یعنی اس آیت میں مسلمانوں کو اپنے مظلوم بھائیوں اور بہنوں کی نصرت و امداد کی ترغیب دی گئی ہے اور یہ حکم آج بھی باقی ہے۔ یعنی اگر آج بھی کسی خطۂ زمین پر مسلمان خدا ناترس کے ظلم و ستم کا نشانہ بن جائیں۔ ان کی عزت و ناموس اور آزادی کو خطرہ لاحق ہو جائے اور ظالم و سرکش قوتیں انھیں اپنا غلام بنانے کے لیے سازشوں کے جال بچھا دیں تو ایسی صورت میں مسلمانوں کا یہ دینی و مذہبی اور اخلاقی فرض ہے کہ وہ ہر طرح سے ان مجبور و مظلوم مسلمانوں کی امداد و اعانت کے لیے عملی قدم اٹھائیں۔ قرآنِ مجید کی یہ آیت آج بھی مسلمانانِ عالم کو اپنے فرض کی یاد دہانی کرا رہی ہے۔ آج بھی دنیا کے مختلف حصوں میں مسلمان ظلم و عدوان کا نشانہ بنے ہوئے ہیں۔ سرکش اور ظالم قوتیں انھیں اپنا غلام بنانے پر تلی ہوئی ہیں۔

اس موقع پر مذکورہ بالا آیتِ قرآنی مسلمانانِ عالم کو اپنے فریضہ کی ادائگی کی طرف متوجہ کر رہی ہے۔ ہمارا یہ دینی و ملی فرض ہے کہ مجبور و مظلوم مسلمانوں کی امداد و اعانت کریں۔ یاد رکھیے حق و صداقت کی حمایت کے لیے جان جیسی چیز کو قربان کر دینا بھی جہاد ہے اور مظلوموں اور مجبوروں کی ہر قسم کی ضرورت کو پورا کرنا بھی جہاد ہے۔ میدانِ جنگ میں ذاتی اور جسمانی شرکت ہر شخص کے لیے ممکن نہیں ہے۔ مگر مالی شرکت ہر ایک کے لیے آسان ہے اور قرآنِ مجید کی بکثرت وہ آیات جن میں جہاد کی تاکید کی گئی ہے۔ ان میں سے ہر ایک موقع پر جان کے جہاد پر مال کے جہاد کو تقدم بخشا گیا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

نماز عبادت کا گوہر شاداب

نماز کی فرضیت و اہمیت کتاب و سنت کی روشنی میں

اسلام کی ضروری باتوں پر ایمان لانے کے بعد تمام فرائض میں سب سے اہم و اعظم نماز ہے۔ قرآن وحدیث میں جا بجا نماز کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اور تارکین نماز پر سخت و شدید وعیدیں آئی ہیں۔

نماز کی اہمیت و فرضیت کا یہ پہلو بہت ہی عظیم وجلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو سب احکام زمین پر بھیجے۔ مگر جب نماز فرض کرنی منظور ہوئی تو اپنے حبیب کو اپنے حضور بُلا کر اسے فرض کیا اور شبِ معراج یہ تحفہ عطا فرمایا۔

نماز قرآنِ مجید کی روشنی میں

۱۔ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرَّاکِعِیْنَ نماز قائم کرو اور زکاۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ نماز پڑھو یعنی مسلمانوں کے ساتھ کہ رکوع ہماری ہی شریعت میں ہے یا باجماعت ادا کرو۔

۲۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ

یہ کتاب پرہیزگاروں کو ہدایت ہے جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز قائم رکھتے اور ہم نے جو دیا اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

۳۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ۔
تمام نمازوں خصوصاً بیچ والی نماز (عصر) کی محافظت رکھو اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو۔
۴۔ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ نماز شاق ہے مگر خشوع کرنے والوں پر۔
۵۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ
خرابی اُن نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔
۶۔ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا
اُن کے بعد کچھ ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نمازیں ضائع کر دیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا۔ عنقریب انھیں سخت عذاب طویل و شدید سے ملنا ہوگا۔

نماز حدیثِ رسول کی روشنی میں

۱۔ صحیح بخاری میں ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکاۃ دینا اور حج کرنا اور ماہِ رمضان کا روزہ رکھنا۔

امام احمد و ترمذی و ابنِ ماجہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ وہ عمل ارشاد ہو کہ مجھے جنّت میں لے جائے اور جہنّم سے بچائے۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کی عبادت

marfat.com
Marfat.com

کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور نماز قائم رکھ اور زکاۃ دے اور رمضان کا روزہ رکھ اور بیت اللہ کا حج کر اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ اسلام کا ستون نماز ہے۔

۳۔ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جو ان کے درمیان ہوں۔ جب کہ کبائر سے بچا جائے۔

۴۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ بتاؤ تو کسی کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے۔ کیا اس کے بدن پر میل رہ جائے گی۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے سبب خطاؤں کو محو فرما دیتا ہے۔

۵۔ صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب سے ایک گناہ صادر ہوا۔ حاضر ہو کر عرض کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰی لِلذّٰكِرِیْنَ ؕ

نماز قائم کر دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے۔

انھوں نے عرض کی یارسول اللہ کیا یہ خاص میرے لیے ہے۔ فرمایا میری سب امت کے لیے۔

۶۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ اعمال میں اللہ

marfat.com

Marfat.com

کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کیا ہے۔ فرمایا وقت کے اندر نماز۔ میں نے عرض کی۔ پھر کیا فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کی۔ پھر کیا۔ فرمایا۔ راہِ خدا میں جہاد۔

۷۔ بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک صاحب نے عرض کی۔ یارسول اللہ اسلام میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ وقت میں نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑدی۔ اس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔

۸۔ ابوداؤد نے بطریق عمرو بن شیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ حضور نے فرمایا جب تمہارے بچے سات برس کے ہوں تو انھیں نماز کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو مار کر پڑھاؤ۔

۹۔ امام احمد روایت کرتے ہیں کہ ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم جاڑوں میں تشریف لے گئے۔ پت جھاڑ کا زمانہ تھا۔ دو ٹہنیاں پکڑ لیں۔ پتے گرنے لگے۔ فرمایا۔ اے ابوذر۔ میں نے عرض کی۔ لبیک یارسول اللہ فرمایا۔ مسلمان بندہ اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گرتے ہیں۔ جیسے اس درخت سے یہ پتے۔

۱۰۔ صحیح مسلم شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ حضور نے فرمایا۔ جو شخص اپنے گھر میں طہارت (وضو وغسل) کرے۔ فرض ادا کرنے کے لیے مسجد کو جاتا ہے تو ایک قدم پر ایک گناہ محو ہوتا دوسرے پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

۱۱۔ امام احمد زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے لیے جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کے پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دیے جاتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں اور حور عین اس کا استقبال کرتی ہیں۔ جب تک نہ تاک سُنکے نہ کھڑکا رہے۔

۱۳۔ طبرانی اوسط میں اور ضیائے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا۔ سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائیگا۔ اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور یہ بگڑی تو سبھی بگڑے اور ایک روایت میں کہ وہ خائب و خاسر ہوا۔

۱۴۔ امام احمد و ابو داؤد و نسائی و ابن ماجہ کی روایت تمیم داری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یوں ہے۔ اگر نماز پوری کی ہے تو پوری لکھی جائے گی اور پوری نہیں کی (یعنی اس میں نقصان ہے) تو ملٰئکہ سے فرمائے گا دیکھو میرے بندہ کے نوافل ہوں تو ان سے فرض پورے کر دو۔ پھر زکاۃ کا اسی طرح حساب ہوگا۔ پھر بعد میں باقی اعمال کا۔

۱۵۔ ابو داؤد و ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا (جو مسلمان جہنّم میں جائے گا (العیاذ باللہ تعالےٰ) اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی سوا اعضائے سجود کے۔ اللہ تعالےٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کر دیا ہے۔

۱۶۔ طبرانی اوسط میں راوی ہے کہ حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بندہ کی یہ حالت سب سے زیادہ پسند ہے کہ اسے سجدہ کرتا دیکھے کہ اپنا منہ خاک پر رگڑ رہا ہے

۱۷۔ طبرانی اوسط میں انس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا کوئی صبح و شام نہیں مگر زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے۔ آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکرِ الٰہی کیا۔ اگر وہ ہاں کہے تو اس کے لیے اس سبب سے اپنے اوپر بزرگی تصور کرتا ہے۔

۱۸۔ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی کہ حضور نے فرمایا۔ جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت

marfat.com
Marfat.com

۱۹- ابوداؤد نے ابو امامہ رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا جو طہارت کر کے اپنے گھر سے فرض نماز کے لیے نکلا۔ اس کا اجر ایسا ہے جیسا حج کرنے والے مُحرِم کا اور جو چاشت کے لیے نکلا اس کا اجر عُمرہ کرنے والے کی مثل ہے اور ایک نماز دوسری نماز تک کہ دونوں کے درمیان میں کوئی لغویات نہ ہو علیین میں لکھی ہوئی ہے یعنی درجہ قبول کو پہنچتی ہے۔

۲۰- امام احمد و نسائی و ابنِ ماجہ نے ابو ایوب انصاری و عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰے عنہما سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا جس نے وضو کیا جیسا حکم ہے اور نماز پڑھی جیسی نماز کا حکم ہے تو جو کچھ پہلے کیا ہے معاف ہو گیا۔

۲۱- امام احمد ابوذر رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو اللہ کے لیے ایک سجدہ کرتا ہے اس کے لیے ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے اور ایک درجہ بلند کرتا ہے۔

۲۲- کنز العمال میں ہے کہ حضور نے فرمایا جو تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے کہ اللہ اور فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے اس کے لیے جہنم سے برأت لکھ دی جاتی ہے

۲۳- منیۃ المصلی میں ہے کہ ارشاد فرمایا ہر شے کے لیے ایک علامت ہوتی ہے ایمان کی علامت نماز ہے۔

۲۴- منیۃ المصلے میں ہے فرمایا نماز دین کا ستون ہے جس نے اسے قائم رکھا دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا۔ دین کو ڈھا دیا۔

۲۵- امام احمد و ابوداؤد عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰے عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا۔ پانچ نمازیں اللہ تعالٰے نے بندوں پر فرض کیں۔ جس نے اچھی طرح وضو کیا اور وقت میں پڑھیں اور رکوع و خشوع کو پورا کیا تو اس کے لیے اللہ تعالٰے نے اپنے ذمۂ کرم پر عہد کر لیا ہے کہ اُسے بخش دے اور جس نے

marfat.com
Marfat.com

رز کیا اس کے لیے عہد نہیں چاہے بخش دے چاہے عذاب کرے۔

۲۶- حاکم نے اپنی تاریخ میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کی حضور فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اگر وقت میں نماز قائم رکھے تو میرے بندہ کا میرے ذمہ کرم پر عہد ہے کہ اُسے عذاب نہ دوں اور بے حساب جنّت میں داخل کروں۔

۲۷- دیلمی ابوسعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے کوئی ایسی چیز فرض نہ کی جو توحید و نماز سے بہتر ہو۔ اگر اس سے بہتر کوئی چیز ہوتی تو وہ ضرور ملئکہ پر فرض کرتا۔ اُن میں کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں۔

۲۸- ابو داؤد طیالسی ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے راوی کہ حضور نے فرمایا جو بندہ نماز پڑھ کر اس جگہ جب تک بیٹھا رہتا ہے فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اس وقت تک کہ بے وضو ہو جائے یا اُٹھ کھڑا ہو۔ ملئکہ کا استغفار اس کے لیے یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْہُ اَللّٰھُمَّ تُبْ عَلَیْہِ

اے اللہ تو اس کو بخش دے۔ اے اللہ تو اس پر رحم کر۔ اے اللہ تو اس کی توبہ قبول کر۔

عبرت | تیس سال کے طویل عرصہ میں چشمِ تحیّر نے کیا کیا نقشے اُبھرتے، بنتے اور بگڑتے دیکھے۔ اس طویل دَور میں یہی ہوا اور شاید ایسا ہی ہوتا رہے۔ وقت کی گردش کبھی نہیں رُکتی۔ چشمِ ہستی کو رونا پڑتا ہے اور مسکراتے ہونٹوں سے تبسّم چھن جاتا ہے۔ شاخِ گُل سے خون ٹپکتا ہے۔ تریاق زہر بن جاتا ہے۔ نشیب و فراز، کمال و زوال کے مناظر بہرحال بہرصورت ہم روز دیکھتے ہیں۔ ان کی نوعیت و کیفیت اور اسباب و علل سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ مگر عبرت حاصل نہیں کرتے۔

marfat.com

Marfat.com

اسلامی معاشرہ میں

نظامِ زکوٰۃ و عُشر کی افادیت و اہمیت

نظامِ زکوٰۃ و عُشر کی اہمیت و افادیت اور اس کا خالص دینی فریضہ ہونا محتاجِ بیان نہیں ہے۔ جیسے نماز روزہ اور حج ارکانِ اسلام سے ہیں۔ ایسے ہی زکوٰۃ بھی اسلام کا ایک عظیم و جلیل رکن ہے۔ قرآن مجید میں تقریباً ۳۲ مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی فرضیت اور اس کی ادائیگی کا ذکر آتا ہے۔ صحیفۂ وحی میں نماز کے ساتھ جو فریضہ سب سے اہم نظر آتا ہے وہ زکوٰۃ ہی ہے۔ ارشادِ باری ہے :-

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (مزمل)

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو،

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز و نظام زکوٰۃ و عشر کی اہمیت کے اظہار کے لیے اسلام کے شرائطِ بیعت میں بھی اسے داخل فرمایا۔ ۵ھ میں وفد عبدالقیس نے آستانۂ نبوت پر حاضر ہو کر اسلام کی تعلیمات دریافت کیں تو آپ نے اعمال میں پہلے نماز اور پھر زکوٰۃ کو جگہ دی۔ حضرت جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں :-

بَایَعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِقَامَۃِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالنصح لِکُلِّ مُسْلِمٍ (بخاری)

میں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے تین باتوں پر بیعت کی، نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور ہر مسلمان کی خیر خواہی چاہنا۔

marfat.com
Marfat.com

اسلام کی تنظیمی زندگی دو بنیادوں پر قائم ہے۔ ایک روحانی دوسری مادی۔ اسلام کا روحانی نظام نماز سے قائم ہوتا ہے جو مسجد میں با جماعت ادا کی جائے اور مادی نظام زکوٰۃ و عشر سے بروئے کار آتا ہے جو بیت المال میں جمع ہو کر مستحقین میں تقسیم ہو۔ جیسے نماز کا آغاز اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا اور مدینہ میں آکر تکمیل کو پہنچا۔ ایسے ہی زکوٰۃ یعنی مطلق صدقات و خیرات کی ترغیب ابتداءِ اسلام سے ہی ہوئی۔ لیکن اس کا پورا نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہوا۔ رمضان ۸ھ میں فتح مکہ نے جب تمام عرب کو ایک رشتہ میں منسلک کر دیا تو اس وقت سورۃ توبہ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ

(توبہ - ۱۳)

اے رسولِ محترم ان کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کرو اور اس کے ذریعے ان کو پاک و صاف کرو۔

اجتماعیت ایک فطری چیز ہے اور اجتماعیت کے فوائد و ثمرات اور برکات و حسنات بھی بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ اس لیے دینِ اسلام میں نظامِ زکوٰۃ و عُشر اور صلوٰۃ کو اجتماعی حیثیت میں ادا کرنے پر خاص طور پہ زور دیا اور حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نظامِ زکوٰۃ و عُشر کے قوامد و ضوابط مرتب فرما کر اجتماعی طور پر اس کے جمع و خرچ کا انتظام فرمایا۔

انسان کے مالی کاروبار کا معیار عموماً سالانہ آمدنی سے قائم ہوتا ہے۔ اس کے نصاب کا تعین کر کے ہر سال زکوٰۃ کی ادائیگی لازمی قرار دی گئی۔ سونا، چاندی جانور زمین کی پیداوار اور مال تجارت جو دولت کا سرچشمہ ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ شرحیں مقرر کر کے ان کے مصارف کا تعین فرمایا۔

marfat.com

Marfat.com

۹ھ میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ کو یمن کا حاکم اور اسلام کا داعی بنا کر بھیجا تو ان کو یہ ہدایت دی کہ جب لوگ توحید کی دعوت اور فریضہ نماز کی ادائیگی کو قبول کرلیں تو انھیں یہ بھی بتانا

عشر کی ادائیگی کے متعلق سورۃ بقرہ و انعام میں ارشاد ہے۔

(۱) یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْآ اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ کُلُوْا مِنْ ثَمَرِہٖ اِذَا اَثْمَرَ

اے ایمان والو خرچ کیا کرو عمدہ چیزوں سے جو تم نے کمائی ہیں اور اس سے جو پیدا کیا ہے ہم نے تمہارے لیے زمین سے

(۲) وَاٰتُوْا حَقَّہٗ یَوْمَ حَصَادِہٖ وَلَا تُسْرِفُوْا

اور ادا کرو اللہ کا حق جب اس کی فصل کاٹو

اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

فِیْمَا سَقَتِ الْاَنْھَارُ وَالْغَیْمُ الْعُشْرُ وَفِیْمَا سُقِیَ بِالسَّانِیَۃِ نِصْفُ الْعُشْرِ (مسلم)

جو زمین بارش یا چشمہ یا زمین کی نمی یا شبنم سے آپ سے سیراب ہو۔ اس کی کل پیداوار کا دسواں حصہ اور جو زمین پانی خرید کر یا جانور پر لاد کر سیراب کی جائے اس کا بیسواں حصہ زکوٰۃ فرض ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اِفْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ وَتُرَدُّ عَلٰی فُقَرَائِھِمْ (بخاری)

کہ اللہ تعالٰے نے ان کے مال پر صدقہ (زکوٰۃ) فرض کی ہے جو ان کے

marfat.com
Marfat.com

دولت مندوں سے وصول کر کے ان کے غریبوں کو دی جائے گی۔

اس سلسلہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت معاذ کو خصوصی طور پر یہ ہدایت بھی دی کہ زکوٰۃ و عُشر کی جمع و تقسیم کا کام عدل و انصاف اور انتہائی امانت و دیانت کا متقاضی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

فَاِیَّاكَ وَكَرَائِمَ اَمْوَالِهِمْ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ۔

خبردار ان کے اموال میں سے اعلیٰ قسم کے جانور چھانٹ چھانٹ کر وصول کرنے سے احتراز کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہے۔

اگرچہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی اس ہدایت کی روشنی کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ تاہم اس ہدایت سے جو بات نکھر کر سامنے آتی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ و عُشر خالص عبادت ہے اور اس نظام کی انجام دہی میں خلوصِ للّٰہیت وجذبہ رضائے الٰہی کو پیشِ نظر رکھنا عدل و انصاف، دیانت و امانت کے تقاضوں کا بہرحال و بہر صورت لحاظ رکھنا اور اس معاملہ میں ہر قسم کے ذاتی مفادات و تعصّب سے قطعی طور پر پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے اور قرآن و سُنّت میں زکوٰۃ نہ ادا کرنے والوں کے لیے جو سخت و شدید وعیدیں سنائی گئیں، ان کی روشنی میں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ جیسے زکوٰۃ و عُشر کی عدم ادائیگی گناہِ کبیرہ ہے۔ ایسے ہی تقسیمِ زکوٰۃ و عُشر کے معاملہ میں خیانت، ناجائز کنبہ پروری، ذاتی مفاد اور دنیاوی منفعت سے کام لینا بھی سخت و شدید گناہِ کبیرہ ہے۔

حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے غریبوں کی دستگیری، مسکینوں کی

marfat.com
Marfat.com

سرپرستی، مسافروں کی امداد، یتیموں کی خبر گیری، بیواؤں کی نصرت و اعانت کے لیے خود اپنی حیاتِ اقدس میں زکوٰۃ و عشر کی جمع و تقسیم کا اجتماعی نظام قائم فرمایا اور پھر خلفاءِ راشدین علیہم الرحمۃ والرضوان بھی انہی خطوط پر نظامِ عشر و زکوٰۃ کا اہتمام فرماتے رہے۔

امیر المومنین سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب بعض لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو جنابِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف تلوار کھینچ لی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے۔ جو شخص توحید کا قائل ہو اس کا خون روا نہیں اس کا معاملہ خدا کے سپرد ہے۔ اس پر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔

وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْمَنَعُوْنِي عِنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلٰى مَنْعِهَا (بخاری)

خدا کی قسم جو نماز و زکوٰۃ میں فرق کرے گا میں اس سے قتال کروں گا۔ خدا کی قسم اگر انھوں نے ایک رسی بھی روکی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعدِ زکوٰۃ دیتے تو اس کے نہ دینے پر میں اُن سے جنگ کروں گا۔

دراصل یہ ایک لطیف نکتہ ہے جو محرمِ اسرارِ نبوت سیدنا صدیقِ اکبر نے سمجھا اور اُمت کو سمجھایا اور اس کے سامنے سب نے اطاعت کی گردن جھکائی۔

پھر خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے بھی اس نظام کو جماعتی سطح پر دوبارہ زندہ کیا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ان کے دور میں جب نظامِ عشر و زکوٰۃ

marfat.com
Marfat.com

اپنے پورے شباب پر تھا۔ تو ملک میں کوئی زکوٰۃ کی رقم لینے والا نہیں ملتا تھا اور یہ کوئی محض جذباتی بات نہیں ہے بلکہ امرِ واقعہ اور زندہ حقیقت ہے۔ اگر آج بھی قومِ مسلم اپنے تمام قسم کے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنے کا عزم کرے تو پھر پاکستان میں بھی ایسا ہی ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔

ذکر اور دُعا

اِنَّہٗ کَانَ فَرِیْقٌ مِّنْ عِبَادِیْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (مومنون)

بے شک میرے بندوں کا ایک گروہ کہتا تھا۔ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے۔

قرآنِ مجید میں مختلف انداز اور الفاظ سے اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا کرنے کا طریقہ سکھایا گیا ہے اور اس سلسلہ میں مقربینِ بارگاہِ الٰہی، مقربین اور انبیاء کرام علیہم السلام نے جن الفاظ کے ساتھ بحضور رب العالمین دعائیں کی ہیں۔ ان کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ مسلمان ان بابرکت الفاظ کے ساتھ اپنے رب کے حضور دعا مانگا کریں —— واضح رہے کہ عبد و معبود کے رشتہ کے دوام و استحکام کے لیے وحی محمدی و تعلیماتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ذرائع اختیار کیے وہ دو ہیں۔ ایک ذکرِ الٰہی۔ دوسرے دُعا۔

ذکرِ الٰہی کے لیے جو صیغے و الفاظ تعلیم فرمائے گئے۔ وہ قلب کو نُور، زندگی کو سرور اور ایمان کو طمانیت کی دولت سے بھر دینے والے ہیں۔ پھر ذکر کے جو فضائل و منافع بتائے گئے ہیں۔ ان کی روشنی میں ذکرِ الٰہی۔ صرف ایک اہم فریضہ ہی نہیں رہ

marfat.com

Marfat.com

جاتا۔ بلکہ تمام اعمالِ صالحہ کی روح اور جان اور کائنات کی ہر چیز سے بزرگ و برتر قرار پاتا ہے۔ چنانچہ سورہ عنکبوت میں ذکرِ الٰہی کی عظمت و برتری کے متعلق فرمایا۔

وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ (عنکبوت ع)	بیشک اللہ کا ذکر ہر چیز سے بزرگ تر ہے۔

نماز جیسی اہم عبادت اور جلیل القدر ریاضت کے متعلق فرمایا۔

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ (طٰہٰ ع ۱)	میری یاد کے لیے نماز قائم کرو۔

۱۔ اللہ کو بہت یاد کرو۔ صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو ۲۔ دنیا کی بہاروں لذتوں اور عیش و آرام میں منہمک ہو کر اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جاؤ ۳۔ اللہ کا ذکر کرو۔ اپنے دل میں گڑگڑا کر اور خوف کی کیفیت کے ساتھ ۴۔ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا ۵۔ جو لوگ یادِ الٰہی سے غافل ہو جاتے ہیں۔ وہی نقصان میں ہیں۔ نماز کے بعد جمعہ اور حج کے مناسک کی ادائیگی کے بعد اللہ کا خوب ذکر کرو۔ ۶۔ دشمن سے مڈبھیڑ کے وقت بھی اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو ۷۔ فلاح و کامیابی اللہ کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہے۔

(۸) ذکرِ الٰہی ہی سے سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے۔

سورہ حشر، سورہ انفال، جمعہ، منافقون، احزاب، بقرہ، عنکبوت اور سورہ آل عمران میں ذکرِ الٰہی کی عظمت و رفعت بزرگی اور برتری کے متعلق قرآنی ارشادات کا خلاصہ یہ ہے۔

الغرض ان آیاتِ قرآنیہ سے واضح ہے کہ نماز سے لے کر جہاد تک تمام اعمالِ صالحہ کی روح ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی کا سب سے بڑا مظہر دعا ہے۔ حضور سرورِ انبیاء حبیبِ کبریا محمد مصطفٰے علیہ السلام نے فرمایا۔ اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (ترمذی) دعا عبادت کا مغز ہے۔ ابن ماجہ کی حدیث میں فرمایا۔ اللہ کے ہاں کوئی چیز اور عمل دعا سے زیادہ عزیز نہیں۔ نیز فرمایا۔

مَنْ لَّمْ يَسْئَلِ اللّٰهَ يَغْضَبْ	جو اللہ تعالٰی سے نہ مانگے۔ اللہ تعالٰی

marfat.com
Marfat.com

عَلَیۡہِ (ترمذی) | اس سے ناراض ہوتا ہے۔

دعا دراصل دعائیہ کلمات کا نام نہیں ہے جو زبان سے ادا ہوتے ہیں۔ یہ الفاظ تو زیادہ سے زیادہ دعا کا لباس و قالب ہیں۔ دعا کی حقیقت انسان کے قلب اور اس کی رُوح کی طلب اور تڑپ ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے لیے دعا کا دروازہ کُھل گیا۔

فُتِحَتۡ لَہٗ اَبۡوَابُ الرَّحۡمَۃِ | اس کے لیے رحمت کے دروازے کُھل گئے۔

یعنی جس کو دعا کی حقیقت نصیب ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ سے مانگنا آ گیا۔ اس کے لیے رحمتِ خداوندی کے دروازے کُھل گئے۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ وسلم نے دعا کے متعلق کچھ ہدایات دی ہیں۔ جنہیں ہر مسلمان کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ ان ہدایات کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ دُعا کے وقت دل پوری طرح اللہ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور اس یقین کے ساتھ دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ضرور قبول ہو گی اور اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ قلبِ غافل کی دعا قبول نہیں فرماتا۔ (ترمذی)

۲۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ پریشانیوں اور تنگیوں کے وقت اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرمائے۔ اسے چاہیئے کہ خوشحالی میں بھی دعا کیا کرے۔ (ترمذی)

۳۔ دعا اس وقت قابلِ قبول ہوتی ہے۔ جبتک جلدبازی سے نہ کام لیا جائے۔

اور جلدبازی یہ ہے کہ بندہ یہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی تھی۔ مگر وہ قبول نہیں ہوتی۔ (بخاری و مسلم)

(۴) موت کی تمنّا نہیں کرنی چاہیئے اور نہ موت جلدی آنے کے لیے دعا کرے۔ (مسلم)

(۵) اپنے حق میں اپنے مال، اولاد، جائداد کے حق میں بد دعا نہ کرو۔ مبادا وہ وقت دعا کی قبولیت کا ہو اور تمہاری اولاد، مال و جائداد پر آفت آ جائے۔ (مسلم)

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تین دعائیں ہیں جو خاص طور پر قبول ہوتی ہیں۔ ان کی قبولیت میں شک ہی نہیں ہے۔

لَا شَكَّ فِيهِنَّ ۔ دَعْوَةُ الْوَالِدِ وَدَعْوَةُ الْمُسَافِرِ وَدَعْوَةُ الْمَظْلُومِ (ترمذی و ابوداؤد)

ایک اولاد کے حق میں ماں باپ کی دعا دوسرے مسافر کی دُعا۔ تیسرے مظلوم کی دُعا

(۶) دعا سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا۔ اور حضور سرور عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام عرض کرنا چاہیئے۔ ترمذی شریف کی حدیث کا مضمون ہے۔ کہ ایک شخص نے نماز میں دعا کی۔ جس میں نہ اللہ کی حمد کی نہ نبی علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر درود بھیجا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ عَجَّلَ هٰذَا اس آدمی نے دعا میں جلد بازی کی۔ پھر آپ نے اس کو بلایا اور اس کی موجودگی میں دوسرے آدمی کو مخاطب بنا کر فرمایا۔

إِذَا صَلَّى أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَءْ بِتَحْمِيدِ رَبِّهٖ وَالثَّنَاءِ عَلَيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَدْعُوْا بِمَا شَاءَ

جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو دعا کرنے سے پہلے اس کو چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے۔ پھر اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ اسکے بعد جو چاہے دُعا کرے۔

(۷) نیز حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بدرجہ غایت حیاء و کرم رکھتا ہے۔ جب بندہ اس کے آگے مانگنے کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اس کو شرم آتی ہے

أَنْ يَرُدَّ هُمَا صِفْرًا (ابوداؤد) | کہ ان کو خالی ہاتھ واپس فرمادے۔

اس لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں ہر لحظہ اور ہر آن، اس کے فضل و کرم کا طالب رہنا چاہیئے اور عافیت یعنی تمام دنیوی و اخروی، ظاہری و باطنی، آفات و بلیات سے سلامتی اور تحفظ کی دعائیں مانگتے رہنا چاہیئے۔

---

marfat.com

Marfat.com

صدقات وخیرات کے آداب

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِىْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۗ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَىْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ

اچھی بات کہنا اور درگزر کرنا اس خیرات سے بہتر ہے جس کے بعد ستانا ہو اور اللہ بے پروا علم والا ہے ۔ اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو ۔ اس شخص کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ وقیامت پر ایمان نہیں رکھتا ۔ اس کی مثال ایسے ہے جیسے ایک چٹان جس پر مٹی ہے ۔ اب اس پر زور کا مینہ برسا ، تو ساری مٹی بہہ گئی اور نرا پتھر رہ گیا ۔ اس طرح خیرات کرکے جو نیکی کماتے ہیں ۔ اس سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ کافروں کو راہ نہیں دکھاتا ۔

۱ ۔ سورۂ بقرہ کی ان آیات میں صدقات وخیرات کے آداب کا بیان ہے مسلمانوں کو یہ تلقین کی گئی ہے کہ اگر سائل کو کچھ نہ دیا جا سکے تو اس کے ساتھ نرمی اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے تاکہ اس کی دل شکنی نہ ہو ۔ حتیٰ کہ سائل اگر اصرار کرے یا زبان درازی پر اُتر آئے تو بھی اس سے درگزر کیا جائے ۔

marfat.com

Marfat.com

سوال کرنا دراصل انسان کی عزتِ نفس کے خلاف ہے۔ ایک خوددار انسان انتہائی مجبوری کی حالت میں دستِ سوال دراز کرتا ہے۔ جب وہ اپنی ضرورت اور واقعی حاجت کی تکمیل کے لیے وسائل سے محروم ہوجاتا ہے۔ تب وہ سوال پر آمادہ ہوتا ہے۔ اس لیے ایسا شخص بہرحال نرمی و شفقت کا مستحق ہے اور انسانی ہمدردی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے شخص کے ساتھ بُردباری اور تحمّل سے پیش آئے۔

۲۔ واضح رہے سائل سے ہمارے معاشرہ کے وہ بھکاری مراد نہیں ہیں۔ جنہوں نے بھیک کو اپنا پیشہ بنالیا ہے اور سعی و کوشش سے جی چُرا کر در بدر بھیک مانگتے پھرتے ہیں۔ بلکہ سائل سے وہ حقیقی اور واقعی حاجتمند مراد ہے جو اپنی جدوجہد اور کوشش کے باوجود روزی کا سامان نہیں کرپاتے۔ ایسے معذور و مفلوج اور غریب و ناتواں اہلِ ثروت کی امداد و اعانت کے حقدار ہیں اور ایسے افراد سے نرمی و شفقت سے پیش نہ آنا نہایت غیر مناسب ہے۔

اسلام نے دولت مندوں کو تلقین کی ہے کہ وہ حتی المقدور غریبوں، بیکسوں اور حاجتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کریں۔ ہاتھ پھیلانے والے کو خالی نہ لوٹائیں۔ وَلَوْ بشق تمرة (بخاری) اگرچہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلاۃ والتسلیم نے تو اس طبقہ کی یہاں تک دلجوئی فرمائی کہ فرمایا۔

" اگر کسی کے پاس کچھ اور نہ ہو تو سائل کے ساتھ لطف و مہربانی سے بات کرنا بھی صدقہ ہے" (بخاری) اور حاجتمندوں سے فرمایا کہ تمہاری خودداری کا تقاضا یہ ہے کہ بلاضرورت ہاتھ نہ پھیلاؤ۔

اَلْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى

لینے والے ہاتھ سے دینے والا ہاتھ بہتر ہے کیونکہ سخت مجبوری کی حالت کے علاوہ بلاضرورت سوال کرنا انسان کی شرم و حیا، غیرت و آبرو کو مجروح کرتا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ بلا ضرورت بھیک مانگنے والے قیامت کے دن اس طرح آئیں گے کہ ان کے چہرہ پر

لَیْسَ فِیْ وَجْهِهٖ مُضْغَةُ لَحْمٍ

گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ ہوگا ۔

۴ ۔ سائل کے ساتھ بدخلقی سے پیش آنے کی ممانعت کے ساتھ قرآن نے یہ ہدایت بھی دی ہے کہ کسی حاجتمند کی ضرورت کو پورا کر کے اس پر احسان مت جتاؤ ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تم کو اس نعمت سے نوازا اور تمہیں کسی محتاج کی اعانت و امداد کی توفیق عطا فرمائی ۔ فرمایا :-

لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى

احسان جتا کر اور طعنہ دے کر اپنی خیرات کو برباد مت کرو

مطلب یہ ہے کہ صدقہ و خیرات اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے ہونا چاہیئے ۔ نہ لینے والے پر کسی قسم کے احسان کا بار رکھا جائے ۔ نہ اس کو ممنون کرم بنایا جائے اور نہ احسان جتا کر اسے ذلیل و رسوا کیا جائے ۔ کیونکہ ایسا کرنا اخلاص کے خلاف ہے ۔ اسلام میں اعمالِ خیر کی مقبولیت کا مدار خلوص پر ہے ۔ جو نیکی اس کی رضا کے لیے ہو وہ مقبول ہے اور جس عمل سے رضا الٰہی مقصود نہ ہو وہ مردود ہے تو اے مسلمانو ! منافق کو اس کی رضا مقصود نہیں ہوتی ۔ وہ اپنا مال ریاکاری کے لیے خرچ کر کے ضائع کر دیتا ہے ۔ اسی طرح تم احسان جتا کر اور ایذا دے کر اپنے صدقات و خیرات کے اجر و ثواب کو ضائع نہ کرو ۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

لَا يَحِلُّ الصَّدَقَةُ لِغَنِيٍّ وَّلَا لِذِيْ مِرَّةٍ سَوِيٍّ

غیر محتاج صحیح و سالم آدمی کے لیے صدقہ حلال نہیں

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ۔ تم میں کسی کا رسی

marfat.com

Marfat.com

لے کر اپنی پیٹھ پر لکڑی کا بوجھ اٹھانا اس سے بہتر ہے کہ وہ

خَيْرٌ لَّهُ مِنْ اَنْ يَّاْتِيَ رَجُلًا فَسَاَلَهُ اَعْطَاهُ اَوْ مَنَعَهُ

دوسرے سے بھیک مانگے وہ اسے دے یا نہ دے

حضور علیہ السلام نے اپنے زمانہ میں اس پر عمل کرا کے دکھایا۔ ایک صحابی نے خیرات مانگی۔ فرمایا تمہارے پاس کچھ ہے۔ عرض کی ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ہے۔ آپ نے ان کو منگوا کر نیلام کیا اور ان کی قیمت سے سائل کو کلہاڑی خرید دی اور فرمایا جنگل سے لکڑی کاٹ لاؤ اور بیچو۔ انھوں نے اس پر عمل کیا، تو خدا نے ان کو برکت دی اور وہ گداگری کی رذالت سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔ (ابو داؤد کتاب الزکوٰۃ)

حتیٰ کہ حضور علیہ السلام نے بعض صحابہ کرام سے اس امر پر بیعت بھی لی کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے اور انہوں نے اس پر اس شدت سے پابندی کی کہ راستہ میں اگر کسی کا کوڑا گر جاتا تھا تو وہ بھی کسی سے نہیں کہتے تھے کہ اٹھا دو (ابو داؤد)

حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان تعلیمات اور نصیحتوں کا صحابہ کرام پر یہ اثر ہوا کہ وہ بھی جن کے پاس کچھ نہ تھا۔ غریبوں اور محتاجوں کی حاجت روائی کے لیے بیقرار رہتے۔ حتیٰ کہ اس غرض کے لیے بازار جا کر بوجھ اٹھاتے اور اس سے جو کچھ ملتا اس کو راہِ خدا میں خیرات کر دیتے۔ (بخاری)

مثلہ کمثل صفوان، سے منافق ریاکار کے عمل کی مثال دی گئی ہے کہ جیسے پتھر پر مٹی ہو اور بارش سے وہ بہہ جائے تو خالی پتھر رہ جاتا ہے کہ اب اس پر کوئی چیز جم نہیں سکتی۔ یہی حال منافق کے عمل کا ہے۔ بظاہر تو وہ عمل نظر آتا ہے۔ لیکن اس میں چونکہ خلوص اور اللہ کی رضا کا جذبہ نہیں ہوتا۔ اس لیے قیامت کے دن وہ عمل باطل قرار پائیگا۔ قرآن نے یہ مثال دے کر مسلمانوں پر اخلاص و دیانت کی اہمیت کو واضح کیا ہے کہ ایک مومن و مسلمان کا ہر عمل خلوص پر مبنی اور ہر کام اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیئے۔

marfat.com

Marfat.com

ایک ایمان افروز باطل سوز تاریخی واقعہ

بغداد سے ۴۰ میل دُور ایک مقام کا نام مدائن تھا۔ جس کا موجودہ نام سلمان پارک ہے دائیں طرف تھوڑے سے فاصلے پر دریائے دجلہ بہتا ہے۔ یہاں حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کے مزارات ہیں۔ موخرالذکر دو صحابہؓ کرام کے مزارات عراق کے شاہ فیصل اول کے دَور میں دوبارہ تدفین کے بعد بنوائے گئے۔ اس سے پہلے یہ دونوں مزارات سلمان پارک سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلہ پر تھے۔

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کی کنیت ابوعبداللہ، قبیلہ غطفان، خاندان عبس تھا۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی صحابی تھے۔ ان کے اور ان کی والدہ دونوں کے لیے آنحضرتؐ نے اللہ تعالےٰ سے بخشش کی دعا مانگی تھی۔ حضرت حذیفہؓ غزوۂ اُحد، غزوۂ خندق کے علاوہ اور بھی کئی غزوات میں شریک ہوئے۔ عراق فتح ہونے پر حضرت عمرؓ نے آپ کو نواحِ دجلہ کے بندوبست کا افسر مقرر کیا تھا۔ ۲۲ھ میں آپ نے آذربائیجان فتح کیا۔ بعد میں مدائن کے حاکم بھی بنائے گئے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی آنحضرتؐ کے برگزیدہ صحابی ہیں۔ آپ کی کنیت بھی ابوعبداللہ تھی، قبیلہ خزرج تھا۔ عقبہ ثانیہ میں والد سمیت مسلمان ہوئے تھے آنحضرتؐ کو جب قرض کی ضرورت ہوتی تو اکثر حضرت حذیفہؓ سے لیتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ بھی غزوۂ اُحد میں شریک تھے اور کئی غزوات میں بھی شرکت کی۔ بیعتِ رضوان اور رجعۃ الوداع کے موقع پر بھی آپ موجود تھے۔

ایک رات حضرت حذیفہؓ نے عراق کے شاہ فیصل اول سے خواب میں فرمایا تھا کہ

marfat.com

Marfat.com

میرے مزار میں پانی اور حضرت جابر کے مزار میں نمی آنی شروع ہوگئی ہے لہٰذا ہم دونوں کو یہاں سے منتقل کر کے دریائے دجلہ سے ذرا فاصلے پر دفن کر دیا جائے۔ بادشاہ اپنی مصروفیات کی بناء پر دن کو یہ خواب بھول گئے۔ دوسری شب خواب میں پھر یہی کہا گیا اور وہ پھر بھول گئے۔ تیسری رات عراق کے مفتی اعظم کو حضرت حذیفہؓ نے خواب میں وہی بات کہی کہ کہا کہ ہم دو راتوں سے بادشاہ سے کہہ رہے ہیں لیکن وہ مصروفیات کی وجہ سے بھول جاتا ہے۔ آپ بادشاہ سے کہئیے کہ وہ ہم کو یہاں سے منتقل کرائے۔ مفتی اعظم نے اس وقت کے وزیر اعظم نوری السعید پاشا سے فون پر بات کی اور پھر تفصیلی ملاقات کر کے انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا۔

نوری السعید پاشا، مفتی اعظم کو لے کر بادشاہ کے پاس گئے۔ بادشاہ نے واقعہ سُننے کے بعد کہا کہ ہاں میں ان کو خواب میں تین بار دیکھ چکا ہوں اور انہوں نے مجھے بھی ہر بار یہی حکم دیا ہے۔ غرض اس موضوع پر آپس میں کافی بات چیت ہوئی اور مفتی اعظم نے صحابہ کرام کے حکم پر عمل کرنے پر زور دیا۔ لیکن بادشاہ نے کہا کہ پہلے احتیاطاً اس بات کی تصدیق کرالی جائے کہ واقعی دریا کا پانی ان کے مزارات کی طرف آ بھی رہا ہے یا نہیں۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے عراق کے ماہر تعمیرات کے چیف انجنیئر اور عملے نے مزارات سے دریا کے رُخ پر ۲۰ فٹ کے فاصلے پر بورنگ وغیرہ کرا کر دیکھا۔ مفتی اعظم بھی وہاں موجود رہے۔ پورے دن کی تگ و دو کے بعد شام کو یہ رپورٹ دی گئی کہ پانی تو درکنار، کافی نیچے سے جو مٹی نکلی ہے اس میں نمی تک نہیں۔ اسی رات حضرت حذیفہؓ بادشاہ کی خواب میں پھر تشریف لائے اور اپنی بات دُہرائی۔ لیکن بادشاہ کو چونکہ بورنگ وغیرہ کی رپورٹ مل چکی تھی۔ جس میں ماہرینِ ارضی نے بتایا تھا کہ پانی نہیں جا رہا۔ لہٰذا انھوں نے خواب نظر انداز کر دیا۔ اگلی رات حضرت حذیفہؓ مفتی اعظم عراق کے خواب میں تشریف لائے اور اب کی دفعہ ان سے سختی سے کہا کہ ہمارے

marfat.com
Marfat.com

مزارات میں پانی گھستا چلا آرہا ہے ۔ لہٰذا ہمیں جلد از جلد یہاں سے منتقل کرادیں۔
صبح مفتی اعظم پھر گھبرائے اور پریشان حالت میں بادشاہ کے پاس پہنچے اور تمام واقعہ بیان کیا۔

بادشاہ کچھ جھلا سا گیا اور کچھ ناراضگی و جھنجھلاہٹ کے عالم میں کہنے لگا کہ مفتی اعظم آپ ماہرینِ ارضیات کی رپورٹ دیکھ چکے ہیں ۔ خود بھی موقع پر آپ موجود تھے ۔ پھر کیوں مجھے پریشان کرتے ہیں اور خود بھی پریشان ہوتے ہیں ۔ مفتی اعظم نے کہا۔ لیکن پھر بھی مجھے اور آپ کو برابر یہ حکم دیا جا رہا ہے لہٰذا مزارات کھلوا دیجئے اور انہیں دوسری جگہ منتقل کر دیجئے ۔ شاہِ عراق نے کہا ۔ اچھا تو پھر آپ فتویٰ دے دیجئے ۔ چنانچہ انہوں نے فتویٰ دے دیا ۔ یہ فتویٰ اور اس کے ساتھ شاہِ عراق کا یہ فرمان کہ عید الاضحیٰ کو ظہر کی نماز کے بعد حضرت حذیفہؓ بن الیمان اور حضرت جابرؓ بن عبداللہ کے مزارات کھولے جائیں گے ۔ اخبارات میں شائع کرا دیا گیا ۔ اس فتویٰ اور فرمان کا شائع ہونا تھا کہ تمام عالمِ اسلام میں جوش وخروش اور ہلچل مچ گئی ۔ رائٹر نیوز ایجنسی اور دنیا کی دیگر نیوز ایجنسیوں کے ذریعے یہ خبر تمام دنیا میں پھیل گئی ۔

یہ حج کا زمانہ تھا اور تمام دنیا کے مسلمان مکہ معظمہ آئے ہوئے تھے ۔ انھوں نے صحابہ کرام کے مزارات عید الاضحیٰ کے کچھ دنوں بعد کھولنے کی درخواست کی تاکہ وہ بھی شریک ہو سکیں ۔ شاہ عراق کے لیے یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا ۔ ایک طرف تمام عالمِ اسلام کا اصرار اور دوسری طرف خوابوں میں جلد از جلد مزارات کی منتقلی کی ہدایات ۔ بالآخر کچھ انتظامات کرنے کے بعد عید الاضحیٰ سے دس دن بعد کی تاریخ مزارات کی منتقلی کے لیے مقرر کی گئی ۔ مدائن یعنی سلمان پاک میں عید الاضحیٰ کے بعد دس دنوں میں تقریباً پانچ لاکھ افراد جمع ہو گئے ۔ اس میں ہر مذہب، فرقہ اور عقیدہ کے لوگ تھے ۔ کئی ملکوں سے سرکاری وفود آئے ۔ ترکی کے کمال اتاترک کی نمائندگی ان کے ایک وزیر مختار نے کی ۔ مصر کے شاہ فاروق جو اس وقت

marfat.com
Marfat.com

ولی عہد تھے، نے بھی شرکت کی۔

آخر خدا خدا کر کے وہ دن آگیا۔ جس نے لوگوں کے دلوں میں ہلچل مچا رکھی تھی۔ یہ پیر کا دن تھا۔ عراق کے شاہ فیصل اول، مفتی اعظم عراق، عراق کی پارلیمنٹ کے تمام ارکان، لاکھوں افراد کی موجودگی میں مزارات کو کھولا گیا تو واقعتاً حضرت حذیفہؓ کے مزار میں پانی آچکا تھا اور حضرت جابرؓ کے مزار میں نمی آچکی تھی۔ ایک کرین کے ذریعے جس میں پھاوڑے کے پھل کی طرح کا پھل تھا اور اس پر ایک اسٹریچر کس دیا گیا تھا۔ حضرت حذیفہؓ کی نعش مبارک کو زمین سے اس طرح اٹھایا گیا کہ ان کی نعش مبارک کرین پر نصب شدہ اسٹریچر پر خود بخود آگئی۔ اسٹریچر کرین سے الگ کیا گیا اور شاہِ عراق، مفتی اعظم، شہزادہ فاروق اور ترکی کے وزیر مختار نے کندھا دیا اور بڑی احتیاط و احترام سے شیشے کے ایک بکس میں رکھ دیا گیا۔ اسی طرح حضرت جابر کی نعشِ مبارک کو قبر سے نکالا گیا۔ نعش ہائے مبارک کا کفن، حتیٰ کہ ریش ہائے مبارک کے بال تک صحیح حالت میں تھے۔ ان کو دیکھ کر ہرگز یہ اندازہ نہ ہوتا تھا کہ یہ تیرہ سو سال پہلے کی نعشیں ہیں۔ بلکہ یہ گمان ہوتا تھا کہ ان کو رحلت فرمائے دو تین گھنٹے ہوئے ہیں اور سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ دونوں صحابہ کرام کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور ان میں اتنی پُراسرار چمک تھی کہ کئی لوگوں نے چاہا کہ وہ بار بار دیکھتے رہیں۔ لیکن ان آنکھیں اس چمک کے آگے ٹھہرتی ہی نہ تھیں۔ ٹھہر بھی کیسے سکتی تھیں جن آنکھوں نے حضورِ اکرم کو دیکھا ہو وہ آنکھیں۔ سبحان اللہ۔ ایک شہرت یافتہ جرمن ماہرِ چشم نے یہ منظر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھا اور مفتی اعظم کا ہاتھ پکڑ کر اس نے کہا کہ اسلام کی حقانیت اور صحابہ کرام کی بزرگی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے اور اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

دونوں صحابہ کرام کی لاشیں شیشے کے بکسوں میں رکھی ہوئی تھیں اور رونمائی کی غرض سے چہروں پر سے کفن مبارک ہٹا دیا گیا تھا۔ عراقی فوج نے باقاعدہ سلامی دی۔

marfat.com

Marfat.com

توپوں سے بھی سلامی دی گئی۔ مجمع نے نمازِ جنازہ پڑھی اور یہ تمام کارروائی پورے مجمع کو ۳۰ فٹ لمبی اور ۲۰ فٹ چوڑی سکرین پر بذریعہ ٹیلیویژن کیمرہ دکھائی گئی۔ جس کی وجہ سے تقریباً پانچ لاکھ افراد نے بڑے سکون سے تمام کارروائی دیکھی۔ ورنہ ہزاروں افراد زیارت کے شوق میں ریل پیل اور ہڑبونگ میں کچل کر مر جاتے۔ اس کے بعد صحابہ کرامؓ کے جنازوں کو پورے ادب و احترام کے ساتھ سلمان پاک کی طرف لے جایا جانا شروع کیا گیا۔ راستے میں ہوائی جہازوں نے غوطے لگا کر سلامی دی اور ان پر پھول برسائے۔ کئی جگہ جنازے رُکوائے گئے اور تقریباً چار گھنٹے بعد یہ جنازے سلمان پاک، حضرت سلمان فارسیؓ کے مزار کے پاس پہنچے۔ یہاں اعلیٰ فوجی حکام نے گارڈ آف آنر پیش کیا۔ سفرا نے پھول نچھاور کیے اور انہیں افراد نے جنہوں نے لاشوں کو سب سے پہلے کرین سے اُتارا تھا، پورے ادب و احترام کے ساتھ، قبروں میں جو پہلے سے تیار تھیں رکھا اور اسی طرح توپوں کی گرج بینڈوں کی گونج اور اللہ اکبر کے فلک شگاف نعروں کے درمیان ان صحابہ کرام کو سپردِ خاک کر دیا۔ اس موقع پر اور اس واقعہ کو دیکھ کر اتنے لوگ خدا اور اس کے دین کی حقانیت پر ایمان لے آئے کہ جس کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اگلے دن بغداد کے سینماؤں میں اس واقعہ کی فلم دکھائی گئی۔

یہ واقعہ نوائے وقت لاہور نے اور پاکستان کے متعدد اخبار و رسائل اور غیر ملکی عربی و انگریزی جرائد نے بھی شائع کیا۔ خصوصاً عراق کی اس وقت کی حکومت نے اس واقعہ کی فلم بھی بنوائی۔

◆◆◆◆◆◆

ہر کہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

---

marfat.com
Marfat.com

خارجی ـــــ اور خارجی ذہنیت

ایک جماعت ہاتھوں میں قرآن اٹھائے ہوئے ہے۔ تہجد کے نشان ان کی پیشانیوں پر ہیں۔ یہ خلیفہ راشد سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم سے جنگ کے لیے اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ ان کے زعم باطل میں معاذ اللہ وہ کافر ہو گئے ہیں۔ وہ کون ہے؟ جسے یہ بد بخت دائرہ اسلام سے خارج کر رہے ہیں۔ وہ جس کی شمشیر اور تقریر نے نہ معلوم کتنے کفار کو مسلمان بنایا تھا اور جس کی نسبت ارشادِ نبوی ہے:۔

علی تمہیں میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو حضرت ہارون علیہ السلام
کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔

اور جس کو اُمت باب العلم کہتی ہے اور جس کو کل دورِ کفر میں مسلم اول کہا جاتا تھا۔ آج اسلام کے زمانہ میں خود اسی کی خلافت میں اس پر کفر کا الزام لگایا جا رہا ہے یہ گروہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو اپنی جاہلانہ و عامیانہ فہم کی بنا پر گمراہ و بے دین قرار دے کر ان سے آمادۂ جنگ ہوا ہے انھیں خارجی کہتے ہیں۔ خوارج کا نقطۂ ضلالت یہی تھا کہ جو آیات کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی تھیں۔ وہ اس موضوع کی دوسری آیات سے صرفِ نظر کر کے انہیں مسلمانوں کے حق میں قرار دے کر مسلمانوں سے وہ معاملہ اور برتاؤ کرتے تھے جو اصلی کافروں سے کیا جاتا ہے۔ انہیں کے متعلق زبانِ نبوت نے اشارہ فرمایا تھا:۔

یہ قرآن تو بہت تلاوت کریں گے مگر قرآن صرف ان کی زبانوں پر ہوگا
ان کے دل آیاتِ الٰہیہ کے صحیح فہم سے محروم ہوں گے۔

دوسری علامت ان کے جہل کی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ بت پرستوں کو چھوڑ کر

marfat.com
Marfat.com

اہلِ اسلام کو قتل کریں گے۔ علامہ حافظ عبدالبر نے جامع بیان العلم میں ان کی سرگزشت اس طرح لکھی کہ جب خوارج حضرت علی پر چڑھائی کر کے آئے تو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے امیرالمومنین دیکھیے یہ جاہل لوگ آپ کے مقابلہ میں آمادۂ پیکار کھڑے ہیں۔ آپ نے جواب دیا پہلے انہیں جنگ شروع کر لینے دو۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دن میں نے عرض کیا آج ذرا تاخیر سے نماز ادا کیجیے۔ میں ان لوگوں سے گفتگو کر لوں۔ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بھیڑ لگ رہی ہے۔ شب بیداری کی وجہ سے ان کے چہرے سیاہی مائل ہیں، سجدوں کے نشان پیشانیوں پر ہیں اور اونٹ کے گھٹنوں کی طرح ٹھکیں پڑ گئی ہیں۔ ڈھلی ہوئی قمیص پہنے ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عباس کو دیکھا تو بولے ابن عباس کیسے آئے؛ اور یہ حلہ کیسا پہن رکھا ہے؛ حضرت ابن عباس کہتے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ تمہیں اس حلہ پر کیا اعتراض ہے۔ میں نے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم پر اچھے اچھے یمنی کپڑے دیکھے ہیں۔ اس کے بعد قرآنِ کریم کی یہ آیت تلاوت کی قل من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق آپ کہہ دیجئے کہ یہ زینت اور اچھی اچھی غذائیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کے لیے بنائی ہیں کس نے حرام کیں۔

پھر انہوں نے دریافت کیا کہو کیوں آئے ہو؛ میں نے جواب دیا کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور ایک ایسی جماعت کے پاس سے آرہا ہوں جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور جن میں قرآن نازل ہوا تھا اور تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، میری آمد کا مقصد یہ ہے کہ ان کی باتیں تم تک اور تمہاری باتیں ان تک پہنچا دوں۔ انہوں نے آپس میں کہا ان سے بات مت کرو کیونکہ یہ قریشی ہیں اور ان کے حق میں قرآن کہتا ہے بل ھم قوم خصمون بلکہ یہ لوگ جھگڑالو ہیں۔ بعض نے کہا کہ ہم ضرور گفتگو کریں گے۔ اس

marfat.com

Marfat.com

کے بعد ان میں سے دو تین شخص سامنے آئے ۔ میں نے پوچھا کہ حضرت علی پر تمہیں کیا اعتراض ہے ۔ انہوں نے کہا تین اعتراض ہیں ۔ میں نے کہا ۔ بتاؤ ۔ انہوں نے کہا ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ انھوں نے دین معاملہ میں انسانوں کو حکم بنایا ۔ حالانکہ قرآن کریم میں ہے ان الحکم الا للہ فیصلہ صرف خدا کا ہے ۔ میں نے کہا ۔ چلو ایک بات ہوئی اور بولو ۔ کہنے لگے ۔ حضرت علی نے حضرت عائشہ سے جنگ کی ۔ پھر نہ کسی کو قید کیا اور نہ مالِ غنیمت لوٹا ۔ اب ان کی جماعت مسلمان تھی تو ان سے جنگ کیوں کی ۔ پھر نہ کسی کو قید کیا اور نہ مالِ غنیمت لوٹا ۔

اور اگر کافر تھی تو جس طرح ان کے ساتھ جنگ درست تھی قید کرنا بھی درست تھا ۔ میں نے کہا اچھا اور کچھ ؟ بولے تیسری بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنا نام امارت سے کیسے مٹایا ۔ اس لیے اگر وہ مومنین کے امیر نہیں تو یقیناً کافروں کے امیر ہوئے ۔

میں نے کہا اگر میں ان سب باتوں کا نہیں خود قرآن و سنت سے ہی جواب دے دوں تو کیا واپس چلے جاؤ گے انھوں نے کہا کیوں نہیں ۔ اس پر میں نے کہا اچھا تو سنو ! پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ خود قرآن ہی میں دوسروں کو حکم مقرر کرنے کا حکم موجود ہے ۔ چنانچہ حالتِ احرام میں کوئی شخص شکار کرے تو اللہ تعالے نے اس پر جزا مقرر کی ہے اور اس کا فیصلہ دو منصف مسلمانوں پر رکھا ہے ۔ جو وہ کہہ دیں گے وہی قابلِ تسلیم ہو جائے گا ۔ اسی طرح خلع میں طرفین کے دو شخص بلا کر فیصلہ ان کی رائے پر رکھ دیا ہے ۔ اب تم ہی انصاف کرو کہ جب جانوروں اور عورتوں تک کے معاملات میں مسلمانوں کا فیصلہ قابلِ تسلیم سمجھا گیا ہے تو مسلمانوں کے جانی معاملات میں کیوں قابلِ تسلیم نہیں ہوگا اب بتاؤ تمہارا یہ اعتراض جاتا رہا یا نہیں ۔ کہنے لگے ۔ جی ہاں ۔

دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ بتاؤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمہاری ماں تھیں

marfat.com

Marfat.com

یا نہیں۔ اگر انکار کرتے ہو تو کافر ہوتے ہو اور اقرار کرتے ہو تو کیا قید کرنے کے بعد ان کے ساتھ وہ سب معاملات درست رکھو گے جو دوسرے قیدیوں کے ساتھ جائز ہوتے ہیں اگر اس کا اقرار کرتے ہو تو بھی کافر ہو۔ کہو اس پر تمہارا کوئی اعتراض ہے۔ انھوں نے کہا نہیں۔ میں نے کہا کہ اب تیسری بات کا جواب سنو۔ صلح حدیبیہ میں ابوسفیان و سہیل کے اصرار پر کیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے نام سے رسول اللہ کا لفظ محو کرنے کا امر نہیں فرمایا تھا۔ پھر اگر حضرت علی نے اپنا نام امارت سے علیحدہ کر دیا تو کیا ہوا۔

سوال وجواب کے بعد ان میں دو ہزار اشخاص تو واپس ہو گئے اور جو رہ گئے وہ قتل کر دیئے گئے۔ (جامع بیان العلم ج ۲ ص ۱۰۴)

خوارج نے رجم کے حد ہونے پر عیب جوئی کی اور دعویٰ کیا کہ قرآنِ کریم میں کوڑوں کے علاوہ کسی سزا کا ذکر نہیں۔ انھیں جمہور امت کی اس بات پر بھی اعتراض تھا کہ حائضہ عورت روزہ کی قضا کرے مگر نماز کی نہیں حالانکہ نماز کا معاملہ اہم تر ہے۔ خوارج کی اس ذہنیت کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا تو کیا تم صرف کتاب اللہ کو مانتے ہو؟

بولے جی ہاں ـــــ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالے عنہ نے کہا تو اچھا فرض نمازوں کی تعداد، نماز کے فرائض، تعداد رکعات اور اوقاتِ صلوٰۃ کو تم نے کس جگہ کتاب اللہ میں لکھا ہوا دیکھا؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ زکوٰۃ کی مقدار۔ نصاب کا تعین اور زکوٰۃ کے وجوب کے لیے اموال کا تعین کتاب اللہ میں کہاں سے ثابت کرو گے؟

ان سوالات کا فی الحقیقت خوارج کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مجبوراً جواب کے لیے مہلت مانگی جو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دیدی مگر اس کا جواب مہلت مانگنے سے حل ہونے والا نہ تھا۔ چنانچہ وہ دوبارہ آئے تو اقرار کیا کہ قرآن میں یہ چیزیں موجود نہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا تو پھر اس پر عمل کیوں کرتے ہو۔ کہنے لگے

marfat.com

Marfat.com

اس لیے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا اور آپ کے بعد مسلمان ایسا ہی کرتے چلے آتے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا۔ بس ایسا ہی رجم اور روزوں کی قضاء کو سمجھ لو۔ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔ آپ کے بعد خلفاء راشدین نے رجم کیا اور رجم کرتے آئے۔ اور پھر شبہ کی کیا گنجائش، دوسری طرف رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے روزوں کی قضا کا حکم دیا نمازوں کی نہیں اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور صحابہ کرام کی عورتوں نے اس پر عمل کیا اور اب تک عورتیں عمل کرتی چلی آ رہی ہیں۔ آج بھی حضرت عمر بن عبد العزیز کا یہ اصولی جواب خوارج اور اہلِ باطل کے تمام شبہات کا تسلی بخش جواب کی حیثیت رکھتا ہے۔

نہروان کی لڑائی میں خارجیوں کو تو ختم کر دیا گیا۔ مگر خارجی ذہنیت ختم نہ ہو سکی بلکہ نت نئے روپ دھار کر سامنے آتی رہی۔ خارجیت کی ابتدا اس بات سے ہوئی کہ جنگِ صفین میں حضرت علی کے ان ساتھیوں نے جو بعد میں خارجی کہلائے جنابِ امیر کو مجبور کیا کہ وہ قرآنِ پاک کو حَکَم مانیں۔ لیکن جب حضرت امیر نے قرآنِ پاک کے مطابق فیصلہ کرنے کے لیے دو اشخاص کا تقرر منظور فرمایا اور ان میں سے ایک کو نامزد کیا تو یہی لوگ نہ صرف آپ کے خلاف ہو گئے بلکہ آپ سے الگ ہو کر خارجی کہلائے وہ اتنا نہ سمجھ سکے کہ آخر قرآنِ پاک کے مطابق فیصلہ تو کوئی آدمی ہی کرے گا۔ یہ ہے خارجی ذہنیت کی ابتدا ــــ معاملہ کے عملی پہلو کو نظر انداز کرنا۔

مشہور واقعہ ہے۔ ایک عالم اپنے ساتھی سمیت خارجیوں کے ہتھے چڑھ گئے وہ انہیں اپنے سردار کے پاس لے گئے۔ راستے میں عالم نے اپنے ساتھی سے کہا۔ مجھے بات کرنے دینا۔ تم نہ بولنا۔ خارجی سردار نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ گرفتار شدہ عالم نے کہا۔ ہم مشرک ہیں۔ اس نے کہا۔ ادھر کیسے آئے۔ جواب ملا۔ قرآنِ پاک

marfat.com
Marfat.com

سُننے کے لیے۔ اس کے بعد اس عالم نے قرآنِ پاک کی وہ آیت پڑھی جس کا ترجمہ یہ ہے "اور مشرکوں میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے، تو اسے پناہ دو۔ یہاں تک کہ اللہ کا کلام سُن لے۔ پھر اسے اس کی امن کی جگہ (محفوظ مقام پر) بھیج دو"۔ (۲۱۹) خارجی سردار نے انہیں قرآنِ پاک کی آیات سُنائیں۔ پھر اپنے آدمی ساتھ دیئے۔ جو انہیں محفوظ مقام تک چھوڑ آئے۔ اگر وہ کہتے کہ ہم مسلمان ہیں، تو خارجی بے دریغ ان کے سر اُڑا دیتے۔

یہ خارجی ذہنیت کا دوسرا پہلو ہے مسلمانوں کو یہ کہہ کر قتل کر دینا کہ وہ مسلمان نہیں، مُرتد نہیں۔ مشرک ہیں، بدعتی ہیں۔ بعد میں دنیائے اسلام کے اندر "اصلاح" کے نام پر کئی ایسی تحریکیں چلیں۔ جنھوں نے جہاد اور تبلیغ کا رُخ غیر مسلموں کی طرف سے ہٹا کر مسلمانوں کی طرف پھیر دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے خوارج کے متعلق ایک سوال کے جواب میں فرمایا:۔

شَرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ اِنَّهُمْ اِنْطَلَقُوْا اِلٰى اٰيَاتٍ اُنْزِلَتْ فِى الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ

(الخضری اصولِ فقہ ۲۹)

تم ان کو دیکھتے ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں شدید تر لوگ ہیں۔ بیشک انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو آیات کفار کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔ ان کو مومنوں پر منطبق کرنے لگے۔

افسوس آج بھی پاکستان میں ایک مسلم ملک کی امداد و اعانت سے لاکھوں کی تعداد میں ایسی کتابیں اور رسائل تقسیم کیے جا رہے ہیں جو خارجی ذہنیت کے آئینہ دار ہیں اور جن میں بات بات پر اپنی نافہمی و جہالت کی وجہ سے مسلمانوں کو کافر و مشرک بنایا جا رہا ہے۔

---

marfat.com

Marfat.com

جب مسجد میں داخل ہو تو
حضور علیہ السّلام کی ذاتِ اقدس پر دُرود پڑھو

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُکُمُ الْمَسْجِدَ فَلْیُسَلِّمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِیَقُلْ اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ فَاِذَا خَرَجَ فَلْیَقُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ (ابو داؤد ج ۱ صت)

حضرت ابو اسید انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جب کوئی مسجد میں داخل ہو تو نبی علیہ السلام پر دُرود پڑھے۔ اس کے بعد یہ کہے الٰہی میرے لیے رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر آئے تو یہ کہے الٰہی میں تجھ سے تیرا فضل چاہتا ہوں۔

نظام الدین محبوبِ الٰہی

ا۔ حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی دہلوی کا جب انتقال ہوا۔ جنازہ لے جایا جا رہا تھا۔ خلقت کا ہجوم بے پناہ تھا۔ جنازہ کے ہمراہ حضرت سعدی شیرازی کے یہ شعر کسی نے پڑھے سہ

سرو سینا بصحرا میروی ۔۔۔ نیک بد عہدی کہ بے ما میروی
اے تماشا گاہِ عالم رُوئے تو ۔۔۔ تو کجا بہرِ تماشا میروی

کہتے ہیں کہ اس شعر پر محبوبِ الٰہی علیہ الرحمہ کو وجد آگیا۔ جنازہ کو حرکت ہوئی اور آپ نے عالمِ وجد میں ایک ہاتھ اٹھا دیا۔ جنازہ رکھا گیا۔ ایک بزرگ آگے بڑھے۔ عرض کی " محبوبِ الٰہی! یہ مقامِ وجد نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حقوق العباد کی اہمیت

اسلام کامل اور مکمل دین ہے اور اس کی ہمہ گیری کا یہ عالم ہے کہ یہ حیاتِ انسانی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے عملی زندگی کے بارے میں جو ہدایات دی ہیں۔ انھیں بنیادی طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک وہ جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، یعنی بندوں پر اللہ تعالےٰ کا کیا حق ہے اور اس باب میں ان کے فرائض کیا ہیں؟

دوسرا حصّہ وہ ہے جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ جس میں اس امر پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ بندوں پر دوسرے بندوں کے اور عام مخلوقات کے کیا حقوق ہیں اور اس دنیا میں جب ایک انسان کا دوسرے انسان یا کسی بھی مخلوق سے واسطہ اور معاملہ پڑتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا کیا رویّہ ہونا چاہیے اور اس باب میں اللہ کے احکام کیا ہیں۔ یہاں یہ خصوصی طور پر قابلِ ذکر بھی ہے اور غور و فکر کی مستحق بھی کہ اگر اللہ تعالےٰ کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی یا تقصیر ہو جائے تو وہ غفور الرحیم ہے۔ اگر چاہے تو اپنے حقوق کو خود معاف فرمادے، لیکن اگر ایک بندہ کسی بندہ کی حق تلفی کرتا ہے یا ظلم و زیادتی کرتا ہے تو اس کی معافی اور اس سے نجات و سبکدوشی کا معاملہ اللہ تعالےٰ نے یوں مقرر فرمایا۔ یا تو حقدار کا حق ادا کر دیا جائے یا اس سے معافی حاصل کر لی جائے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی بات اس دنیا میں نہ ہو سکی تو آخرت میں لازماً اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

حقوق العباد کی اہمیت اور اس معاملہ میں کوتاہی کی سنگینیت کا اندازہ حضور

marfat.com

Marfat.com

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے لگایا جا سکتا ہے ۔ آپ نے فرمایا جس کسی نے اپنے کسی بھائی ظلم و زیادتی کی ہو ۔ اس کی آبرو ریزی کی ہو یا کسی اور معاملہ میں اس کی حق تلفی کی ہو تو اس کو چاہیئے کہ آج ہی اور اسی زندگی میں اس سے معاملہ صاف کر لے ۔ آخرت کے اس دن کے آنے سے پہلے جب اس کے پاس ادا کرنے کے لیے دینار و درہم کچھ بھی نہ ہوگا ۔ اگر اس کے پاس اعمالِ صالحہ ہوں گے تو اس کے ظلم کے بقدر مظلوم کو دلا دیئے جائیں گے اور اگر وہ نیکیوں سے بھی خالی ہاتھ ہوگا تو مظلوم کے کچھ گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے ۔ (بخاری)

بیہقی کی حدیث میں آپ کا ارشاد ہے ۔ گناہوں کی ایک فہرست وہ ہے جس کو اللہ تعالےٰ انصاف کے بغیر نہ چھوڑے گا ۔ وہ بندوں کے باہمی مظالم اور حق تلفیاں زیادتیاں ہیں ۔ ان کا بدلہ ضرور دلایا جائے گا ۔ (بیہقی) قرآنِ پاک میں ارشادِ باری ہے :۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ

اللہ تعالےٰ عدل و احسان کا حکم کرتا ہے

سورۂ نحل میں فرمایا :۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓی اَھْلِھَا

بیشک اللہ تعالےٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے مالکوں کے حوالے کردو ۔

ان دونوں آیتوں کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس میں ہر قسم کے معاملات خواہ ان کا تعلق معاش و مال سے ہو یا باہمی نزاعات سے ، جیسے تجارت ، نجارت ، قرض ، ہبہ ، وصیت ، قضا ، شہادت ، وکالت اور محنت و مزدوری ان معاملات میں عدل و انصاف سے کام لینے اور امانت و دیانت کا دامن

marfat.com

Marfat.com

تھامے رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح امانت کا تعلق صرف مالی اشیاء ہی سے نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے بلکہ قانونی، اخلاقی اور مالی امانت تک وسیع ہے۔ اگر کسی کا بھید آپ کو معلوم ہے تو اسے چھپانا اور اسے رسوائی سے بچانا بھی امانت ہے۔ کسی مجلس میں آپ نے دوسروں کے متعلق باتیں سن لیں تو اسے اسی مجلس تک محدود رکھنا اور دوسروں تک پہنچا کر فتنہ و فساد کھڑا کرنے کا باعث نہ بننا بھی امانت ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص کسی کا ملازم ہے تو اسے نوکری کی شرائط کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس کرنا اور اسے انجام دینا بھی امانت ہے۔

قرآنِ مجید میں اچھے مزدور کی تعریف "القوی الامین" کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مزدور میں دو صفات کا ہونا ضروری ہے۔ اوّل یہ کہ وہ قوی ہو یعنی جس کام کے کرنے کی اس نے ذمہ داری قبول کی ہے۔ اس کام کو کر سکے۔ دوسرے امین ہو یعنی کام کرنے میں امانت و دیانت کا دامن تھامے رکھے۔ اور پوری ذمہ داری سے اپنے فرائض کو ادا کرے۔ آج کے دور میں مزدور اور کارخانہ دار کی کشمکش جس خطرناک موڑ تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مزدور حضرات اپنی ذمہ داری کو محسوس نہیں کرتے اور کام کے بغیر زیادہ سے زیادہ معاوضہ اور مراعات حاصل کرنے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں اور کارخانہ دار مزدور کو اس کی پوری مزدوری ادا کرنے میں حیل و حجت کرتے ہیں اور شرائطِ ملازمت کا لحاظ و پاس نہیں کرتے۔ حالانکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے مزدور کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دو (ابن ماجہ) اور بخاری شریف کی حدیث میں ارشاد ہے:۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ تین شخص وہ ہیں جن کا قیامت کے دن میں خصم ہوں گا۔ یعنی ان سے مطالبہ کروں گا۔ ایک وہ جس نے میرا نام لے کر معاہدہ کیا۔ پھر اس

marfat.com

Marfat.com

عہد کو توڑ دیا۔ دوسرا وہ جس نے آزاد کو بیچا اور اس کا ثمن کھایا۔ تیسرا وہ جس نے مزدور رکھا اور اس سے پورا کام لیا اور اس کی مزدوری نہیں دی۔

بہرحال معاشرہ میں توازن و اعتدال کے قیام اور طبقاتی کشمکش کے مکمل استیصال کے لیے یہ ضروری ہے کہ مزدور اور کارخانہ دار دونوں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں اور اس سلسلہ میں اللہ تعالٰے اور اس کے مقدس رسول نے جو ہدایات دی ہیں ان پر پوری دیانتداری کے ساتھ عمل کریں۔

فضائل و برکاتِ قرآن

حضور سرور انبیاء حبیب کبریا محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثنار کو پیشگاہِ الٰہی سے جو معجزات و آیات اور دلائل و براہین عطا ہوئے۔ ان میں سب سے بڑا معجزہ قرآن مجید ہے۔ جب کفار نے حضور سے معجزہ طلب کیا تو سورۂ عنکبوت میں اللہ تعالٰی نے ان کے جواب میں فرمایا۔

اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

کیا ان کو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے اس پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے۔

دیگر انبیاء کرام کے معجزات کو وہ شان و شوکت حاصل نہیں ہے۔ جو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو ملی ہے توریت و انجیل اور زبور آیات و بینات کا خزینہ تھیں۔ مگر انھیں دوام و اثبات نہ مل سکا۔ ان آسمانی کتابوں میں تغیر و تبدل، تحریف و نقصان پیدا ہوگیا۔ برخلاف اس کے قرآن مجید حضور علیہ السلام کا وہ عظیم

marfat.com
Marfat.com

وجلیل ــــــ معجزۂ اعظم ہے جو قیامت تک دنیا میں قائم و باقی رہے گا اور اس کے اثرات بھی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والے ہیں۔ دیگر انبیاء کرام کو جو معجزات عطا ہوئے ان میں سے کسی بھی معجزہ کی اللہ تعالیٰ نے تحدی نہیں فرمائی۔ یہ فضل و شرف اور اکرام و اجلال تو صرف حضور ہی کے معجزۂ عظیم قرآنِ مجید کو حاصل ہے۔ جس کی اللہ تعالےٰ نے تحدی فرمائی ہے اور اعلان عام کیا ہے کہ دنیا ہمیشہ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز و درماندہ رہے گی۔ سورہ بنی اسرائیل میں فرمایا۔ اگر تمام جن و انس مل کر بھی چاہیں کہ اس

لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا — جیسا قرآن بنا لائیں تو نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد پر کیوں نہ ہوں۔

(بنی اسرائیل ۱۰)

تاریخ شاہد ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر گئے۔ ان تیرہ صدیوں کے دن، مہینے اور سالوں میں ایک بھی تو ایسی آواز نہ بلند ہو سکی جو قرآن کی مثال لانے کی مدعی ہو۔ اسی طرح یہ خصوصیت اور عظمت بھی صرف اور صرف حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے معجزے، قرآنِ مجید کے حصہ میں آئی ہے کہ اس آسمانی کتاب کی حفاظت و صیانت کی ذمہ داری خود رب العلمین جل جلالہٗ نے اپنے ذمہ لی ہے۔ سورہ میں فرمایا۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ ــــ ہم نے ہی اس قرآن کو اتارا ہے اور
وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ — ہم ہی اس کی حفاظت بھی ضرور کریں گے۔

قرآنِ مجید کے وجوہِ اعجاز کے بیان و اظہار کے لیے دفتر درکار ہے بلکہ حق یہ ہے کہ قرآن کی معجزانہ شان کے وجوہ کو بیان کرنا ناممکن ہے۔ قرآنِ مجید کی فصاحت و بلاغت الفاظ کی شیرینی اور تاثیر، عربیت، حسنِ کلام، معنیٰ آفرینی، عمیق فلسفہ، قوتِ جذب مضامین میں عدم اختلاف، ہدایت و رہنمائی کا موثر انداز، تفہیم و ترجمانی کے لیے تشبیہ و استعارہ، قصص اور امثال کا استعمال، یہ سب امور قرآنِ مجید کی معجزانہ شان کے آئینہ دار ہیں۔

قرآنِ مجید کی عظمت و فضیلت

دنیا میں جو کچھ ہے خواہ اس کا تعلق عالم شہادۃ سے ہو جیسے انبیاء کرام، کعبہ،

marfat.com

Marfat.com

حجرِ اسود، مقامِ ابراہیم، روضۂ نبوی اور خواہ اس کا تعلق عالمِ غیب سے ہو جیسے لوح و قلم، عرش و کرسی، جنت اور اللہ کے مقرب فرشتے یہ سب معظم و متبرک اور مقدس ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں — لیکن قرآنِ مجید مخلوق نہیں اور نہ ذاتِ باری سے کوئی الگ چیز ہے۔ قرآنِ مجید تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جو اس کی ذاتِ اقدس کے ساتھ قائم ہے۔ اس لیے قرآن تمام مخلوقاتِ الٰہیہ سے افضل و برتر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بے انتہا کرم ہے کہ اس نے اپنے طیب و طاہر رسولِ امین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ وہ کلام ہم تک پہنچایا اور ہمیں اس لائق بنایا کہ اس کی تلاوت کر سکیں اور اپنی زبان سے اس کلامِ الٰہی کو پڑھ سکیں —— حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے :۔

وَفَضْلُ كَلَامِ اللهِ تَعَالٰى عَلٰى سَائِرِ الْكَلَامِ كَفَضْلِ اللهِ عَلٰى خَلْقِهٖ (ترمذی)

اور کلامِ الٰہی (قرآن) کو دوسرے کلاموں پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ قرآن حبل اللہ المتین۔ اللہ سے تعلق کا مضبوط وسیلہ۔ محکم نصیحت نامہ، صراطِ مستقیم اور حقِ مبین ہے جو شخص قرآن کے بغیر ہدایت کو تلاش کرے گا۔ اس کے حصہ میں اللہ کی طرف سے صرف گمراہی آئیگا۔ (ترمذی)

وَاتْلُوْهُ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ

دن اور رات میں قرآن کی تلاوت کیا کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بنی آدم کے قلوب پر اسی طرح زنگ بڑھ جاتا ہے۔ جیسے پانی لگ جانے سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ عرض کیا گیا۔ حضور دلوں کے اس زنگ کو دُور کرنے کا ذریعہ کیا ہے :۔

قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ (بیہقی)

فرمایا موت کو زیادہ یاد کرنا اور قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا۔

marfat.com

Marfat.com

فضائل قرآن

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تم میں اللہ کی کتاب چھوڑ رہا ہوں جس میں نور اور ہدایت ہے۔

فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَاسْتَمْسِکُوْا — تو اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو

(مسلم)

حضور سیّد عالم نورِ مجسّم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا جس شخص کو قرآن خوانی کا شغل دُعا سے روک دے میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔ کلامِ الٰہی کی بزرگی تمام کلاموں پر ایسی ہے جیسے اللہ کی تمام مخلوقات پر۔

فرمایا جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا تو قیامت کے دن اس کے والد کو ایک

اُلْبِسَ وَالِدُہٗ تَاجًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ — ایسا چمکتا ہوا تاج پہنایا جائے گا جس

ضَوْءُہٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ — کی روشنی سورج کی روشنی سے زیادہ

الشَّمْسِ ۔ (ابوداؤد) — ہوگی۔

جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کیا اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا تو اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

وَشَفَّعَہٗ فِیْ عَشَرَۃٍ مِّنْ — اور اس کی شفاعت اس کے اہلبیت

اَھْلِ بَیْتِہٖ کُلُّھُمْ — کے ایسے افراد کے حق میں قبول کی جائے

قَدْ وَجَبَتْ لَہُ النَّارُ — گی جن کے لئے دوزخ واجب ہو

(ترمذی) — چکی ہے۔

قیامت کے روز قرآن رب العلمین کے دربار میں عرض کرے گا۔ میرے پڑھنے والے کو زینت دے تو حافظ کو تاجِ کرامت پہنا دیا جائے گا۔ پھر عرض کرے گا الہٰی اور زیادہ فرما، حافظ کو کرامت کا جوڑا پہنایا جائے گا۔ پھر عرض کرے گا۔ الہٰی اس سے راضی ہو جا۔ اللہ تعالےٰ راضی ہو جائیگا اور فرمائیگا۔ وَیُزَادُ بِکُلِّ اٰیَۃٍ حَسَنَۃً (ترمذی) ایک ایک آیت پڑھتا جا اور درجے حاصل کرتا رہا۔

marfat.com

Marfat.com

وہ شخص جس کے سینے میں قرآن نہ ہو وہ ویران مکان کی طرح ہے۔ (ترمذی)

اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ (بخاری) — قرآن کا ماہر جنت میں رسل ملائکہ کے ساتھ ہوگا۔

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ (بخاری) — تم میں بہترین شخص وہ ہے جو قرآن پڑھے اور قرآن پڑھائے۔

فضائل و برکاتِ قرآن سے متعلق چند احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں :-

"تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم حاصل کرے اور دوسروں کو اس کی تعلیم دے (بخاری) دو آدمی قابلِ رشک ہیں۔ ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی اور وہ دن اور رات اسی میں لگا رہتا ہے۔ دوسرا وہ جسے اللہ نے دولت دی اور وہ دن اور رات میں راہِ خدا میں اس کو خرچ کرتا ہے (مسلم) قرآن کو دلچسپی کے ساتھ پڑھو اور اس میں تدبر کرو فلاح پاؤگے (بیہقی) قرآن کے ماہر (اس کی تلاوت کرنے والے، اس کا درس دینے والے) کو قیامت کے دن انبیاء و رسل حاملِ وحی فرشتوں (سفرۃ الکرام) کی معیت و رفاقت حاصل ہوگی (بخاری و مسلم) سورہ فاتحہ ایسی عظیم البرکت سورۃ ہے کہ اس درجہ کی کوئی سورت کسی پہلی آسمانی کتاب میں نازل نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ قرآن میں بھی اس درجہ کی کوئی دوسری سورت نہیں ہے (ترمذی) آیت الکرسی تمام آیاتِ قرآنیہ کی گویا سردار ہے (ترمذی) جس گھر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے اس میں شیطان نہیں آسکتا۔ (ترمذی) سورہ تبارک نے ایک بندے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے حضور سفارش کی حتیٰ کہ وہ بخش دیا گیا (نسائی و ابن ماجہ و ترمذی) سورہ زلزال نصف قرآن کے برابر۔

قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر اور قل یا ایہا الکافرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے (ترمذی) سوتے وقت سورہ کافرون پڑھنے والا شرک سے محفوظ رہے گا (مسلم) سورہ قل ھو اللہ سے محبت جنت میں پہنچا دے گی (ترمذی) سونے سے قبل

marfat.com
Marfat.com

سورہ قل ھو اللہ سو دفعہ پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ فرماتے گا۔ اے میرے بندے اپنے داہنے ہاتھ سے جنت میں چلا جا (ترمذی) جو شخص کسی رات سورہ آلِ عمران کا آخری رکوع پڑھے گا۔ اس کے لیے پوری رات کی نماز کا ثواب لکھا جاتے گا (دارمی)

مندرجہ بالا احادیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص سورتوں کے فضائل ارشاد فرما کر اس امر کی طرف امت کو متوجہ فرمایا ہے کہ جو لوگ قرآنِ مجید کی بہت زیادہ تلاوت نہیں کر سکتے وہ ان مخصوص سورتوں اور آیتوں کی تلاوت کے ذریعہ بڑے اجر و ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خاص عنایات کے قابل ہو سکتے ہیں۔

خاص خاص آیتوں اور سورتوں کے فضائل و برکات

حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص خاص سورتوں اور آیتوں کے فضل و برکات جن احادیث میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ان میں سے چند احادیث کا خلاصہ یہ ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا :۔

سورۃ فاتحہ مجھے اس ذاتِ مقدس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ سورۃ فاتحہ کے مرتبہ کی کوئی سورت نہ تو توریت میں ہے نہ انجیل میں۔ نہ زبور میں اور نہ قرآن میں (ترمذی) یعنی سورۃ فاتحہ ایسی عظیم الشان اور عظیم البرکت سورت ہے کہ اس درجہ کی سورت کسی آسمانی کتاب میں نازل نہیں ہوئی اور قرآن میں اس درجہ کی کوئی دوسری سورت نہیں ہے۔ سورہ فاتحہ قرآن کے تمام مضامین کا مجموعہ ہے۔ اسی لیے اسے ام القرآن بھی کہتے ہیں۔

معوذتین نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ آج رات جو آیتیں مجھ پر نازل ہوئی۔ ان کی مثل نہ کبھی دیکھی گئیں اور نہ سُنی گئیں۔ (اور وہ) قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب النّاس ہیں (مسلم) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ ایک سفر

marfat.com

Marfat.com

میں تھا۔ حجفہ اور ابواء کے درمیان اچانک آندھی آگئی اور سخت اندھیرا چھا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں سورتیں (معوذتین) پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے لگے (ابو داؤد) حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول کریم علیہ السلام جب رات کو آرام فرمانے کے لیے اپنے بستر پر تشریف لے جاتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا لیتے اور قل ھو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے اور اپنے ہاتھوں پر پھونکتے اور جہاں تک ممکن ہوتا اپنے سر مبارک اور چہرہ اقدس اور جسم پر ہاتھ پھیرتے۔ (بخاری)

سورہ زلزال - کافرون - اخلاص

سورہ اذا زلزلت نصف قرآن کے برابر ہے اور قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے اور قل یا ایھا الکفرون چوتھائی قرآن کے برابر ہے (ترمذی)

قل ھو اللہ احد تہائی قرآن کے برابر ہے (ترجس نے یہ سورہ رات میں پڑھی اس نے گویا تہائی قرآن پڑھ لیا (مسلم)

جو شخص سونے سے قبل سو مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔ اے میرے بندے اپنے داہنے ہاتھ پر جنت میں چلا جا۔ (ترمذی)

سورۃ الکھف، یٰسین، سورہ تبارک، سورہ تکاثر

۱۔ جو شخص جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھے۔ اس کے لیے نور روشن ہو جاتے گا دو جمعوں کے درمیان (بیہقی)

۔ جس نے اللہ کی رضا کے لیے سورۂ یٰسین پڑھی۔ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتے جائیں گے۔ فَاقْرَءُوْهَا عِنْدَ مَوْتَاكُمْ تبارک

marfat.com
Marfat.com

سورۃ مرنے والوں کے پاس پڑھا کرو۔ (بیہقی) عند موتاکم کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ مرنے والے کے پاس اس کے آخری وقت میں سورہ پڑھی جائے جیسا کہ معمول ہے دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قبر پر یہ سورت پڑھی جائے تاکہ اس کی مغفرت کا وسیلہ بن جائے ۳۔ جو شخص علی الصبح سورہ یٰسین کی تلاوت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں پوری فرمائے گا (دارمی) ۴۔ قرآنِ پاک کی ایک سورۃ جو تیس آیتوں پر مشتمل ہے اس نے ایک بندے کے حق میں اللہ تعالیٰ کے سفارش کی۔ حتیٰ کہ وہ بخش دیا گیا اور وہ سورہ تبارک الذی بیدہ الملک ہے۔ (ترمذی) ۴۔ سورہ الھاکم التکاثر کی تلاوت کا ثواب قرآنِ مجید کی ایک ہزار آیتوں کی تلاوت کے برابر ہے۔

آلِ عمران

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جو شخص کسی رات کو آل عمران کی آخری آیات پڑھے گا اس کے لیے پوری رات کی نماز کا ثواب لکھا جائے گا (دارمی) آخر آل عمران سے مراد ان فی خلق السمٰوٰت والارض سے ختم سورہ تک کی آیات مراد ہیں۔

سورہ بقرہ

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ سورہ بقرہ کی آخری آیتیں (آمَنَ الرَّسُوْلُ سے ختم سورۃ تک) یہ آیتیں اللہ عزوجل کی رحمت کے ان خاص الخاص خزانوں میں سے ہیں جو اس کے عرشِ عظیم کے تحت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیاتِ رحمت اس امت کو عطا فرمائی ہیں۔ یہ دنیا و آخرت کی ہر بھلائی اور خیر کو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں (دارمی) سورہ بقرہ کی آخری آیات جس نے تہجد میں پڑھیں۔ اس کے لیے یہی کافی ہیں (بخاری و مسلم) ——— قرآن میں سب سے بلند و بالا سورہ بقرہ ہے اور اس میں آیت الکرسی تمام آیاتِ قرآنی کی سردار ہے۔ جس گھر میں (خاص طور پر) سورہ بقرہ پڑھی جائے۔ اس گھر میں شیطان نہیں آسکتا۔ (ترمذی)۔

marfat.com

Marfat.com

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ جس نے قرآنِ مجید کا ایک حرف پڑھا۔ اس نے ایک نیکی کمائی اور ہر ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے :۔

لَا اَقُوْلُ "الٓمّٓ" حَرْفٌ۔ اَلِفٌ	میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف
حَرْفٌ وَّلَامٌ حَرْفٌ وَّمِیْمٌ	ہے بلکہ الف ایک حرف ہے۔ لام ایک
حَرْفٌ (ترمذی)	حرف ہے اور میم ایک حرف۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ بندہ اخلاص کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا ہے تو حروفِ تہجی کے ہر حرف کی تلاوت ایک نیکی شمار ہوگی اور یہ ایک نیکی اجر و ثواب کے لحاظ سے دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ حدیث میں فرمایا۔ میں نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ب ایک حرف ہے۔ س ایک حرف ہے۔ م ایک حرف ہے اور میں نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ ا۔ ل۔ م الگ الگ حرف ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ الٓمّٓ کی تلاوت کرنے والے کو تیس نیکیوں کے برابر ثواب عطا ہوگا۔ یعنی ایک نیکی کا ثواب دس نیکیوں کے برابر۔ اس امر کو قرآنِ مجید نے بھی صریح طور پر بیان کیا ہے۔ سورۂ انعام میں ارشادِ خداوندی ہے :۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ	جو بندہ ایک نیکی لے کر آئیگا۔ اس کو اس
اَمْثَالِهَا (انعام : ۲۰)	جیسی دس نیکیوں کا ثواب دیا جائیگا۔

مذکورہ بالا حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قرآن کی عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی شخص اس کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھے بغیر بھی تلاوت کرتا ہے تو صرف تلاوت بھی باعثِ اجر و ثواب ہے۔ یعنی قرآن کی تلاوت کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ تلاوت معنیٰ و مفہوم کو سمجھ کر ہی ہو کیونکہ الٓمّٓ اور سارے حروفِ مقطعات (کھیٰعص، الٓمّٓ، حٰمٓ، یٰسٓ، حٰمٓعٓسٓقٓ) کی تلاوت معنیٰ و مفہوم کو سمجھے بغیر ہی

marfat.com
Marfat.com

کی جاتی ہے اور حدیثِ مذکورہ نے صراحتہً اس امر کی نشاندہی کی ہے کہ ان حروف کی صرف تلاوت کرنے والوں کو بھی ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ اگرچہ یہ بات واضح ہے کہ قرآن کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھنے کی تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔ یہ بھی درست ہے کہ قرآنِ مجید کے معنیٰ و مفہوم کو سمجھ کر اس کی تلاوت نور علیٰ نور ہے اور بیشمار دینی و دنیوی حسنات و برکات کا موجب ہے۔ جب تک آیاتِ قرآنیہ کے مطالب و معنی کو نہ جانا جائے یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کیا ہیں؛ اور قرآن ہم سے کیا چاہتا ہے؛ مگر اس کے باوجود محض اس وجہ سے کہ ترجمہ نہیں جانتا تلاوتِ قرآن کو ترک کر دینا شرعاً غلط ہے اور اسی طرح یہ خیال بھی غلط ہے کہ معنیٰ سمجھے بغیر تلاوت بیکار ہے۔

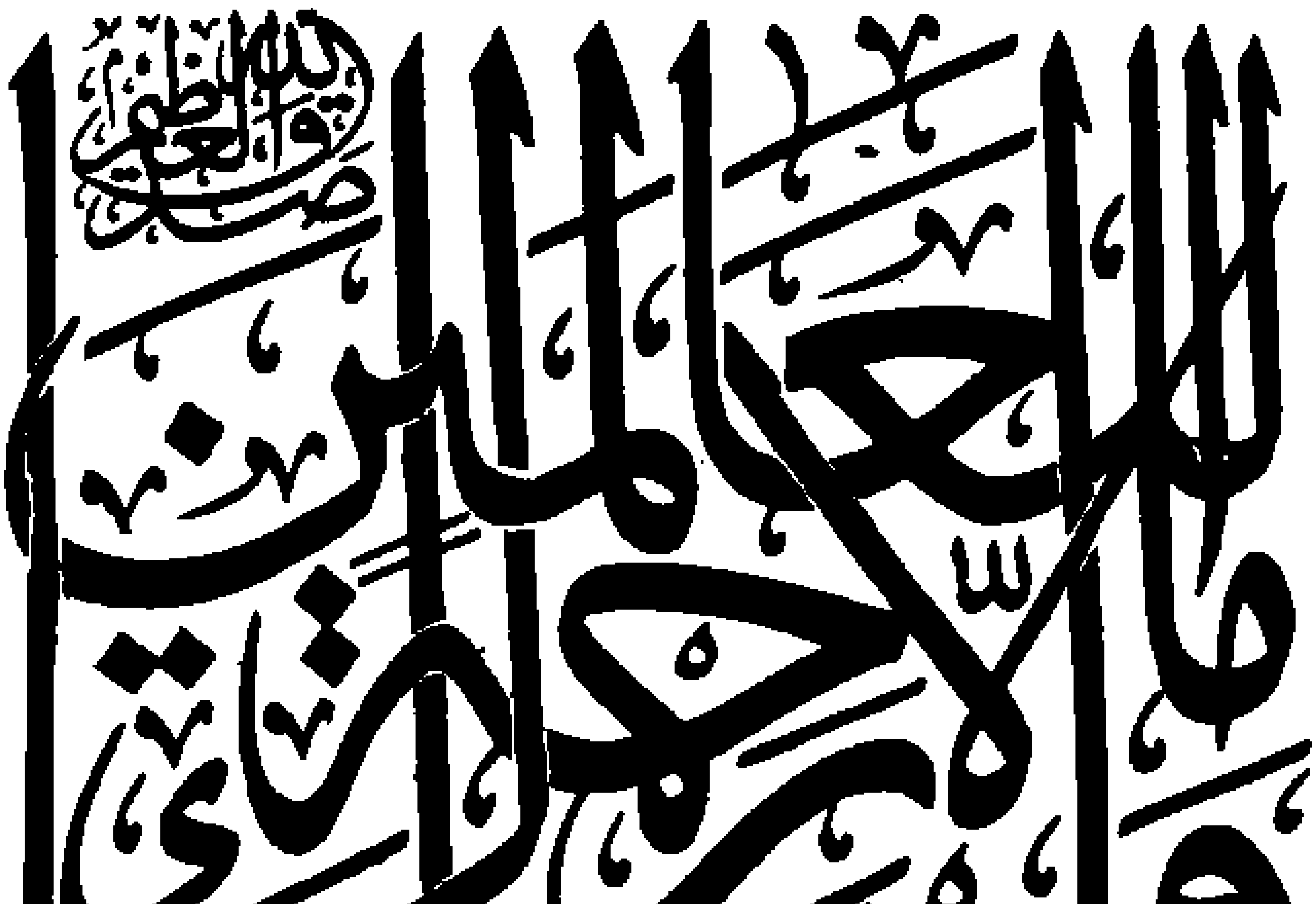

marfat.com
Marfat.com

جواہر پارے

عقائدِ اسلامی

۱۔ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ مَّاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (مسلم)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ جنت میں داخل ہوا۔

دینِ اسلام عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق کا مجموعہ ہے اور ان میں ایمان و عقیدہ کو مرکزی و بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ قرآنِ مجید نے ایمان کو اعمال کی اساس قرار دیا ہے اور ایمان سے محروم افراد کی مثال اس راکھ سے دی ہے جسے ہوا کے جھونکے اُڑا کر فنا کر دیں اور اس کا وجود باقی نہ رہے۔ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے ارشادات میں ان اُمور کی بھی نشاندہی کی ہے۔ جنہیں دل سے تسلیم کرنے اور زبان سے اقرار کرنے سے آدمی دائرہ اسلام میں داخل ہوتا ہے۔ حدیثِ مذکورہ میں بھی ایمانیات کے ایک اہم جزء ایمان باللہ کا ذکر ہے۔ مطلبِ حدیث یہ ہے کہ جس شخص کا خاتمہ اس حال میں ہوا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے وجود اور اس کے معبودِ برحق ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ اس حدیث میں اس حقیقت کا بیان بھی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ میں ابتداء کا نہیں انتہا کا اعتبار ہے اور نجات کے لیے ایمان پر خاتمہ شرط ہے۔ ایک شخص ابتداء میں کفر و ایمان میں مبتلا رہا ہے اور پھر توبہ کر کے

marfat.com
Marfat.com

ایمان باللہ کی دولت پالیتا ہے اور تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لے آتا ہے اور اسی ایمان و ایقان پر اس کا خاتمہ بھی ہوتا ہے تو وہ نجات کا مستحق ہے۔ اور جنت کا وارث۔ بلکہ اس باب میں اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم کا یہ عالم ہے کہ جب ایک شخص ایمان باللہ کی دولت پالیتا ہے تو اس کی سابقہ زندگی کے تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

اِنَّ الْاِسْلَامَ یَهْدِمُ مَا کَانَ قَبْلَهٗ (مسلم)

قبولِ اسلام سے زمانہ کفر کے تمام گناہ ختم ہو جاتے ہیں

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حدیثِ ہذا میں اگرچہ صرف ایمان باللہ کا ذکر ہے۔ مگر ایمان باللہ کے عنوان میں دینِ اسلام کی تمام باتیں شامل ہیں، داخل ہیں کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذاتِ اقدس پر ایمان رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے ارشادات و احکامات کی صمیمِ قلب کے ساتھ تصدیق کی جائے۔ اگر کوئی شخص اللہ تعالےٰ کی ذاتِ اقدس پر ایمان کا دعویٰ کرے مگر اس کے ارشاد و حکم کی تصدیق نہ کرے تو ایسا شخص مومن باللہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ایمان باللہ کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کی ذات پر ایمان کے ساتھ انبیاء، ملائکہ، تقدیر، کتبِ سماویہ، یومِ آخرت، حشرونشر، جنت و دوزخ، نماز روزہ، حج و زکوٰۃ کی فرضیت غرضیکہ تمام ضروریاتِ دین پر ایمان لایا جائے اور ہر اس بات کا اقرار اور تصدیق کی جائے۔ جسے اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے دین کی ضروری باتیں قرار دیا ہے۔ اس طرح ایمان باللہ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے مقدس رسول کے احکام کو عملی طور پر قبول کیا جائے اور اپنی زندگی کے ہر لمحہ کو شریعتِ اسلامیہ کے مطابق گزارا جائے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالےٰ نے حضور علیہ السلام کی ذاتِ پاک کو روشنی کا مینار قرار دے کر آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے اور آپ کی

marfat.com

Marfat.com

سیرتِ طیبہ کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَة

تمہارے لیے رسولِ کریم میں بہترین نمونہ ہیں

اس لیے جنّت کا وارث اور نجات کامل کا مستحق وہی شخص ہے جو دین کی تمام ضروری باتوں پر ایمان لانے کے بعد عملِ صالح کو اختیار کرے اور شریعتِ اسلامیہ کی پابندی کرے دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں عقائدِ اسلامیہ پر ثابت قدم رکھے اور شریعتِ محمدیہ پر عمل کرنے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔

رحم و رافت

صحابی رسول حضرت جریر ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

۲۔ لَا يَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا، جو لوگوں پر رحم نہ کرے

انسان کے بنیادی اخلاق میں سے رحم بھی ایک نہایت اعلیٰ اور اچھی صفت ہے۔ اس کی اہمیت کا یہ عالم ہے کہ دنیا میں جو بھی نیکی کے کام ہو رہے ہیں۔ وہ سب کے سب جذبۂ رحم ہی کے رہینِ منّت ہیں اور جہاں کہیں ظلم، سنگدلی اور شقاوت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ وہ بھی اس جذبۂ رحم کے فقدان کا نتیجہ ہے۔ اسلام کی اخلاقی تعلیم میں بھی رحم کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جذبۂ رحم کو بروئے کار لانے کے لیے داعی اسلام حضور سرورِ انبیاء محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا نے جو ہدایات دی ہیں وہ ایسی جامع ہیں کہ تاریخ مذاہبِ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے دینِ حق اسلام کی دعوت و ہدایت لے کر تشریف لائے۔ جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو قبول کیا۔ وہ اسلامی برادری یا امتِ مسلمہ کے نام سے موسوم ہوئی حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلامی برادری سے منسلک انسانوں کو خاص طور پر

marfat.com
Marfat.com

یہ ہدایت دی کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں۔ باہم خیرخواہ اور خیراندیش، معاون و مددگار بن کر رہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں اور اپنے درمیان رحم و رافت کی فضا کو مضمحل نہ ہونے دیں۔ اس تعلیم کی ہدایت کی ضرورت اس لیے بھی تھی کہ اسلام قبول کرنے والے مختلف ملکوں، نسلوں اور طبقوں کے لوگ تھے۔ جن کے رنگ، مزاج، تمدن و تہذیب اور زبانیں مختلف تھیں۔ نبی کریم علیہ السلام نے انہیں ہدایت کی اور فرمایا:۔

"ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک مضبوط عمارت کا سا ہے۔
اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے" (بخاری)

مسلم شریف کی حدیث میں فرمایا۔ سب مسلمان ایک شخصِ واحد کی طرح ہیں۔ اگر اس کی آنکھ دکھے یا سر میں تکلیف ہو تو سارا جسم دکھ محسوس کرتا ہے۔ بخاری شریف کی حدیث میں فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔ نیز فرمایا۔ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ نہ خود اس پر ظلم کرے نہ دوسروں کا نشانۂ ظلم بننے کے لیے اس کو بے یار و مددگار چھوڑے۔ جو کوئی ضرورت مند مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی پریشانی سے نجات عطا فرمائے گا۔ (بخاری و مسلم)

اسلامی رشتے ناطے کی بنیاد پر دنیا کے مسلمانوں میں جو رحم و رافت کا نظام قائم ہوا اور جس کے مناظر آج بھی اس گئے گزرے دور میں نظر آجاتے ہیں۔ حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ اور اسلام کی حقانیت و جاذبیت کی دلیل ہے۔ مذاہب کی تاریخ میں یہ تصور صرف داعی اسلام ہی نے دیا ہے کہ قومیں رنگ، نسل زبان اور وطن سے نہیں۔ بلکہ دین و مذہب سے بنتی ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ مختلف طبقوں، نسلوں اور مختلف زبانوں کے حامل مسلمانوں کے درمیان اخوت و محبت کا پیدا ہو جانا ایک فطری بات

marfat.com

Marfat.com

ہے۔ جب کچھ لوگ ایک نظریہ کو قبول کر کے ایک جماعت یا گروہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو ان کے درمیان پیار و محبت کا ماحول پیدا ہو ہی جاتا ہے۔ مگر یہ بات صرف کہنے کی حد تک ہی ہے۔ کیونکہ تاریخ شاہد ہے۔ دیگر مذاہب کے ماننے والوں میں ہمدردی و غمگساری کی وہ اعلیٰ کیفیت نہ کبھی پہلے دیکھنے میں آئی ہے اور نہ ہی آج دکھائی دیتی ہے۔ جو اُمّتِ مسلمہ میں محض دین و مذہب یعنی اسلام کی وجہ سے پائی جاتی ہے۔ حضور علیہ السلام نے رحم و رافت کو محدود نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ نے بلا تفریقِ رنگ و نسل و مذہب تمام بنی نوعِ انسان بلکہ اللہ تعالےٰ کی تمام مخلوقات سے ترحم کا معاملہ کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ چنانچہ زیرِ بحث حدیث میں فرمایا:-

لَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ

اس شخص پر اللہ تعالےٰ رحم نہیں فرمائے گا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا

ترمذی شریف کی حدیث میں فرمایا:-

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (ترمذی)

تم زمین کی مخلوق کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا

پہلی حدیث میں "ناس" کا لفظ ہے جو تمام بنی نوع انسان کے لیے استعمال ہوا ہے دوسری حدیث میں مَن فی الارض کے الفاظ ہیں۔ جس کے دائرے میں تمام مخلوقِ الٰہی حیوان، انسان، جمادات، نباتات وغیرہ شامل و داخل ہیں۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اسلام ہر اس چیز پر رحم کرنے اور ترحم کا معاملہ کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ جس سے کسی مرحلہ میں انسان کا واسطہ پڑتا ہے۔ اس ترحم کی وسعت کو بیان کرنے کے لیے دفتر درکار ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مخلوقاتِ الٰہی چونکہ مختلف النوع والجنس ہیں۔ اس لیے ان کے ساتھ ترحم کے معاملہ کی کیفیت و نوعیت بھی مختلف ہوگی۔

مثلاً انسان پر رحم کے یہ معنیٰ ہیں کہ اس کے حقوق کی پاسداری کی جائے اور اسے

marfat.com

Marfat.com

حق و صداقت پر چلنے کی تلقین کی جائے۔ جانوروں پر رحم کے یہ معنی ہیں کہ ان بے زبان جانوں کو نہ بھوکا پیاسا رکھا جائے اور نہ ان سے ایسی مشقت لی جائے۔ جس کے وہ متحمل نہ ہو سکیں۔ جمادات، نباتات اور معدنیات حتیٰ کہ پتھر، پانی اور گھاس پر رحم کے یہ معنی ہیں کہ انہیں فضول ضائع نہ کیا جائے بلکہ تمام اشیاء کو انسانی فائدہ کے لیے استعمال کیا جائے۔

(۳) مہمان نوازی

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کیلیے روشنی کا مینار بنایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے اُسوۂ حسنہ سے حیاتِ انسانی کے ہر موڑ پر رہنمائی ملتی ہے مہمان اور مہمان نوازی سے بہرحال ہر شخص کو سابقہ پڑتا ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول و عمل سے مہمان اور مہمان نوازی کے آداب سے بھی اپنی امت کو آگاہ فرمایا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیُكْرِمْ ضَیْفَهٗ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلَا یُؤْذِ جَارَهٗ وَمَنْ كَانَ یؤمن بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمِتْ وَمَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْیَصِلْ رَحِمَهٗ (بخاری و مسلم)

جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ مہمان کا اکرام کرے۔ جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو شخص اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا چُپ رہے اور جو شخص اللہ اور

marfat.com
Marfat.com

قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔

جب تک معاشرہ میں اعتدال و سکون کی فضا قائم نہ ہو اس وقت تک کوئی قوم نہ تو ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی سکون کی زندگی گزار سکتی ہے۔ اس حدیث میں جن امور کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اگر ہم انہیں عملی طور پر قبول کر لیں تو معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن سکتا ہے۔ یہ حدیث چار ہدایتوں پر مشتمل ہے:۔

اوّل یہ کہ مہمان کا اکرام کیا جائے۔ یعنی مہمان کی مہمان نوازی خوش دلی سے کی جائے اور مہمان کو اللہ کی رحمت تصور کیا جائے۔

دوم یہ کہ پڑوسی کے حقوق کا خاص طور پر خیال رکھا جائے اور ہر اس فعل سے پرہیز کیا جائے جس سے پڑوسی کی (بلا وجہ شرعی) دلآزاری ہو یا اسے کسی قسم کا نقصان ہو۔

سوم یہ کہ گفتگو کا انداز ناصحانہ و مشفقانہ ہو، جارحانہ انداز نہ اختیار کیا جائے۔ اور اگر بھلی بات کہنے کا سلیقہ نہ ہو تو بہتر یہی ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔

چہارم یہ کہ اپنے عزیزوں، رشتہ داروں سے محبت و اُلفت کی فضا کو بہر صورت قائم رکھا جائے۔ ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنا اور حتی المقدور ان کی امداد و اعانت کرنا ہر مسلمان کا اخلاقی فرض ہے۔ اس سلسلہ میں نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ رشتہ داروں سے نیک سلوک کرنے سے عمر میں برکت، رزق میں زیادتی اور بُری موت سے نجات ملتی ہے (حاکم)

نیز فرمایا کہ دنیا و آخرت میں بہترین اخلاق یہ ہے کہ تم اس کو ملاؤ جو تمہیں جدا کرے اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کر دو۔ اگرچہ فی زمانہ دینی تعلیم سے بے خبری کی وجہ سے اس قسم کے کردار کا مظاہرہ کرنا ہمیں مشکل نظر آتا ہے۔ تاہم ہمارے مقدس رسول کی تعلیم یہ ہے کہ اندھیرے میں چراغ جلاؤ۔ کوئی نیکی کا بدلہ کیا دیتا ہے اس سے بے نیاز ہو کر نیکی کرو۔

marfat.com

Marfat.com

حیاء و فحش

حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم حکیم انسانیت ہیں۔ جیسے آپ کی نبوت وہبی ہے۔ ایسے ہی آپ کا علم و فضل بھی وہبی ہے۔ کسی انسانی فکر و عمل کا رہینِ منت نہیں۔ بلکہ عطیہ الٰہی اور خاص فیضِ ربانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخلوقِ خدا کی ہدایت اور فلاح کے لیے آپ کے ارشادات علم و حکمت کا خزینہ ہیں اور اپنی جامعیت اور تاثیر میں بے نظیر۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے :۔

۴۔ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا کَانَ الْفُحْشُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا شَانَہٗ وَ مَا کَانَ الْحَیَاءُ فِیْ شَیْءٍ اِلَّا زَانَہٗ (ترمذی)

رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس چیز میں فحش ہو وہ اس چیز کو عیب دار کر دیتا ہے اور جس چیز میں حیاء ہو وہ اسے حسین بنا دیتا ہے۔

اس حدیث میں " شی " کا لفظ ہے۔ جس کا اطلاق ہر ممکن پر ہوتا ہے۔ یعنی' اللہ تعالےٰ کی ذات کے سوا جو کچھ ہے وہ "شی" ہے۔ "شیٔ" میں جمادات و نباتات' جن اور انسان سب ہی شامل و داخل ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان میں تو حیاء اور فحش کا تصوّر ممکن ہے۔ کیونکہ وہ عقل و شعور کا مالک ہے مگر جمادات و نباتات میں حیاء و فحش کے اوصاف کا ہونا ممکن نہیں ہے۔ جواب یہ ہے۔ اس حدیث میں جس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے۔ اسے مزید قوت اور اہمیت دینے کے لیے بطور مبالغہ فرمایا گیا ہے کہ بالفرض پتھر جو جماد محض ہے۔ حیاء سے متصف ہو جائے تو حیاء اس میں بھی حُسن پیدا کر دے گی اور اگر اس میں فحش پیدا ہو جائے تو وہ اسے عیب دار کر دے گی۔ جب پتھر کی یہ کیفیت ہے تو انسان جو عقل و شعور کا مالک اور مکلّف ہے اس میں حیا جیسی صفت حُسن پائی جائے تو وہ یقیناً اس میں حُسن پیدا کر دے گی۔

marfat.com

Marfat.com

حیاء۔ ایک ایسا وصف ہے جس کی بدولت انسان میں عفت، پاکیزگی، مروّت، شرم، احسان، سخاوت، امانت، دیانت ایسی اخلاقی خوبیوں کی پرورش ہوتی ہے۔ گناہوں سے پرہیز اور اخلاقِ حسن کی طرف میلان حیاء ہی کا رہینِ منت ہے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ حیا باعث زینت ہے۔

اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ

حیاء سے صرف بھلائی آتی ہے (بخاری)

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ حیاء کا تعلق صرف اپنے ہم جنسوں کے ساتھ خاص نہیں ہے جیسا کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے جو اپنے بڑوں کا ادب نہ کرے۔ ان کے سامنے بے حیائی کے کام کرے وہ بے حیاء ہے۔ بیشک اپنے ہم جنسوں سے بھی حیا کرنی چاہیئے۔ لیکن سب سے زیادہ جس سے حیا ہمیں ہونی چاہیئے۔ وہ ہمارا خالق و پروردگار ہے۔ اس لیے سب سے زیادہ بے حیاء وہ قرار پائے گا جو اپنے خالق سے نہیں شرماتا اور یہ جاننے کے باوجود کہ اللہ تعالٰے ہر وقت مجھے اور میرے افعال کو بے حجاب دیکھتا اور میری باتوں کو بلا واسطہ سُنتا ہے۔ اس کے سامنے گناہوں میں ملوّث ہو اور خلافِ شرع حرکتیں کرے۔ جامع ترمذی کی حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اِسْتَحْیُوا مِنَ اللّٰہِ حَقَّ الْحَیَاءِ

اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے کرنی چاہیئے

نیز نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ ایمان کی ستّر سے بھی کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ و افضل تو کلمہ لا الہ الا اللہ کا قائل ہونا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لانا)

وَ اَدْنَاھَا اِمَاطَۃُ الْاَذٰی عَنِ الطَّرِیْقِ وَالْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ

marfat.com
Marfat.com

مِنَ الْاِیْمَانِ (بخاری)

اور ان میں ادنیٰ درجہ کی چیز اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا راستے سے ہٹانا اور حیاء بھی ایمان کی ایک اہم شاخ ہے۔

معلوم ہوا حیاء اور ایمان کے درمیان ایک خاص رشتہ ہے اور انسانی اخلاق میں حیاء کا مقام بہت بلند ہے۔ حیاء ہی سے معاشرہ میں توازن پیدا ہوتا ہے اور حیاء ہی سے حریتِ فکر اور حق بات کہنے کی جرأت پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے حکیمِ کائنات حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حیاء کو اپنانے کا حکم دیا اور ایسی باتوں سے پرہیز اور ایسے اعمال کو اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ جو صفتِ حیا کو مضمحل کریں یا حیاء کے تقاضوں کے خلاف ہوں۔ حدیث زیرِ تفہیم میں فرمایا گیا ہے کہ جس جگہ بھی فحش ہوگا۔ وہ اسے عیب دار کردے گا۔ فحش کے اصلی معنیٰ حد سے گزرنے کے ہیں اور لازمی معنی برائی کے ہیں۔ اسی لیے قرآن و حدیث میں فحش کا لفظ گناہ، بدگوئی حدودِ الٰہی سے تجاوز اور زنا کے لیے استعمال ہوا ہے۔ سورہ نحل میں فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی
وَیَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

اے مسلمانو! اللہ تمہیں انصاف و احسان کرنے قرابت داروں کا حق ادا کرنے اور فحشاء اور منکر سے منع فرماتا ہے۔

فحش ایک نہایت بُری خصلت ہے۔ جب انسان فحش جیسی بُری خصلت کو اپنا لیتا ہے تو اخلاقی قدریں مضمحل ہوجاتی ہیں۔ جھوٹ، وعدہ خلافی، بددیانتی، ظلم، غیبت، بدگوئی، رشوت، تکبّر و غرور، حسد، بغض، کینہ، ناپ تول میں کمی، بہتان، شراب خوری، زنا۔ غرضیکہ تمام اقسام کے گناہ اور تمام بُری خصلتیں فحش کے دائرہ میں داخل ہیں اور حکیمِ کائنات حضور نبی کریم علیہ السلام نے ہمیں ان برائیوں

marfat.com
Marfat.com

اور گناہوں سے پرہیز کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ سب کو شریعتِ اسلامیہ کو عملی طور پر اپنانے کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے۔ آمین

وسوسے منافی ایمان نہیں

آدمی کا دل افکار و خیالات کا گنجینہ ہوتا ہے ماحول کے اثرات سے متاثر ہو کر دل میں طرح طرح کے خیالات آیا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ کبھی ایسے خیالات و خطرات بھی دل و دماغ کو پریشان کرتے ہیں جو شرعی نقطۂ نظر سے ملحدانہ و کافرانہ ہوتے ہیں۔ ایسے خیالات و خطرات کے متعلق حکم یہ ہے کہ جب یہ خیالات وسوسہ کی حد تک رہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر مواخذہ و محاسبہ نہیں ہوتا۔ لیکن جب یہی خیالات و خطرات وسوسہ کی حد سے بڑھ کر اس شخص کا قول و عمل اور عقیدہ بن جائیں تو پھر ان پر مواخذہ ہوتا ہے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰهَ تَجَاوَزَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا وَسْوَسَتْ بِهٖ صَدْرُهَا مَالَمْ تَعْمَلْ بِهٖ اَوْ تَتَكَلَّمْ (رواہ البخاری و مسلم)

اللہ تعالےٰ نے میری اُمت سے دل کے بُرے خیالات اور وسوسوں کو معاف کر دیا ہے۔ ان پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ جب تک ان پر عمل نہ ہو اور زبان سے نہ کہا جائے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلُوْهُ اِنَّا نَجِدُ فِیْ اَنْفُسِنَا مَا يَتَعَاظَمُ اَحَدُنَا اَنْ يَّتَكَلَّمَ بِهٖ ؟ قَالَ اَوَقَدْ وَجَدْتُّمُوْهُ قَالُوْا نَعَمْ ! قَالَ ذَالِكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانَ۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

marfat.com
Marfat.com

میں سے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دریافت کیا کہ ہمارا حال یہ ہے کہ بعض اوقات ہم اپنے دلوں میں ایسے بُرے خیالات اور وسوسے پاتے ہیں کہ ان کو زبان سے کہنا بھی بہت بُرا اور بہت بھاری معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کیا واقعی تمہاری یہ حالت ہے؟ اُنھوں نے عرض کیا۔ ہاں یہی حال ہے۔ آپ نے فرمایا یہ تو خالص ایمان ہے۔

یعنی اگر کسی شخص کی یہ کیفیت ہو کہ وہ دین اور شریعت کے خلاف وساوس سے اتنا گھبرائے اور ایسا پریشان ہو کہ زبان سے ادا کرنا بھی اس کو گراں ہو تو یہ خالص ایمانی کیفیت ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَآءَہٗ رَجُلٌ فَقَالَ اِنِّیْ اُحَدِّثُ نَفْسِیْ بِالشَّیْءِ لَاَنْ اَکُوْنَ حُمَمَۃً اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَتَکَلَّمَ بِہٖ قَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَدَّ اَمْرَہٗ اِلَی الْوَسْوَسَۃِ (رواہ ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی کہ کبھی کبھی میرے دل میں ایسے بُرے خیالات آتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جانا مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں اُن کو زبان سے نکالوں؛ اس پر آپ نے فرمایا۔ اللہ کے لیے حمد ہے جس نے اس کے معاملہ کو وسوسہ کی طرف لوٹا دیا۔

مطلب یہ ہے کہ جب تمہارا یہ حال ہے کہ تم کو خلافِ اسلام خیالات وخطرات اسقدر تکلیف پہنچاتے ہیں تو اس پر فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ اپنے ربِ کریم کا شکر ادا کرو کہ اس کے فضل وکرم اور اس کی دستگیری نے تمہارے دل کو اُن بُرے خیالات کے قبول کرنے سے بچالیا اور بات وسوسہ کی حد سے آگے نہ بڑھنے دی۔

marfat.com

Marfat.com

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاْتِی الشَّیْطَانُ اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَ کَذَا ؟ مَنْ خَلَقَ کَذَا ؟ حَتّٰی یَقُوْلَ مَنْ خَلَقَ رَبَّکَ فَاِذَا بَلَغَہٗ فَلْیَسْتَعِذْ بِاللّٰہِ وَلْیَنْتَہِ

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا ؟ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا ؟ (یہاں تک کہ یہی سوال وہ اللہ کے متعلق بھی دل میں ڈالتا ہے کہ جب ہر چیز کا کوئی پیدا کرنے والا ہے تو پھر) اللہ کا پیدا کرنے والا کون ہے۔ پس سوال کا سلسلہ جب یہاں تک پہنچے تو چاہیئے کہ بندہ اللہ سے پناہ مانگے اور رُک جائے۔

مقصود یہ بتانا ہے کہ اس قسم کے وسوسے اور سوالات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور جب شیطان اس قسم کے جاہلانہ سوالات دل میں ڈالے تو اس کا علاج یہ ہے کہ بندہ شیطان کے شر سے پناہ مانگے اور اس مسئلہ کو قابلِ توجہ ولائقِ غور ہی نہ سمجھے۔

ایک اور حدیث جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہی سے مروی ہے۔ اس میں فرمایا :-

لَا یَزَالُ النَّاسُ یَتَسَاءَلُوْنَ حَتّٰی یُقَالَ ھٰذَا خَلَقَ اللّٰہُ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰہَ ؟ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِکَ شَیْئًا فَلْیَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ (رواہ البخاری ومسلم)

لوگوں میں ہمیشہ فضول سوالات اور چون وچرا کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہاں تک کہ یہ احمقانہ سوال بھی کیا جائیگا کہ اللہ تعالےٰ نے سب مخلوق کو پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے ؟ پس جس کو اس سے سابقہ پڑے وہ یہ کہہ کر بات ختم کردے کہ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر میرا ایمان ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات یہی سوالات ملحدانہ نظریات رکھنے والے افراد کی طرف سے بھی ہوتے ہیں اور مومن کو چاہیے کہ جب اسے ایسے لوگوں اور ایسے سوالوں سے سابقہ پڑے تو بات یہ کہہ کر ختم کر دے کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر میرا ایمان ہے ۔ اس لیے تمہارے لایعنی و مہمل سوالات بالکل قابلِ غور نہیں جس طرح کسی آنکھ والے لیے یہ سوال قابلِ غور نہیں ہے کہ سورج میں روشنی ہے یا نہیں ۔

کارسازِ ما بافکرِ کارِ ما

حقیقت یہ ہے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کریں اور اسلام کی تعلیمات کو زندگی کے ہر شعبہ میں جاری و نافذ کر دیں تو آج بھی "کارسازِ ما بافکرِ کارِ ما" کا نظارہ اپنی آنکھوں سے کر سکتے ہیں ۔ حضور سیّدِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔

ایک شخص جنگل میں جا رہا تھا اس نے ناگاہ بادل کے ایک ٹکڑے سے یہ آواز سنی کہ :-

فَسَمِعَ صَوْتًا فِیْ سَحَابَۃٍ اِسْقِ حَدِیْقَۃَ فُلَانٍ (مسلم شریف)

فلاں شخص کے کھیت کو سیراب کر

پھر وہ بادل جس سے آواز آئی تھی دوسرے بادلوں سے ہٹ کر ایک پہاڑی پر برسا ۔ پھر یہ پانی اکٹھا ہو کر ایک نالے کے ذریعہ ایک باغ کی طرف بہنا شروع ہوا ۔ آواز سننے والا شخص اس پانی کے تعاقب میں اس باغ میں پہنچا ۔ وہاں اس نے دیکھا کہ ایک شخص کدال سے اپنے باغ کو پانی دے رہا تھا ۔ پھر اس شخص نے باغ کے مالک سے سوال کیا ۔ تم کیا عمل کرتے ہو ؟ میں تے بادل میں

marfat.com

Marfat.com

یہ آواز سُنی تھی کہ فلاں کے باغ کو سیراب کرو۔ اس نے جواب دیا۔ میں باغ کی پیداوار کا جائزہ لیتا ہوں۔ پھر پیداوار کے تین حصے کرتا ہوں۔ ایک حصہ خیرات کر دیتا ہوں۔ دوسرا حصہ

فَاِنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی مَا یَخْرُجُ مِنْهَا فَاَتَصَدَّقُ بِثُلُثِهٖ وَاٰكُلُ اَنَا وَعِیَالِیْ ثُلُثًا وَاَرُدُّ فِیْهَا ثُلُثًا (مسلم)

اپنے اور اپنے اہل و عیال کے کھانے کے لیے رکھ لیتا ہوں اور تیسرا حصہ باغ میں لگا دیتا ہوں۔

دیکھیے! زمین کی پیداوار کی زکوٰۃ نکالنے کی برکت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل کو حکم دیتا ہے کہ اس کے باغ کو سیراب کریں۔

دیانت اور سچائی کا ایک انوکھا واقعہ

دیانت، امانت اور سچائی ایسی صفات ہیں جو انسان کے دل کو سکون دیتی ہیں اور اُلجھنوں اور پریشانیوں سے بچاتی ہیں — اس سلسلہ میں حضور علیہ السلام نے اُمم سابقہ کے ایک شخص کا واقعہ یوں بیان فرمایا ہے کہ ایک شخص نے کسی سے زمین خریدی اور اس زمین میں اسے سونے کا مٹکا ملا۔ خریدار مالکِ زمین کے پاس گیا اور کہنے لگا میں نے صرف زمین خریدی تھی۔ اس سونے کی قیمت آپ کو ادا نہیں کی (لہٰذا یہ سونا تم لے لو) مالکِ زمین نے سونا لینے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے زمین اور جو کچھ اس میں ہے سب تم کو فروخت کر دیا ہے۔ (لہٰذا یہ سونا تم ہی رکھو) بالآخر یہ دونوں کسی ثالث کے پاس اپنا تنازعہ طے کرانے کے لیے لے گئے۔

ثالث نے ان دونوں کی بات سُنی اور کہا تم دونوں کی کوئی اولاد ہے؟ ایک نے کہا میری ایک لڑکی ہے۔ دوسرے نے کہا۔ میرا ایک لڑکا ہے۔ ثالث نے کہا۔

marfat.com
Marfat.com

لڑکی اور لڑکے کا باہم نکاح کردو اور یہ سونا ان کی

وَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِ وَتَصَدَّقُوْا (بخاری ومسلم)

شادی پر خرچ کردو اور صدقہ بھی کردو

بظاہر تو یہ ایک واقعہ ہے۔ مگر حقیقت میں دنیا کا انوکھا مقدمہ اور سچائی و دیانت و پاکبازی وصاف دلی کی ایک حیرت انگیز مثال ہے۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ ان دونوں نے صداقت و امانت کو اپنا کر جو سکونِ قلب پایا ہے۔ کیا انہیں یہ لڑائی جھگڑے اور دھوکہ وفریب سے حاصل ہو سکتا تھا؟

تربیت اولاد

کسی تہذیب کی تعمیر میں جو ہاتھ تربیتِ اولاد کا ہوتا ہے وہ شاید ہی کسی اور اجتماعی فعل کو حاصل ہو۔ یہی وہ بنیادی پتھر ہے جو آئندہ نسل کی کجی یا اُستواری کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ ایک زندہ دین کی حیثیت سے اسلام نے اولاد کی تربیت اور اس کی نشو و نما کی جانب خاص توجہ دی ہے اور اس کے متعلق واضح ہدایات رکھی ہیں بلکہ اگر یہ کہیں تو بے جا نہ ہوگا کہ اس نے سب سے زیادہ زور اس بات پر دیا کہ اپنے بعد اپنی اولاد کی اصلاح اوّلین فرض ہے۔ اس آیت میں اسی جانب اشارہ ہے۔

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (الآیہ) اور وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

خاندان اور اہل وعیال کی اصلاح و تربیت وہ اہم فرض ہے جس سے غفلت نہ صرف انفرادی مضرت کا باعث ہے بلکہ اس سے تمام معاشرہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ کسی ایک فرد کا بغیر اصلاح و تربیت کے نکل جانا کئی خاندانوں کے محرومِ اصلاح رہ جانے کے برابر ہے۔ کیونکہ ایسے شخص کی نسل بھی اسی کی مثیل ونظیر ہوگی اور نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کتنی پشتوں بعد بھی اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرے یا نہ کرے۔

marfat.com

Marfat.com

خاندان معاشرہ کی ایک ایسی مختصر ترین اکائی ہے کہ اس کی تعلیم و تربیت اس کے سرپرست کے لیے کوئی مشکل مسئلہ نہیں۔ روزمرہ کی مصروفیات اور زندگی کے مشاغل کے ساتھ ساتھ وہ اس فرض کو بڑی خوش اسلوبی اور نہایت آسانی سے انجام دے سکتا ہے اور اس کے خصوصی اختیار و اقتدار کے پیشِ نظر نیز ان سہولتوں کے باعث جو اُسے حاصل ہیں۔ یہ ذمہ داری بھی اس کے سپرد کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ اپنے خاندان کے افراد اور اہل وعیال کی افتادِ طبع، عیوب و محاسن اور عادات و اطوار سے جس طور پر آگاہ ہو سکتا ہے کسی دوسرے کے لیے ان کا احاطہ ناممکن ہے۔ لہٰذا اس کی تلقین و نصیحت باموقعہ، برمحل اور موثر ہوگی۔ نیز اس کا ذاتی کردار اور عملی رفتار بھی اس سلسلہ میں بہت اثر انداز ہوتی ہے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ (الحدیث)

تم میں سے ہر شخص چرواہا یعنی ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعیت اور ماتحتوں کے بارے میں بازپرس ہوگی۔

آج کل جو بے چینی و اضطراب اور غیر مطمئن حالات دیکھنے میں آ رہے ہیں۔ ان کا بڑا سبب اسی معاشرتی پہلو سے غفلت شعاری ہے۔ معاشرہ کی بڑی بڑی خرابیاں اور ناقابلِ علاج برائیاں والدین کے تربیتِ اولاد میں تساہل کا نتیجہ ہیں۔ والدین کی ذرا سی غفلت اور کوتاہی آگے چل کر پوری قوم کے لیے متعدد و پُرپیچ مسائل کا سبب بن جاتی ہے۔ پھر وہی آئندہ زمانہ میں نئی نسل کی برائیوں کا روپ دھارتے ہیں۔ حالانکہ بنیادی لحاظ سے یہ سب انہی کی غفلت کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ ابتدائی عمر ہی سے اپنی اولاد کی صحیح تربیت کرتے اور اس فرض کو پوری ذمہ داری کے ساتھ ادا کرتے تو غلط نتائج ہرگز نہ نکلتے۔

ایک تلخ حقیقت میرا اندازہ یہ ہے کہ اس معاملہ میں سب سے زیادہ کوتاہی اور سستی طبقہ علماء سے ہو رہی ہے (جس میں راقم بھی

marfat.com
Marfat.com

شامل ہے) - یہ حضرات مدارسِ دینیہ کے انتظام و انصرام اور دینی طلباء کی تعلیم و تربیت اور عوام و خواص میں دین کی تبلیغ و اشاعت میں منہمک ہیں - قوم کی اصلاح و فلاح کے لیے انھوں نے اپنی زندگیاں وقف کردی ہیں - لیکن خود اپنی اولاد اور لواحقین کی دینی تعلیم و تربیت کے معاملہ میں ان کی توجہ صفر کے برابر ہے (اِلّا ماشاء اللہ) —— جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے جلیل القدر علماء و مشائخ جو اپنے وقت میں علم و تقویٰ کے آفتاب و مہتاب بن کر چمکے اور جن کی تعلیم و تربیت سے سینکڑوں افراد علم و فضل کے زیور سے آراستہ ہوئے - آج ان کی اپنی اولاد اور لواحقین دینی علم سے بے بہرہ اور علم و تقویٰ سے کوسوں دور نظر آتی ہے جن کے باپ دادا علومِ دینیہ کے امام مانے جاتے تھے - آج ان کی اولاد اس نور سے یکسر محروم و نفور ہے - اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ یہ علماء و مشائخ دوسروں کی تعلیم و تربیت میں تو سرگرمی کے ساتھ حصہ لیتے رہے اور خود اپنی اولاد اور خاندان کی اصلاح و تربیت کی طرف مطلق توجہ نہ دے سکے - مقصد اس گزارش کا صرف اس قدر ہے کہ طبقۂ علماء کو اپنی اس کوتاہی و غفلت کا نوٹس لینا چاہیے اور دینی و علمی خاندانوں میں خصوصاً علمِ دین سے متعلق جو خلا پیدا ہو رہا ہے اس کے تدارک کے لیے خصوصی توجہ کرنی چاہیے -

---

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ
اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ
مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

marfat.com
Marfat.com

مہر۔ کیا ایک بے معنی اور فضول رسم ہے؟

مہر بے معنی اور فضول اخراجات کی دوسری رسموں کی طرح نہیں ہے۔ یہ جہیز کی طرح بھی نہیں ہے کہ جہیز کی حقیقت عرف اسی قدر ہے کہ اس کا دینا لینا جائز ومباح ہے۔ ضروری یعنی فرض و واجب نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص جہیز نہیں دیتا نہ دے لیکن مہر کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ اس کی ادائیگی شوہر پر لازم و واجب ہے قرآنِ مجید میں فرمایا:۔

فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (نساء پ ۵)

جن عورتوں سے نکاح کرنا چاہو ان کے مقررشدہ مہر انہیں دو

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (پ ۴)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو

ان آیات سے واضح ہے۔ مہر خالص عورت کا حق ہے۔ جس کی ادائیگی بہرحال شوہر پر لازم و واجب ہے۔ شریعت اسلامیہ نے مہر کو عورت کا ایک ایسا اہم حق قرار دیا ہے کہ اگر بوقتِ نکاح مہر معین نہ کیا گیا یا مہر کی بالکل نفی کر دی تو بھی مہر کی ادائیگی شوہر پر لازم و واجب ہے۔ حضور سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص نکاح کرے اور نیت یہ ہو کہ بیوی کو مہر میں کچھ نہ دوں گا تو وہ زانی مرے گا (طبرانی) یعنی اس کا حشر زانیوں کے ساتھ ہو گا۔ یہ وعیدِ شدید بھی مہر کی شرعی پوزیشن کی وضاحت کے لیے کافی ہے۔ اس لیے مہر کو محض ایک رسم یا فضول رسم سمجھنا اور کہنا قرآن و حدیث کی رُو سے غلط ہے۔ البتہ حضور علیہ السلام

marfat.com
Marfat.com

نے یہ فرمایا ہے کہ بہتر مہر وہ ہے جو آسان ہو (بیہقی) اس ارشاد کا مطلب بھی یہ ہی ہے کہ بہتر یہ ہے کہ مہر کی رقم ایسی مقرر کی جائے جو آسانی سے ادا ہو سکے۔ لیکن اس کے باوجود قرآن نے گراں مہر مقرر کرنے کی ممانعت نہیں فرمائی۔ آیت اِحۡدٰاهُنَّ قِنۡطَارًا (نسا۔ پ۴) سے گراں مہر کے تقرر کا جواز ثابت و واضح ہے۔ حضرت امام دوم خلیفہ رسول سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بر سر منبر یہ فرمایا کہ عورتوں کے مہر گراں نہ باندھو۔ ایک عورت نے مذکورہ بالا آیت پڑھ کر عرض کی۔ اے ابنِ خطاب اللہ ہمیں دیتا ہے اور تم منع کرتے ہو؛ اس پر حضرت فاروقِ اعظم نے فرمایا۔ عمر تجھ سے ہر شخص زیادہ سمجھ دار ہے۔ اس کے بعد فرمایا جو چاہو مہر مقرر کرو۔ یہ خلیفہ رسول کی انصاف پسندی اور نفس کی پاکی تھی کہ آپ نے اعلان کر دیا کہ جو چاہو جتنا چاہو مقرر کرو۔ میں اپنے مشورہ کو واپس لیتا ہوں ـــــ معلوم ہوا کہ اسلام نے گراں مہر مقرر کرنے کی ممانعت نہیں کی۔ اس لیے یہ کہنا کہ بھاری بھر کم مہر کا مطالبہ کوئی شرعی و اخلاقی جواز نہیں رکھتا۔ شریعتِ اسلامیہ پر افترار محض کے مترادف ہے اور مہر کو مسرفانہ رسوم و رواج کی فہرس میں شامل سمجھنا سخت زیادتی ہے۔

مہر شرعی کی مقدار شریعت نے کمی کی طرف مقدارِ مہر معین کی ہے یعنی مہر دس درہم بھر چاندی سے کم نہیں ہو سکتا۔ درہم شرعی تین ماشہ ایک رتی اور پانچواں حصہ رتی ہے۔ یعنی ۲ تولے ماشہ ۴ رتی۔ خواہ اتنی مقدار میں چاندی دے دے یا اس کی مروّجہ قیمت۔ کیونکہ چاندی کی قیمت بڑھتی گھٹتی رہتی ہے۔ غرضکہ اس مقدار سے کم نہیں ہو سکتا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ جس قدر فریقین کے درمیان طے ہو جائے۔ شوہر پر اس کی ادائیگی لازم و واجب ہوگی۔ کیونکہ مقدار شرعی سے جس قدر بھی زیادہ معین کیا جائے جائز ہے۔

marfat.com

Marfat.com

مہر تین قسم ہے اوّل معجل :- وہ ہے کہ رخصتی سے پہلے دینا قرار پا لیا ہو۔ اس کے لیے عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کرے رُخصت نہ ہو اور اگر رخصت ہو گئی تو اسے اب بھی اختیار ہے کہ جب چاہے مہر کا مطالبہ کرے اور اس کی وصولی تک اپنے نفس کو شوہر سے روک لے۔ اگرچہ رخصت کو بیس برس گزر گئے ہوں۔

دوم موجل :- جس کی ادائیگی کی میعاد قرار پائی ہو کہ مثلاً دس برس بعد پانچ برس بعد یا پانچ مہینہ بعد یا پانچ دن بعد ادا کیا جائے گا۔ اس میں جب تک وہ میعاد نہ گزرے عورت کو مطالبہ کا اختیار نہیں ہے اور جب میعاد پوری ہو جائے تو ہر وقت مطالبہ کر سکتی ہے۔

سوم مؤخّر :- کہ جس کی ادائیگی کے لیے نہ پیشگی شرط ٹھہری ہو نہ کوئی میعاد معیّن کی گئی ہو۔ یونہی مطلق و مبہم طور پر بندھا ہو۔ یعنی اس میں معجل یا موجل کی تصریح نہ ہو۔ یہ مہر مؤخّر کہلاتا ہے۔ اس صورت میں جب تک شوہر کی موت یا طلاق واقع نہ ہو۔ عورت کو مہر کے مطالبہ کا حق نہیں ہے۔

واضح ہو کہ مہر معجل یا موجل کے لیے شریعت نے کوئی مقدار مقرر نہیں کی۔ جتنا پیشگی دینا ٹھہرے (معجل) اسی قدر ہوگا۔ باقی کی اگر میعاد قرار پائی ہے تو اتنا موجل قرار پائے گا۔ ورنہ مؤخر (۱) ایک ہزار روپے کل مہر مقرر ہوا اور یہ قرار پایا کہ پانچسو معجل اور پانچسو موجل ہوں گے تو پانچسو معجل کے متعلق عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کرے رُخصت نہ ہو اور باقی پانچسو روپے جو موجل ہیں۔ جب میعاد پوری ہو جائے گی۔ تب عورت کو اس کے مطالبہ کا حق ہوگا۔

۲- ایک ہزار روپے کل مہر مقرر ہوا۔ پانچسو روپے معجل قرار پائے تو اس صورت

marfat.com
Marfat.com

میں عورت کو اختیار ہے کہ جب تک وصول نہ کرے رخصت نہ ہو اور باقی پانچسو کے متعلق معجل یا موجل ہونے کی تصریح نہ ہو تو یہ مؤخر قرار پائیں گے۔ یعنی ان پانچسو روپوں کا جو کہ مؤخر قرار پائے ہیں کا مطالبہ عورت اس وقت کر سکتی ہے جب کہ شوہر طلاق دے دے یا اس کی موت واقع ہو جائے۔

فائدہ اگر کسی قوم یا برادری کا یہ عرف ہو جائے (رواجِ عام) کہ معجل یا موجل کی تصریح نہ ہونے کے باوجود مہر کا کچھ حصہ پیشگی دینا ہوتا ہے تو بلا ذکر اور قرار دادِ صریح بھی اتنا معجل قرار پائیگا اور باقی بدستور موجل یا مؤخر رہے گا (درمختار و ردالمحتار)

مہر میں مالِ متقوم ہونا ضروری ہے

جو چیز مالِ متقوم نہیں وہ مہر نہیں ہو سکتی۔ مثلاً مہر یہ ٹھہرا کہ شوہر عورت کی سال بھر خدمت کرے گا۔ یا اسے قرآنِ مجید یا علمِ دین پڑھاوے گا یا حج وغیرہ کرا دے گا تو ان سب صورتوں میں مہر مثل واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر مہر میں شراب یا خنزیر کا ذکر کیا تو بھی مہرِ مثل واجب ہوگا۔ (عالمگیری)

شغار کا حکم

شغار یعنی ایک شخص نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کر دیا اور دوسرے نے اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح اس سے کر دیا اور ہر ایک کا مہر دوسرے کے نکاح کو قرار دے دیا تو ایسا کرنا گناہ و منع ہے اور اس صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

مہر معاف کرنا

عورت کل مہر یا اس کے جز کو معاف کرے تو معاف ہو جائے گا۔ مگر شرط یہ ہے کہ شوہر نے اس معافی کو قبول کر لیا ہو۔ انکار نہ کیا ہو (ردالمحتار)

marfat.com

Marfat.com

بلا تعینِ مہر نکاح دُرست ہے

اگر بوقتِ نکاح مہر کا تعین نہ کیا یا مہر کی بالکل نفی کر دی تو بھی نکاح صحیح و دُرست ہے۔ اس صورت میں مہر مثل دینا لازم ہوگا۔ اسی طرح بوقتِ نکاح مہر شرعی مقرر کیا تو بھی نکاح ہو جائے گا اور مہر مثل لازم ہوگا۔ ہاں اگر کسی قوم یا برادری میں مہرِ شرعی بول کر اس سے کوئی خاص مقدار مراد لی جاتی ہو جو اس قوم یا برادری میں رائج ہے تو جوان کی اصطلاح معروف و مشہور ہو وہی لازم ہوگی۔ مثلاً کسی قوم میں مہر شرعی کے لفظ سے ایک ہزار روپے مہر مراد لیا جاتا ہے اور یہ بات ان کا عُرف بن گئی ہے تو مہر ایک ہزار لازم و واجب ہوگا۔

۳۲ روپے مہر شرعی نہیں ہے

عام طور پر ۳۲ روپے یا اس سے کم و بیش کو مہر شرعی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ شریعت نے صرف کمی کی طرف مہر کی مقدار مقرر ہے۔ یعنی مہر دس درہم ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم نہیں۔

البتہ اگر یہ سمجھ کر مہر باندھا کہ سب سے کم درجہ کا مہر جو شریعت میں مقرر ہے تو اس صورت میں ۲ تولے ساٹ ماشہ چار رتی چاندی یا اس کی مروجہ قیمت شوہر پر لازم و واجب ہوگی۔ اور اگر یہ سمجھ کر باندھا کہ جو مہر جناب فاطمہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تھا تو اس صورت میں ڈیڑھ سو تولے یا اس کی مروجہ قیمت شوہر پر لازم ہوگی اور اگر صرف یہ کہا کہ مہر شرعی مگر کوئی معنیٰ ذہن میں نہیں تھے۔ خالی ایک لفظ بول دیا تو ایسی صورت میں شوہر پر مہر مثل واجب ہوگا۔

مہر مثل کی تعریف

یہ ہے کہ اس عورت کے ددھیال میں جو عورت اس کی ہم عمر اور صورت و شکل، حسن و جمال اور فضل و کمال میں اس عورت کی مانند ہو اور جو اس کا مہر باندھا ہو وہ مہر مثل ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مہر زیادہ کرنا

شوہر کو ہر وقت اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کے مہر میں زیادتی کر دے۔ مثلاً بوقتِ نکاح طرفین کی رضا مندی سے پانچسو روپے مہر مقرر ہوا۔ شوہر نے پانچسو اور زیادہ کر دیا تو اب دینِ مہر ایک ہزار روپے قرار پائے گا۔ مہر زیادہ کرنے کے لیے تجدیدِ نکاح کی ضرورت نہیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جو زیادتی کر رہا ہے وہ معلوم معیّن ہو اور عورت اسی مجلس میں اس کو قبول کرے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ عورت نکاح میں ہو (اگرچہ یہ شرط مختلف فیہ ہے)

حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا جائز ہے

حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا بھی جائز ہے۔ گناہ نہیں۔ کیونکہ دولت آنے جانے والی چیز ہے۔ ایک شخص اگر آج غریب ہے تو کل امیر ہو سکتا ہے مگر حیثیت سے زیادہ مہر مقرر کرنا مناسب نہیں۔ البتہ فی زمانہ مہر ایسی معقول رقم کا ہونا چاہیئے کہ شوہر پر کچھ دباؤ تو ہو۔ وہ اگر غلط اور ظالمانہ قدم اٹھائے تو اسے یہ تو محسوس ہو کہ اتنی بڑی رقم مجھے مہر کی ادا کرنا ہو گی۔

بیوی کی وفات کے بعد مہر کی ادائیگی

بیوی کی وفات کے بعد مہر کی ادائیگی حسبِ قواعدِ شرعیہ اس کے وارثوں کو کی جانی ضروری ہے۔ ہاں اگر بیوی کے تمام وارثان جب کہ عاقل بالغ ہوں مہر معاف کر دیں تو معاف ہو جائے گا۔ اگر تمام وارثان عاقل بالغ ہوں کچھ معاف کرتے ہیں اور کچھ نہیں کرتے تو جو معاف کر دیں ان کا معاف ہو جائیگا۔ جو معاف نہ کریں ان کا حصّہ دینا شوہر پر لازم رہے گا۔ اسی طرح جو وارث نابالغ ہیں۔ ان کا حصّہ بھی شوہر کو ادا کرنا لازم و واجب ہے۔

marfat.com

Marfat.com

ذکر و فکر

حاضر جوابی

شیخ الحدیث حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز ۱۱۵۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ محدث بھی تھے۔ مفسر بھی، فلسفی بھی تھے اور نہایت حاضر جواب بھی۔ ان کے علمی و دینی لطائف میں سے چند یہ ہیں:۔

۱۔ مسٹر مٹکاف نامی کوئی انگریز حضرت شاہ صاحبؒ کے زمانہ میں دلّی کے کسی بڑے عہدے پر متعین تھا۔ اس کے ہاں ایک پادری آکر ٹھیرے۔ مسٹر مٹکاف نے پادری صاحب سے کہا کہ "شاہ صاحب کو ہراؤ تو جانیں، اگر ہرا دو تو تمہیں دو ہزار روپے دوں گا۔ ورنہ تم دو ہزار روپے مجھے دینا"۔ پادری صاحب راضی ہو گئے اور پہنچے مسٹر مٹکاف کے ساتھ شاہ صاحب سے مناظرہ کرنے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ "کہیے جو کہنا ہے"۔ پادری صاحب نے کہا۔ میں اپنی بات کا جواب معقول چاہتا ہوں۔ منقول اور کتابی نہیں چاہتا"۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ "منظور ہے، کسی کتاب کا نام نہیں لوں گا"۔ پادری صاحب نے پوچھا کہ "یہ کیا ماجرا ہے کہ آپ کے پیغمبر اللہ کے محبوب ہیں اور امام حسین ان کے نواسے تھے جنہیں وہ بے حد چاہتے تھے۔ پھر اللہ نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ محبوب کا محبوب شہید کر دیا گیا۔ نہ اللہ ہی نے خود پروا کی اور نہ اللہ کے محبوب نے اسے توجہ دلائی؟" شاہ صاحب نے فرمایا۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ دلائی تھی لیکن اللہ نے جواب دیا۔ میاں تمہیں اپنے نواسے کی پڑی ہے۔ یہاں کم بختوں نے میرے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو سولی پر چڑھا دیا۔ مجھے ذرا اس فکر سے تو فارغ ہو لینے دو"۔

۲۔ دہلی کا رزیڈنٹ شاہ صاحب سے ملنے آیا اور باتوں باتوں میں کہنے لگا۔ جناب میں نے ایک سوال کئی عالموں سے کیا۔ مگر کوئی اطمینان بخش جواب نہیں ملتا۔ آپ بھی

marfat.com
Marfat.com

غور کیجیے۔ سوال یہ ہے کہ "ایک مسافر راستہ بھول گیا۔ اس نے دیکھا ایک شخص سامنے پڑا سو رہا ہے اور ایک شخص اس کے برابر بیٹھا ہے، اب مسافر سونے سے راستہ دریافت کرے یا جاگتے سے؟" شاہ صاحب سوال کی تہ کو پہنچ گئے۔ سوتے سے رزیڈنٹ کی مراد حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور جاگتے سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام۔ شاہصاحب نے فوراً جواب دیا۔ راستہ سوتے سے پوچھنا ہوگا، وہ جاگنے والا خود اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ سونے والا اُٹھے تو اس سے راستہ پوچھے۔ مسافر کو چاہیئے کہ وہ بھی سونے والے کے اُٹھنے کا انتظار کرے۔

۳۔ ایک شخص نے عرض کی کہ "محفلِ رقص و سرود میں انسان رات بھر جاگتا رہتا ہے۔ لیکن اللہ کی عبادت میں نیند آنے لگتی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔" شاہ صاحب نے فرمایا دو پلنگ ہوں، ایک پر کانٹے بچھے ہوں اور ایک پر پھول، نیند کس پر آئیگا۔ اس نے عرض کیا۔" پھول والے پلنگ پر۔" فرمایا۔" بس رقص و سرور کی محفل کانٹوں والے پلنگ کے مثل ہے، اور اللہ کی عبادت پھول والے پلنگ کی۔"

۴۔ ایک انگریز عربی فارسی جاننے والا جامع مسجد میں آیا۔ شاہصاحب جامع مسجد میں وعظ کر رہے تھے۔ وہ انگریز وعظ سُننے لگا اور تھوڑی دیر بعد بلند آواز سے اس نے یہ شعر پڑھا ؎

کسے بگفت کہ عیسیٰ ز مصطفےٰ اعلےٰ ست
کہ ایں بزیرِ زمیں دفن و آں باوجِ سما ست

حضرت شاہصاحب نے اسی وقت جواب میں یہ شعر پڑھ دیا ؎

بگفتمش کہ نہ ایں حجت قوی باشد
حباب بر سرِ آب و گہر تہِ دریا است

۵۔ شیعوں کے ایک بڑے عالم تشریف لائے اور فرمایا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com
Marfat.com

کی بیوی عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنتی ہونے کی بھی آپ کے پاس کوئی دلیل ہے "؟ شاہ صاحب نے پوچھا۔ "آپ نے فلاں کتاب پڑھی ہے؟" شیعہ عالم نے جواب دیا۔ "ہاں کیوں نہیں۔ بڑی مستند کتاب ہے"۔ کہا "اس کتاب میں لکھا ہے کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے ایک بار کسی حیلہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہرِ نبوت کو چوم لیا تھا اور اس چومنے کی وجہ سے وہ جنتی ہو گیا"۔ شیعہ عالم نے کہا "صحیح ہے"۔ شاہ صاحب نے فرمایا "جب یہ بات ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جنتی ہونے میں کیا شبہ ہے۔ انہوں نے ایک بار سے زیادہ مُہرِ نبوّت کو دیکھا ہوگا اور چوما ہوگا۔ وہ رسول اللہ کی بیوی تھیں۔

۶۔ ایک انگریز نے شاہ صاحب سے سوال کیا کہ "ہماری قوم کے سینکڑوں آدمی ایک جگہ جمع ہو جائیں تو ایک رنگ اور ایک رُوپ کے نظر آئیں گے۔ آپ کی قوم میں کوئی گورا، کوئی کالا، کوئی سانولا اور کوئی کسی طرح کا کیوں ہے"؟ فرمایا "گدھے سب یکساں ہوتے ہیں اور گھوڑے مختلف رنگ کے ہوتے ہیں۔ کوئی کمیت کوئی کالا کوئی سفید اور کوئی بادامی۔

ظالم کا حشر

اس نے مکّہ کا محاصرہ کیا۔ منجنیقیں نصب کر کے سنگ باری شروع کر دی۔ حرم پاک جہاں خُون خرابہ اور قتل و غارت گری کو اللہ کے مقدس رسول نے حرام قرار دیا تھا۔ حجاج بن یوسف کی بدولت تباہ کاری اور غارتگری کا مرکز بن گیا۔ جب محاصرہ تنگ سے تنگ ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیر خانۂ کعبہ میں پناہ گزین ہو گئے اور مسلمان فوج نے خدائی قہر و عذاب سے ڈر کر کعبہ پر سنگباری سے ہاتھ کھینچ لیا تو حجاج خود آگے بڑھا اور منجنیقیں چلانے لگا۔ پتھروں کی آتشبازی سے خانۂ کعبہ کے غلاف جھلس گئے اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے تبرکات جل گئے، سات ماہ سے کچھ زیادہ مدت محاصرہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کعبہ کی حُرمت کے پیشِ نظر مقابلے کے لیے باہر نکلے۔ انہوں نے رجزیہ نعرہ بلند کیا۔

marfat.com
Marfat.com

اے لوگو! مجھے پہچان لو۔ میں رسول مقبول علیہ السلام کے دستِ راست حضرت ابوبکر صدیق کا نواسا ان کی مقدس بیوی جناب عائشہ کا بھانجا ہوں۔ مجھے اس بات کا شرف بھی حاصل ہے کہ میں ہجرت کر کے آنے والوں میں پہلا نومولود تھا جو مہاجرین میں پیدا ہوا۔ میری والدہ اسماء نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں حق و صداقت کی راہ میں اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہ کروں۔ اس کے بعد ابن زبیر نے اتنا سخت حملہ کیا کہ حجاج کی فوج کو دُور تک دھکیلتے چلے گئے کہ ناگاہ حجاج کی فوج کے کسی آدمی نے ایک بھاری پتھر ان کے منہ پر کھینچ مارا۔ کنپٹی اور سر سے خون کا فوارہ جاری ہو گیا۔

حضرت ابن زبیر کی لاش دیکھتے ہی حجاج نے ان کا سر کٹوا کر خلیفہ عبدالملک کو روانہ کر دیا اور صلیب پر چڑھا دیا۔ تین دن گزر چکے۔ حجاج حضرت ابن زبیرؓ کی مصلوب لاش کے پاس کھڑا لطف اندوز ہو رہا تھا کہ تقریباً سو سالہ نابینا عورت ایک بینا عورت کا ہاتھ پکڑ کر وہاں پہنچیں اور ابن زبیر کی لاش پر ہاتھ رکھ کر ٹٹول کر دیکھا۔ پتہ چلا ان کا جوڑ جوڑ الگ ہے۔ پھر نابینا عورت نے دریافت کیا۔ کیا یہ سوار ابھی تک اپنے گھوڑے سے نہیں اُترا اس سے کہو جنگ ختم ہو گئی۔ اب تو نیچے آجائے۔

حجاج نے اس عجیب و غریب نابینا عورت کے بارے میں سوال کیا؛ یہ کون ہے، بینا عورت نے جواب دیا۔ ابن زبیرؓ کی ماں اسماءؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بڑی بہن اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بڑی بیٹی ہیں۔

حضرت اسماء نے اپنے بیٹے کی لاش کا مطالبہ کیا۔ حجاج نے دینے سے انکار کر دیا حضرت اسماء واپس چلی گئیں۔ اس کے بعد اس نے حضرت اسماء سے کہلوایا۔ اگر خیریت چاہتی ہو چپ چاپ میرے پاس چلی آؤ۔ ورنہ بالوں سے گھسیٹتی لائی جاؤ گی۔

حضرت اسماء نے جواب دیا میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔ اس ظالم سے کہو مجھے بالوں سے گھسیٹ کر بُلوائے۔

marfat.com

Marfat.com

اس پر حجاج حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس خود پہنچا اور کہا او دشمنِ خدا ابن زبیر کی ماں۔ پتا ہے میں نے دشمنِ خدا زبیر کے ساتھ کیا سلوک کیا!

حضرت اسماء کی بے نور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں آپ نے جواب دیا۔ تو نے میرے بیٹے کی دنیا بگاڑی اور میرے بیٹے نے تیری عاقبت خراب کر دی۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ بنی ثقیف میں ایک جھوٹا اور ایک ظالم پیدا ہوگا۔ جھوٹے مختار بن عبید ثقفی کو تو دیکھ چکی ہوں اور ظالم تو ہے۔

حجاج حضرت اسماء کی دلیری پر دم بخود رہ گیا پھر ایک عجیب و غریب خواہش کا اظہار کیا بولا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے نکاح کر لو۔ حضرت اسماء چراغ پا ہو گئیں فرمایا او ذلیل عاقبت نا اندیش کمینے ظالم ایک سو سالہ نابینا کو تو نکاح کا پیغام دے کر اسے ذلیل کرنے کی فکر میں ہے کیا تو اتنا نہیں جانتا کہ عزت و ذلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ تیرے ذلیل کرنے سے میں ذلیل نہیں ہو جاؤں گی۔

حجاج نے خلافِ اُمید نرمی سے جواب دیا۔ نہیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں البتہ میں رسول اللہ کی ہم زلفی اور ابوبکر صدیق کی دامادی کا شرف حاصل کرنا چاہتا تھا۔ پھر حجاج نے شقاوت سے ہنستے ہوئے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی لاش کو سولی سے اُتروا کر یہودیوں کے قبرستان میں پھینکوا دی، جہاں سے حضرت اسماء نے اٹھوائی اور اپنی نگرانی میں غسل دلا کر تجہیز و تکفین فرمائی۔

حجاج بن یوسف اپنے آباد کردہ شہر واسط میں مقیم تھا۔ عراق کی گورنری پر فائز ہوئے اسے بیس سال گزر چکے تھے کہ یکایک مکافاتِ عمل کی تلوار میان سے باہر ہوئی حجاج کے پیٹ میں کیڑے پڑ گئے جو اسے شب و روز دردناک اذیت سے دوچار کرتے اور حجاج جیسا سنگدل اور غیر معمولی قوت برداشت کا انسان اس تکلیف سے چیختا چلاتا روتا تھا۔ بالآخر اسی مرض کی اذیت سے دنیا سے کوچ کر گیا۔ جب وہ مرا تو متعلق لوگ اطراتے

marfat.com

Marfat.com

اعداد و شمار کے مطابق میدانِ جنگ کے سوا حالتِ امن میں اور آبادیوں میں وہ ایک لاکھ پچیس ہزار انسانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگ چکا تھا۔ واسط کے سیاسی قید خانہ میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں حجاج کے ظلم و بربریت سے سردی گرمی سے غیر محفوظ بدترین غذا اور بدبودار پانی پر سسک سسک کر جی رہے تھے۔

تو اے لوگو! عبرت مظلوم سے نہیں ظالم سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی پر ظلم کر کے تم نے اسے مرقع عبرت بنا دیا ہے تو دیکھنے والی آنکھیں مظلوم سے نہیں ظالم سے عبرت پکڑیں گی اور قیامت تک ظالم پر لعن طعن کا سلسلہ جاری رہے گا۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مظلوم کی بددعا سے بچو اس کے اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں ہوتا۔

آیتِ تطہیر

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (سورہ احزاب پ ۲۲)

اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دُور فرما دے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

علماء کی ایک جماعت نے تصریح کی ہے کہ اس آیت میں اہل البیت سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات مراد ہیں۔ کیونکہ اس آیت کے اوّل اور بعد ازواجِ مطہرات ہی کا ذکر ہے۔ چنانچہ اس آیت سے پہلے پانچ آیات یا اَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ سے لے کر وقلن قولا معروفا تک اور اس کے بعد کی آیت وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ آیَاتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ ازواج مطہرات سے ہی متعلق ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

سید المفسرین[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت عکرمہ کا بیان ہے کہ آیتِ تطہیر سے حضور علیہ السلام کی ازواجِ مطہرات مراد ہیں۔

قرآن مجید میں بھی اہل البیت سے بیوی کا مراد ہونا واضح ہے —— جب عزیز مصر کی بیوی نے جناب یوسف علیہ السلام کو برائی کی طرف بلایا تو آپ دروازے کی طرف بھاگے اس نے آپ کا پیچھا کیا اور آپ کا کرتہ پیچھے سے پکڑ کر کھینچا کہ عزیز مصر دروازے کے پاس مل گیا۔ زلیخا نے اپنی برأت ظاہر کرنے کے لیے حیلہ تراشا اور عزیز مصر سے کہا۔

قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءً (سورہ یوسف پارہ ۱۲)

---

[1] حضرت عبداللہ بن عباس حبرِ اُمت اور مفسرِ قرآن ہیں۔ حضور کے چچا زاد بھائی ہیں حضور نے آپ کو سینہ سے لگا کر دُعا دی ہے۔ اللھم علمہ الکتاب، اللھم علمہ الحکمۃ اللھم فقھہ فی الدین۔ الٰہی ان کو قرآن سکھا، الٰہی انہیں حکمت سکھا اور اے اللہ انہیں دین کی سمجھ دے (مشکوٰۃ) ایک شبہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ یطھرکم جمع مذکر کی ضمیر ہے جو مردوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ اس لیے ازواجِ مطہرات کا مراد لینا درست نہیں ہے۔ لیکن جواب یہ ہے کہ اگر قرآنِ مجید ہی سے ثابت ہو جائے کہ جمع مذکر کی ضمیر عورتوں کے لیے آئی درست ہے تو پھر گنجائش انکار کہاں؟ سورہ قصص پارہ ۲۰ میں حضرت موسیٰ کے واقعہ میں ہے۔ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا۔ حضرت موسیٰ نے اپنی بیوی کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اسی طرح سورۂ یوسف میں اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِيْنَ میں خاطئین جمع مذکر ہے جو زلیخا کے لیے استعمال ہوا ہے۔ سورہ ہود میں فرشتوں نے حضرت سارہ سے کہا۔ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم۔ علیکم میں ضمیر جمع متکلم ہے۔ جس سے واضح ہوا قرآنِ مجید میں جمع مذکر کی ضمیر عورتوں کے لیے استعمال ہوتی ہے تو اسی طرح آیتِ تطہیر میں جمع مذکر کی ضمیر حضور کی ازواجِ مطہرات کے لیے آئی ہے۔ فافہم

marfat.com
Marfat.com

کیا سزا ہے اس کی جس نے تیری گھروالی سے بدی چاہی

اس آیت میں اہل سے مراد بہرحال بیوی ہی ہے۔

جب فرشتے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت سنانے کے لیے آئے تو ان کی بیوی نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے؛ جب کہ میری عمر نوّے سے متجاوز ہو چکی ہے اور میرے شوہر بھی بوڑھے ہو چکے ہیں ان کی عمر ایک سو بیس سال ہو گئی ہے۔

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَرَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (سورہ ہود، پارہ ۱۲)

فرشتے بولے کیا اللہ کے کام کا اچنبھا کرتی ہو بے شک اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں تم پر اس گھر والوں پر۔

اس آیت سے بھی واضح ہوا کہ بیبیاں اہل بیت میں داخل ہیں۔ لہٰذا اہلبیت سے ازواج کو خارج قرار دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔

اسی نوع کے دیگر دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ آیتِ تطہیر کے لفظ اہل بیت سے اولاً و بالذّات تو حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات ہی مراد ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن نفوسِ قدسیہ کا لفظ اہل بیت میں شامل نہ ہونے کا شبہ ہو سکتا تھا۔ حضور علیہ السلام نے انہیں اہل بیت میں شامل فرما کر اس شبہ کا قلع قمع فرما دیا۔

چنانچہ مسلم شریف میں حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جب آیت نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابِ علی، سیّدہ فاطمہ و حسن و حسین کو بلایا اور فرمایا:

فَقَالَ اَللّٰهُمَّ هٰٓؤُلَآءِ اَهْلُ بَيْتِيْ

الٰہی یہ میرے اہلِ بیت ہیں (مشکوٰۃ)

اور حضرت ابو سعید خدری مجاہد اور قتادہ کا قول ہے کہ اہل بیت سے حضرت علی،

marfat.com

Marfat.com

بھی داخل ہیں اور جناب علی مرتضےٰ شیرِ خدا اور سیدہ عفیفہ طیبہ طاہرہ فاطمہ اور شہزادۂ کونین امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اور قرآن وحدیث سے بھی یہ ہی نتیجہ نکلتا ہے اور یہی امام ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے۔

آیتِ تطہیر سے اہلِ بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہلبیت نبوت کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ وپرہیزگاری رہیں۔

دل کا فتویٰ

حضرت وابصہ بن معبد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بحضور نبوی حاضر ہوا تو میرے سوال

فَقَالَ جِئْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبِرِّ فَقُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ الْبِرُّ مَا اطْمَأَنَّتْ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَاطْمَأَنَّ إِلَيْهِ الْقَلْبُ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَمَا تَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ أَفْتَاكَ النَّاسُ وَأَفْتَوْكَ

(دارمی واحمد)

کرنے سے قبل ہی آپ نے فرمایا۔ تم نیکی اور گناہ کے متعلق سوال کرنے آئے ہو؟ میں نے عرض کی جی ہاں! حضور نے فرمایا۔ اپنے دل سے فتویٰ لے۔ نیکی وہ ہے جس سے تیرا جی مطمئن ہو اور جس کی طرف دل کا اطمینان ہو اور گناہ وہ ہے جو تیرے جی میں کھٹکے اور سینہ میں تردّد پیدا کرے۔ اگرچہ لوگ اس کا فتویٰ دے دیں اور تجھے بھی اس کام کے کرنے کو کہیں۔

حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے حضور سے

عَنِ الْبِرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ الْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ

marfat.com
Marfat.com

فِیْ نَفْسِکَ کَرِهْتَ اَنْ یَّطَّلِعَ عَلَیْهِ النَّاسُ (مسلم شریف)
نیکی اور برائی کے متعلق سوال کیا تو حضور نے فرمایا نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور لوگوں پر تیرے اس فعل کا ظاہر ہونا تجھے برا معلوم ہو۔

ان دونوں حدیثوں سے واضح ہوا کہ انسان کا دل فطری طور پر حق شناس ہے۔
دل کا فتویٰ اور ضمیر کی آواز صحیح و درست ہوتی ہے بشرطیکہ قلب بیدار ہو اور ضمیر زندہ ہو ——— اور قلب بیدار ہوتا ہے آخرت کے تصوّر سے۔ جب عقیدہ یہ ہو کہ آخرت کی باز پرس سے بچنا ممکن نہیں۔ اس دن تو ہر حرکت و سکون کا محاسبہ ہوتا ہے۔ وہ دن تو ایسا ہوگا کہ آنکھ چندھیائے گی۔ چاند کی روشنی جاتی رہے گی شمس و قمر ملا دیئے جائیں گے۔ (سورہ قیامہ) آسمان پھٹ جائیگا۔ تارے جھڑ جائیں گے۔ سمندر بہا دیے جائیں گے۔ قبریں کریدی جائیں گی۔ (سورہ انفطار)

عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ (انفطار)

(اس دن) ہر جان جان لے گی جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑا

یَوْمَ لَا تَمْلِکُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَیْئًا وَّالْاَمْرُ یَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (انفطار)
اس دن کوئی جان کسی جان کا کوئی اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے

یَقُوْلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ اَیْنَ الْمَفَرُّ کَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ (سورہ قیامہ)
اس دن آدمی کہے گا کدھر بھاگ جاؤں ہرگز نہیں۔ کوئی پناہ نہیں۔ اس دن تیرے رب ہی کی طرف جا کر ٹھہرنا ہے۔

اس دن مجرم آرزو کرے گا۔ کاش اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں بیوی، بچے، بھائی، کنبہ اور جو کچھ زمین میں ہے لے لیا جائے اور یہ چیزیں اسے بچالیں۔

marfat.com
Marfat.com

كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ۝ نَزَّاعَةً لِّلشَّوَىٰ (المعارج)

ہرگز نہیں وہ تو بھڑکتی آگ ہے کھال اُتار لینے والی، جلا رہی ہے،

فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ (زلزال)

جو ایک ذرّہ بھر بھلائی کرے اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر بُرائی کرے اسے دیکھے گا۔

تو جب یہ عقیدہ ہو، یہ تصوّر ہو، آخرت پر ایمان کامل ہو تو پھر دلِ بیدار ہوتا ہے۔ حق و ناحق میں تمیز کرتا ہے۔ حق کے حق میں فتویٰ دیتا ہے اور باطل کے باطل ہونے کا اظہار و اقرار کرتا ہے۔

هٰذَا فِي حَقِّ مَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ وَنَوَّرَ قَلْبَهُ (لمعات)

مکافاتِ عمل

از رُوئے لُغت کسی چیز کو اس کے محل (جگہ) میں نہ رکھنے کا نام ظلم ہے اسی لیے اس لفظ کے معنیٰ کی وسعت میں کفر و شرک، قتلِ ناحق ایسے سنگین جرائم سے لے کر ایک ادنیٰ اور حقیر سی کوتاہی بھی آجاتی ہے۔ خواہ اس کوتاہی کا تعلق زندگی کے کسی بھی شعبہ سے ہو، اچھے اور بُرے اعمال کے ثمرات و اثرات اور نتائج اس دنیا میں بھی ضرور سامنے آتے ہیں۔ قرآنِ مجید میں فرمایا:۔

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ

marfat.com
Marfat.com

جو تمہیں مصیبت پہنچی وہ اس کے سبب سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور بہت کچھ تو معاف فرما دیتا ہے۔ یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

یہ بھرنی صرف آخرت کے ساتھ ہی خاص نہیں، بلکہ دنیاوی زندگی سے بھی اس کا گہرا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ بھی سُنّت ہے کہ وہ اس دنیا میں بھی اچھے یا بُرے عمل کی جزا یا سزا دیتا ہے۔ اس لیے یہ سمجھنا کہ ہم چاہے دنیا میں کسی کے ساتھ کیسا ہی غلط اور ظالمانہ برتاؤ کریں، کتنے ہی سنگین اور بھیانک گناہوں کا ارتکاب کریں۔ صرف آخرت ہی میں اس کی باز پُرس ہوگی۔ دنیا میں اس کا کوئی اچھا یا بُرا نتیجہ نہیں نکلے گا۔ ایسا خیال دراصل ضمیر کے مُردہ ہونے اور احساس کے مَرجانے کی علامت ہے۔ کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ اس دنیا میں ہمیں مختلف اوقات میں جو حادثات و مصائب پیش آتے ہیں وہ دراصل ہمارے اعمال کا نتیجہ ہی ہوتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ضمیر کے مُردہ ہو جانے کی وجہ سے ہم ان آلام و مصائب کے اصل سبب کا احساس نہ کریں۔

غیر ضُروری کو ضُروری سمجھنا

واضح ہو کہ متعدد ایسے اعمال ہیں جن کا کرنا باعثِ رحمت و ثواب ہے۔ بہت کام ایسے ہیں جو جائز ہیں۔ جن کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ نہیں۔ بعض متشدد اور خانہ ساز تقویٰ کے مریض افراد کسی مستحب کام کے نہ کرنے والے پر اعتراض و تنقید کرتے نظر آتے ہیں اور کسی مستحب کام کے کرنے کی تلقین و تبلیغ کے معاملہ میں سخت غلو و تشدد سے کام لیتے ہیں۔ ایسے خطیب، واعظ اور علماء دراصل مغزِ شریعت سے ناواقف ہیں۔ فقہاءِ احناف یہ تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی امرِ مستحب کو فرض واجب

marfat.com

Marfat.com

سمجھنے لگے یا کسی امرِ مستحب کو فرض و واجب کا درجہ دے تو جان لو کہ اس پر شیطان کا داؤ چل گیا۔

علامہ طیبیؒ شارح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ:۔

وَفِیْهِ اِنَّ مَنْ اَصَرَّ عَلٰی اَمْرٍ مَنْدُوْبٍ وَجَعَلَہٗ عَزْمًا وَلَمْ یَعْمَلْ بِالرُّخْصَۃِ فَقَدْ اَصَابَ مِنْہُ الشَّیْطَانُ مِنَ الْاِضْلَالِ فَکَیْفَ مَنْ اَصَرَّ عَلٰی بِدْعَۃٍ اَوْ مُنْکَرٍ (بحوالہ مرقاۃ)

اس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص کسی امرِ مستحب کو ضروری سمجھے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان کا داؤ اس پر چل گیا (کہ شیطان نے اسے گمراہ کر دیا) جب کسی مستحب کو ضروری سمجھنے کا یہ حکم ہے تو اندازہ لگاؤ کہ کسی بدعت یا منکر کو ضروری سمجھنے والے کا کیا حال ہوگا؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ رکھے یعنی اس بات کو ضروری نہ سمجھے کہ امام کے لیے سلام کے بعد داہنی طرف بیٹھنا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ میں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں طرف بیٹھتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بعد از سلام امام کو داہنے طرف بیٹھنے کو ضروری و لازمی سمجھنا زیادتی ہے۔ لیکن اس سلسلہ میں یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جیسے کسی جائز و مستحب کام کو فرض و واجب کا درجہ دے دینا غلط ہے۔ اسی طرح کسی جائز و مستحب کام کرنے والے کو محض اس بدگمانی کی بناء پر روکنا اور اس پر نکیر کرنا کہ وہ اس جائز یا مستحب کام کو ضروری و لازمی سمجھ کر ہی کر رہا ہے، یہ بھی زیادتی ہے۔

بعض لوگ مسلمانوں میں رائج افعال کو جو فی نفسہٖ جائز یا مستحب ہیں، اس بنیاد پر روکتے اور بدعت ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں کہ یہ کام مسلمان فرض یا واجب سمجھ کر کرتے ہیں مثال کے طور پر:۔

marfat.com
Marfat.com

کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینے کا رواج ہے۔ نماز کے کھڑے ہونے کی اطلاع دینے کے لیے درود وسلام پڑھنے کا رواج ہے یا نماز کے بعد ذکر بالجہر کا رواج ہے — اب ان جائز افعال کو محض اس بدگمانی کی بنیاد پر بدعت قرار دینا کہ لوگ انہیں فرض وواجب سمجھ کر کرتے ہیں، یہ دراصل نیت پر حملہ اور نیت پر فتویٰ ہے اور شریعت میں فتویٰ ظاہر پر ہوتا ہے اور یہ بات واقعہ کے بھی خلاف ہے کہ مسلمان مذکورہ بالا امور کو فرض و واجب کا درجہ دیتے ہیں۔

ہاں اگر کوئی واضح طور پر اپنے اس خیال کا اظہار کرے کہ میرے نزدیک کھانا سامنے رکھ کر فاتحہ دینا، نماز کے بعد ذکر بالجہر یا بوقتِ اذان درود وسلام پڑھنا فرض واجب و ضروری ہے تو بےشک یہ نظریہ قابلِ تردید و اصلاح ہے۔ لیکن جو لوگ صرف جواز کے قائل ہوں، ان امور کو فرض وواجب نہ سمجھیں، ایسے افراد کو بدعتی قرار دینا حق و صداقت کا خون کرنا ہے۔

علاوہ ازیں یہ ضابطہ شرعی ہے کہ کسی بھی کام کو حرام و ناجائز قرار دینے کے لیے دلیلِ شرعی کی ضرورت ہے۔ فقہاء حنفیہ نے تصریح کی ہے کہ جو کام مسلمانوں میں رواج پاگئے ہوں جب تک ان خاص کاموں کی ممانعت کتاب وسنت سے واضح نہ ہو انہیں حرام وناجائز یا بدعت قرار دینا درست نہیں ہے۔ چنانچہ شمس الائمہ علامہ سرخسی حنفی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

اِنَّ مَا تَعَارَفَہُ النَّاسُ لَیْسَ فِیْ عَیْنِہٖ نَصٌّ یُبْطِلُہٗ فَھُوَ جَائِزٌ

(مبسوط۔ ج ۱۲ ص۴۵)

جو کام لوگوں میں متعارف ہوں اور خاص اس کام کے بطلان و حرمت پر کوئی نص نہ ہو تو وہ جائز ہے۔

عَدَمُ النَّقْلِ لَا یَدُلُّ عَلٰی عَدَمِ الْوُقُوْعِ ثُمَّ لَوْ سُلِّمَ لَا یَلْزَمُ مِنْہُ

marfat.com

Marfat.com

عَدَمُ الْجَوَازِ (فتح القدیر)

یعنی کسی امر کا منقول نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اس کا وقوع ہوا ہی نہیں۔ پھر اگر عدمِ وقوع فرض بھی کر لیا جائے تو اس سے عدمِ جواز لازم نہیں آتا۔

واضح رہے کہ علامہ سرخسی کا بیان کردہ مذکورہ بالا ضابطہ ان کا ذاتی خیال نہیں ہے بلکہ قرآنِ مجید کی نصِ قطعی سے مستفاد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُکُمُ الْکَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، یہ حلال ہے، یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔

اسی لیے فقہاءِ احناف فرماتے ہیں کہ کسی فعل کے جائز و مباح ہونے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ قرآن و حدیث نے اس کام کو منع نہیں فرمایا۔ یعنی جواز کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں کسی کام کو حرام و ناجائز و بدعت قرار دینے کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔

بُزرگانِ دین کے عُرس

بزرگانِ دین کے اعراس کو یہ کہہ کر بدعت قرار دیا جاتا ہے کہ عُرس کرنے والے اسے فرض واجب سمجھتے ہیں اور تاریخ مقرر کر کے ہر سال کرتے ہیں ـــــ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز اپنے والد مکرم حضرت شاہ عبدالرحیم علیہ الرحمہ کا عرس مناتے تھے۔ مولوی عبدالحکیم ملتانی نے بھی آپ پر مذکورہ بالا اعتراض کیا اور حضرت شاہ عبدالعزیز نے ان کے اعتراض کا جو جواب دیا ملاحظہ ہو:۔

ایں طعن مبنی است بر جہلِ احوالِ مطعون علیہ۔ زیرا کہ غیر از فرائض شرعیہ مقررہ را

marfat.com

Marfat.com

بیچکس فرض نمی داند۔ آرے زیارتِ قبور و تبرک بقبورِ صالحین و تلاوتِ قرآن و دُعائے خیر و تقسیمِ طعام و شیرینی امرِ مستحسن خوب است بہ اجماعِ علماء و تعینِ روزِ عرس آنست کہ آں روز مذکر انتقالِ ایشاں باشد از دار العمل بدار الثواب (زبدۃ النصائح صـ۲۲)

یہ طعن جس پر کیا جا رہا ہے۔ اس کی حالت وبے خبری پر مبنی ہے۔ اس لیے کہ سوائے فرائضِ مقررہ شرعیہ کے کوئی شخص کسی شے کو فرض نہیں جانتا۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ زیارتِ قبور اور صالحین کی قبروں سے برکت حاصل کرنا، قرآنِ مجید کی تلاوت، دعاءِ خیر، تقسیمِ طعام و شیرینی باتفاق علمائے کرام مستحسن اور خوب کام ہے اور روزِ عرس کے متعین کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دن (اس بزرگ) کے دار العمل سے دار الثواب کی طرف انتقال کی یاد تازہ کرتا ہے۔

حتّٰے کہ مانعین کے امام مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنّف تقویت الایمان نے بھی صراطِ مستقیم میں (باوجود نذر و نیاز و اعراس کو ناجائز قرار دینے کے) یہ لکھا ہے:۔

پس در خوبی ایں قدر امر از امورِ مرسومہ فاتحہ ہا و اعراس و نذر و نیاز اموات شک و شبہ نیست (صراطِ مستقیم صـ۵۵)

یعنی فاتحہ عرس اور اموات کے لیے نذر و نیاز میں اس قدر بیان کردہ خوبی و اچھائی میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔

البتہ یہ ظاہر ہے کہ بزرگانِ دین کے عرسوں کو کھیل تماشہ نہ بنایا جائے اور کوئی کام شریعت کے خلاف نہیں ہونا چاہیئے۔ جیسے رقص و سرود کی مجالس، مستورات کا بے حجاب و بے نقاب آنا یا قبروں کو سجدہ کرنا یا قبور کا طواف کرنا وغیرہ وغیرہ۔ رہا ہر سال کسی بزرگ یا کسی مسلمان کی قبر پر جانا، فاتحہ پڑھنا، ایصالِ ثواب کرنا جائز و مباح ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب رد المحتار میں ہے:۔

رُوِیَ عَنْ اَبِیْ شَیْبَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ

marfat.com

Marfat.com

يَأْتِي قُبُورَ الشُّهَدَاءِ بِأُحُدٍ عَلَى رَأْسِ كُلِّ حَوْلٍ (ردالمحتار)
ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں
شہداءِ اُحد کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔
امام فخرالدین رازی نے تفسیرِ کبیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ :-
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سال کے شروع میں قبورِ شہداء پر تشریف لاتے اور فرماتے:۔
سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ وَالْخُلَفَاءُ الْأَرْبَعَةُ
هٰكَذَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (کبیر ج ب)
سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور خلفاء
اربعہ صدیق وفاروق عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

میّت کے گھر کا کھانا ناجائز وممنوع ہے

دیہات اور خصوصاً برادری والوں میں یہ رسم ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے
تو میّت کے روزِ وفات سے عزیز واقارب، دوست احباب اس کے ہاں جمع
ہو جاتے ہیں۔ پھر کچھ دوسرے تیسرے دن واپس ہوتے ہیں اور بعض چالیسویں تک
قیام کرتے ہیں اور اس مدت میں ان عزیز واقارب کے قیام وطعام کا انتظام واہتمام
اہلِ میّت کو کرنا پڑتا ہے اور اس طرح اہلِ میّت صرفِ کثیر کے زیرِ بار ہوتے
ہیں۔ بلکہ بعض اوقات قرض لے کر عزیزوں کے مصارفِ قیام وطعام کو پورا کرتے
ہیں۔ اگر ایسا نہ کریں تو برادری میں ملعون وبدنام ہوتے ہیں۔ ناک کٹنے کا خطرہ ہوتا ہے
لیکن اسلام کی نظر میں یہ رسم ناجائز وممنوع ہے اور اس کے ناجائز ہونے پر متعدد حدیثیں
ناطق ہیں۔ فقہاءِ احناف نے تصریح فرمائی ہے:۔

marfat.com
Marfat.com

وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ، مِنَ الطَّعَامِ مِنْ اَهْلِ الْمَيِّتِ لِاَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُوْرِ لَا فِي الشُّرُوْرِ وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ (فتح القدیر ج)

اہلِ میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب مراقی الفلاح، خلاصہ، سراجیہ، ظہیریہ، تاتارخانیہ، عالمگیری وغیرہ میں بھی اس ضیافت کو ناجائز لکھا ہے اور سراجیہ کے الفاظ یہ ہیں:۔

لَا يُبَاحُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ عِنْدَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ فِي الْمُصِيْبَةِ

اہلِ میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی جائز نہیں ہے

اتنی بات درست ہے کہ مصیبت کے لیے تین دن بیٹھ سکتے ہیں۔ جب کہ کسی امرِ ممنوع کا ارتکاب نہ کیا جائے۔ جیسے مکلّف فرش بچھانا اور میت والوں کی طرف سے کھانے کا اہتمام کرنا جامع الرموز میں ہے۔

وَيُكْرَهُ الْجُلُوْسُ لِلْمُصِيْبَةِ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اَوْ اَقَلَّ فِي الْمَسْجِدِ وَيُكْرَهُ اِتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ وَكَذَا اَكْلُهَا كَمَا فِيْ خَيْرِ الْفَتَاوٰى

یعنی تین دن یا کم تعزیت کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع ہے اور اس کا کھانا بھی ممنوع ہے۔

پھر اگر یہ ضیافت وارثوں کے مال سے ان کی اجازت کے بغیر کی جائے تو اور بھی زیادہ امرِ سخت اور شدید حرام ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا ــــ الخ

بے شک جو لوگ یتیموں کے مال ناحق کھاتے ہیں بلاشبہ وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔

marfat.com

Marfat.com

اور ظاہر ہے کہ وارثوں میں یتیم اور نابالغ بچے بھی ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں مذکورہ بالا ضیافت یتیموں کے مال کو ظلم وجور سے کھانا اور برباد کرنا ہے اور یہ حرام و ناجائز ہے۔ ہاں اگر میّت کو ایصالِ ثواب کے لیے کھانا وغیرہ غریبوں میں تقسیم کیا جائے تو جائز ہے۔ بشرطیکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مالِ خاص سے کرے اور اگر ترکہ سے ایصالِ ثواب کیا جائے۔ تو اگر تمام وارث بالغ ہیں تو ان کی اجازت سے کر سکتے ہیں۔ بلا اجازت ورثاء جائز نہیں۔ اور اگر وارثوں میں نابالغ بھی ہیں تو بھی ترکہ سے ایصالِ ثواب جائز نہیں ہے۔

لہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے۔ اِنِ اتَّخَذُوْا لِلْمَيِّتِ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اِلَّا اَنْ يَّكُوْنَ فِي الْوَرَثَةِ صَغِيْرٌ فَلَا يَتَّخِذُوْا ذَالِكَ مِنَ التَّرِكَةِ اور ہندیہ، خانیہ، تاتارخانیہ میں ہے۔ اِنِ اتَّخَذَ طَعَامًا لِلْفُقَرَاءِ كَانَ حَسَنًا اِذَا كَانَتِ الْوَرَثَةُ بَالِغِيْنَ فَاِنْ كَانَتْ فِي الْوَرَثَةِ صَغِيْرٌ لَمْ يَتَّخِذُوْا ذَالِكَ مِنَ التَّرِكَةِ مِنْهُ

والد پر اولاد کا حق

حضور سرورِ عالم نورِ مجسّم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولاد کا والد پر حق یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اچھا ادب سکھائے (بیہقی) قیامت کے دن تمہارے ناموں اور تمہارے باپوں کے ناموں سے بُلایا جائے گا۔ لہٰذا اچھے نام رکھا کرو (ابوداؤد) اللہ تعالےٰ کو سب سے پیارا نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے (مسلم) اچھے نام کا مطلب یہ ہے کہ از روئے لغت اس کے معنیٰ اچھے ہوں۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بُرے نام تبدیل فرما دیا کرتے تھے۔ ایک عورت کا نام عاصیہ تھا۔ حضور نے اس کا نام بدل کر جمیلہ رکھ دیا۔ اسی طرح ایک شخص کا نام حزن تھا۔ حضور نے اس کا نام سہل رکھ دیا۔ (مشکوٰۃ شریف)

marfat.com
Marfat.com

گرگٹ، کے قتل کرنے پر ثواب

بلاوجہ اور بلا ضرورت جانوروں کو ایذا دینا ممنوع اور گناہ ہے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عُذِّبَتِ امْرَأَةٌ فِيْ هِرَّةٍ (بخاری) ایک عورت کو اس لیے عذاب دیا گیا کہ اس نے بلی کو باندھ دیا۔ نہ اسے خود کھانے کو دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ وہ خود حشرات الارض سے اپنا پیٹ بھر لیتی۔ نیز نبی علیہ السلام نے فرمایا۔ اِرْحَمُوا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمُكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ تم زمین والی مخلوق پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحمت فرمائے گا۔ اسلام چونکہ دینِ رحمت ہے۔ اس لیے نبی علیہ السلام نے یہ ہدایت فرمائی کہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ ایذا رسانی اور بے رحمی کا برتاؤ نہ کیا جائے۔ اس لیے جانوروں کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کرنا حرام اور گناہ ہے جیسے جانوروں کو لڑانا، ان کی ہمت اور طاقت سے زیادہ کام لینا یا بوجھ لادنا یا انھیں بھوکا پیاسا رکھنا جائز نہیں۔ البتہ وہ جانور جو موذی ہیں۔ جو جان و مال کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ یا ایسے جانور جو کھیتی باغ وغیرہ کو نقصان پہنچائیں۔ انھیں ہلاک کرنا جائز ہے۔ بلی اگر نقصان پہنچائے تو اسے تیز چھری سے ذبح کر دینا چاہیئے۔ ایذا دے کر مارنا جائز نہیں۔ اسی طرح ٹڈی حلال جانور ہے۔ کھانے کے لیے مار سکتے ہیں۔ ٹڈی بغیر ذبح کے حلال ہے۔ ٹڈی اگر کھیتوں کو نقصان پہنچائے تو اسے تلف کرنا جائز ہے۔ چیونٹی اگر ایذا پہنچائے تو اسے مارنا جائز ہے۔ مگر جلانا ظلم ہے چیونٹی کو بلاوجہ مارنا ممنوع و مکروہ ہے۔ اسی طرح کھٹمل، پسو، مچھر، سانپ، بچھو، چیل، کوا، چوہا، گرگٹ، چھپکلی وغیرہ ایذا دینے والے جانوروں کو ہلاک کر دینا جائز ہے۔ مسلم و بخاری شریف کی صحیح حدیث میں وزغ جسے گرگٹ کہتے ہیں۔ جو چھپکلی سے بڑا ہوتا ہے۔ اس کی دم بھی لمبی ہوتی ہے۔ رنگ بھی بدلتا ہے۔ اس کے مارنے کے متعلق بدایۃ

marfat.com

Marfat.com

موجود ہے۔ حضرت ام شریک سے روایت ہے کہ حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۔ اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَقَالَ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ (بخاری)

گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پھونکیں مارتا تھا

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے مارنے کا حکم دیا

اَمَرَ بِقَتْلِ الْوَزَغِ وَسَمَّاهُ فُوَيْسِقًا (مسلم)

اور آپ نے اس کو فاسق نافرمان قرار دیا۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے گرگٹ کو پہلی ضرب میں

مَنْ قَتَلَ وَزَغًا فِيْ اَوَّلِ ضَرْبَةٍ كُتِبَتْ لَهٗ مِائَةُ حَسَنَةٍ وَفِي الثَّانِيَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ وَفِي الثَّالِثَةِ دُوْنَ ذٰلِكَ

قتل کیا تو اس کے نامۂ اعمال میں سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دوسری ضرب میں اس سے کم اور تیسری میں اس سے کم۔ (مسلم)

جب حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کو نمرود نے آگ میں ڈالا تو گرگٹ میلوں دور بیٹھا آگ کی طرف پھونکیں مار رہا تھا۔ تاکہ آگ تیز ہو کر حضرت ابراہیم کو نقصان پہنچائے۔ اگرچہ اس کی پھونک ایک بے معنی اور عبث فعل تھا۔ مگر اس کی اس حرکت سے اس کی اس کیفیت کا اظہار ہوتا کہ وہ دشمنِ خلیل ہے اور حضور سرور عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تصریح فرمائی۔ كَانَ يَنْفُخُ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ جس سے واضح ہوتا ہے کہ جانوروں بلکہ جماد محض پتھروں میں بھی شعور ہوتا ہے اور جانوروں میں بھی انبیاء کرام سے محبت کرنے یا ان سے عداوت رکھنے والے ہوتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ اُحد پہاڑ مجھ سے محبت کرتا ہے اور میں اس سے محبت کرتا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ عیر پہاڑ ہم سے

marfat.com
Marfat.com

بغض رکھتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِنَ الدَّوَابِ النَّمْلَةُ وَالنَّحْلَةُ وَالْهُدْهُدُ وَالصُّرَدُ

نبی علیہ السلام نے چیونٹی، شہد کی مکھی، ہدہد اور ممولے کے مارنے سے منع فرمایا۔

تو گرگٹ کے قتل کرنے کی ہدایت کی علت حضور علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمائی۔ کہ وہ نارِ نمرودی کی طرف پھونکیں مارتا تھا۔ یعنی اس کا یہ فعل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بغض و عداوت کا مظاہرہ قرار پاتا ہے۔ اس لیے فرمایا کہ اس کو پہلی ضرب میں مارنے والے کو سو نیکیوں کا ثواب ملے گا۔ اس کے برخلاف ہدہد پرندہ کو مارنے سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا۔ کیونکہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو ہدہد اپنی لمبی چونچ میں پانی لاتا اور دور سے آگ میں ڈال دیتا تھا تاکہ آگ بجھ جائے۔ اللہ کے ایک مقدس نبی سے ہدہد پرندہ کی اس نیازمندی کا صلہ اسے یہ ملا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی مصاحبت کا شرف اسے حاصل ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کو اس کے لیے شیشے کی طرح کر دیا۔ اس کی نظر زمین کی تہہ تک پہنچ جاتی ہے اور وہ یہ بتا دیتا کہ زمین کے کس حصہ میں پانی موجود ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ نمل میں بھی ہدہد کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔ مَالِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ۔ معلوم ہوا کہ جانور جو غیر مکلف ہیں۔ اگر ان سے بھی انبیائے کرام علیہم السلام سے محبت و عقیدت کا کوئی فعل عمل میں آجائے تو ان کا انجام اچھا ہوتا ہے اور اگر ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جائے۔ جس سے انبیاء کرام کی توہین و تنقیص اور بغض و عداوت کا اظہار ہوتا ہو تو باوجود ان کے غیر مکلف ہونے کے وہ مبغوض و مردود ہو جاتے ہیں اور ایسے جانوروں کو قتل کرنے پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ اسی بنا پر گرگٹ کا قتل کرنا باعثِ اجر و ثواب ہوگیا۔ یہ بھی واضح ہوا کہ جب جانوروں کی یہ کیفیت ہے تو انسان جو صاحبِ عقل و فہم ہے۔ اگر معاذ اللہ اس سے انبیاء کرام علیہم السلام کی شان میں بے ادبی ہو جائے تو اس کی سنگینی کا کیا عالم ہوگا۔

---

marfat.com

Marfat.com

حیات و نزولِ عیسٰی علیہ السلام

اس مسئلہ پر غور و فکر سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ مانی ہوئی باتیں چار قسم کی ہیں :۔

اوّل : ضروریاتِ دین ۔ جن کا منکر کافر ہوتا ہے اور جس کا ثبوت قرآنِ عظیم یا حدیثِ متواتر یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالات واضحۃ الافادات سے ہوتا ہے ۔ ایسا کہ اس میں شُبہ کو گنجائش اور نہ تاویل کو راہ ۔

دوم : ضروریاتِ مذہب اہلِ سُنّت و جماعت ۔ جن کا منکر گمراہ قرار پاتا ہے اور اس کا ثبوت بھی دلیلِ قطعی سے ہوتا ہے ۔ اگرچہ باحتمالِ تاویل بابِ تکفیر مسدود ہو ۔ یعنی اس کے منکر کو کافر نہیں کہیں گے ۔

سوم : ثابتاتِ محکمہ ۔ جن کا منکر بعد وضوحِ امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے ۔ ان کے ثبوت کو دلیلِ ظنی کافی ہے ۔ جب اس کا مفاد اکبر رائے کہ جانبِ خلاف کو مطروح و مضمحل کر دے ۔ اس کے ثبوت کے لیے حدیثِ احاد صحیح یا حسن کافی ۔

چہارم : ظنیاتِ محتملہ ۔ جن کے منکر کو صرف مخطی کہہ سکتے ہیں ۔ ان کے لیے ایسی دلیلِ ظنی کافی جس نے جانب خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو ۔

ان ضابطوں کی روشنی میں حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام سے متعلق مسئلے تین ہیں اور ان کا حکمِ شرعی بھی علیحدہ ہے ۔ کیونکہ بات جس مرتبہ کی ہو دلیل بھی اسی

marfat.com
Marfat.com

مرتبہ کی چاہیے - تفصیل اس اجمال کی یہ ہے :-

مسئلہ اوّل :- اتنی بات قطعی یقینی ضروریاتِ دین سے ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ سُولی دیے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہود کے مکر سے بچا کر آسمان پر اُٹھا لیا - جو شخص اس کا منکر ہو وہ کافر ہے - کیونکہ یہ بات قرآنِ مجید کی نصِ قطعی سے واضح و ثابت ہے، ارشادِ خداوندی ہے :-

وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ (سورہ نساء)

اور ہم نے یہود پر لعنت کی بسبب ان کے کفر کرنے اور مریم پر بڑا بہتان اٹھانے اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو قتل کیا اور بات یہ ہے انھوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سُولی دی - بلکہ ان کے لیے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا اور وہ جو اس کے بارہ میں اختلاف کر رہے ہیں - ضرور اس کی طرف سے شُبہ میں پڑے ہوتے ہیں - انہیں اس کی کچھ خبر نہیں - مگر یہی گمان کی پیروی اور اب تک انھوں نے اس کو قتل نہ کیا - بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے اور کوئی کتابی ایسا نہیں جو اس (عیسیٰ) کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن وہ (عیسیٰ) ان پر گواہ ہوگا -

ان آیات میں یہود کے اس دعویٰ کی تکذیب کی گئی ہے کہ جناب عیسیٰ بن مریم

marfat.com

Marfat.com

کو شہید کیا گیا۔ قرآنِ مجید نے تصریح کی کہ حضرت عیسٰی بن مریم نہ قتل ہوئے اور نہ سُول دیئے گئے۔ بلکہ اللہ تعالےٰ نے انہیں صحیح وسلامت آسمان پر اُٹھا لیا۔

لہ یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ انتقال کے بعد دوبارہ کسی نبی کا دنیا میں آنا ممکن ہے کسی نبی کا انتقال، دوبارہ دنیا میں اس کی تشریف آوری کو محال نہیں کر سکتا۔ قرآنِ مجید میں فرمایا:-

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ (بقرہ ع ۳۵)

یا اس کی طرح جو گزرا ایک بستی پر اور وہ گری ہوئی تھی اپنی چھتوں پر۔ بولا کہاں جلائے گا اللہ بعد اس کی موت کے۔ سو اسے موت دی اللہ نے سو برس پھر اُسے زندہ کیا اور فرمایا تو یہاں کتنا ٹھہرا ؟ بولا میں ٹھہرا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ فرمایا بلکہ تو یہاں ٹھہرا سو برس۔ اب دیکھ اپنے کھانے اور پینے کو (جو دو روز میں بگڑ جانے کی چیز تھے وہ اب تک) نہ بگڑے اور دیکھ اپنے گدھے کو (جس کی ہڈیاں تک گل گئیں) اور تاکہ ہم تجھے نشانی بنائیں لوگوں کے لیے (کہ اللہ تعالیٰ یوں مُردوں کو جِلاتا ہے) اور دیکھ ان ہڈیوں کو کہ ہم کیونکر انہیں اٹھاتے، پھر انہیں گوشت پہناتے ہیں۔ جب یہ سب اس کے لیے ظاہر ہو گیا (اور اس کی آنکھوں کے سامنے ہم نے اس کے گدھے کی گلی ہوئی ہڈیوں کو درست فرما کر گوشت پہنا کر زندہ کر دیا)

marfat.com

Marfat.com

مسئلہ ثانیہ | جناب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا قربِ قیامت میں آسمان سے اُترنا، دنیا میں دوبارہ تشریف آوری (اس عہد کے مطابق جو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام سے لیا یعنی دینِ محمدی کی امداد و اعانت کرنا) یہ مسئلہ ضروریاتِ مذہب اہلِ سنت سے ہے اور اس کا منکر گمراہ و بدمذہب ہے۔ کیونکہ نزولِ عیسیٰ کا ثبوت احادیثِ متواترہ واجماعِ حق سے بھی ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی چند احادیث یہ ہیں:۔

۱۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ

کیسا حال ہوگا تمہارا جب تم میں ابن مریم نزول کریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں

بولا میں جانتا ہوں کہ اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ اس کے بعد رب جل وعلا نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کا قصہ ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنے رب سے عرض کی۔ مجھے دکھا دے تو کیونکر مُردے جلائے گا۔ حکم ہوا چار پرندے اپنے اوپر ہلا لے۔ پھر انہیں ذبح کر کے متفرق پہاڑوں پر ان کے اجزاء رکھ دے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایسا ہی کیا۔ ان کے پر اور خون اور گوشت قیمہ قیمہ کر کے سب خلط ملط کئے اور اس مجموع مخلوط کے حصّے کر کے متفرق پہاڑوں پر رکھے حکم ہوا، اب انہیں بُلا تیرے پاس دوڑتے چلے آئیں گے۔ سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بیچ میں کھڑے ہو کر آواز دی۔ ملاحظہ فرمایا کہ ہر جانور کے گوشت پوست، پروں کا ریزہ ریزہ ہر پہاڑ سے اُڑ کر ہوا میں باہم ملتا اور پورا پرندہ بن کر زندہ ہو کر ان کے پاس دوڑتا آ رہا ہے تو جب چرند پرند مر کر دنیا میں پھر چلے اور عزیر یا ارمیا علیہما الصلوٰۃ والسلام سو برس موت کے بعد دنیا میں پھر تشریف لا کر ہادیٔ خلق ہوئے۔ تو اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بالفرض انتقال بھی فرمایا ہو تو یہ ان کے دوبارہ تشریف لانے اور ہدایت فرمانے سے کیا مانع ہو سکتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سے ہوگا۔

۲۔ حدیث صحیح مسلم وسُنن ابی داؤد میں، جامع ترمذی وسنن نسائی وسُنن ابن ماجہ میں حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّہَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوا قَبْلَہَا عَشْرَ اٰیاتٍ فَذَکَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ والدَّابَّۃَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ عَنْ مَغْرِبِھَا وَنُزُوْلَ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ وَیَاجُوْجَ وَمَاجُوْجَ۔

بیشک قیامت نہیں آئے گی جب تک تم اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو ازانجملہ ایک دھواں اور دجال اور دابۃ الارض اور آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا اور عیسٰی بن مریم کا اُترنا اور یاجوج وماجوج کا نکلنا۔

۳۔ مسند امام احمد وصحیح مسلم میں حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال کے ذکر میں فرمایا:۔

یَاتِیْ بِالشَّامِ مَدِیْنَۃَ بِفَلَسْطِیْنَ بِبَابِ لُدٍّ فَیَنْزِلُ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَیَقْتُلُہٗ وَیَمْکُثُ عِیْسٰی فِی الْاَرْضِ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً اِمَامًا عَدْلًا وَحَکَمًا مُقْسِطًا۔

وہ ملک شام میں شہر فلسطین دروازہ شہر لد کو جائیگا۔ عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام زمین میں چالیس برس رہیں گے۔ امام عادل وحاکم مُنصف ہوکر۔

۴۔ مسند وصحیح مذکورین میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لَا تَزَالُ طَائِفَۃٌ مِّنْ اُمَّتِیْ یُقَاتِلُوْنَ عَلَی الْحَقِّ ظَاھِرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ فَیَنْزِلُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ فَیَقُوْلُ اَلَا اِنَّ

marfat.com

Marfat.com

بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ اُمَرَاءُ تَکْرِمَۃَ اللّٰہِ تَعَالٰی لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ

ہمیشہ میری اُمت کا ایک گروہ حق پر قتال کرتا تا قیامت غالب رہیگا۔ پس عیسیٰ بن مریم علیہما الصلاۃ والسلام اُتریں گے۔ امیر المومنین اُن سے کہیگا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے وہ فرمائیں گے نہ۔ تم میں بعض بعض پر سردار ہیں۔ بسبب اس امت کی بزرگی کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔

۵۔ مسند احمد و صحیح مسلم و جامع ترمذی و سُنن ابن ماجہ میں مطولاً اور سُنن ابی داوٗد میں مختصراً حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال لعین کا ذکر فرمایا کہ وہ شام و عراق کے درمیان سے نکلے گا۔ چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کا ہوگا اور دوسرا ایک مہینے کا۔ تیسرا ایک ہفتے کا۔ باقی دن جیسے ہوتے ہیں۔ اس قدر جلد ایک شہر سے دوسرے میں پہنچے گا جیسے بادل کو ہوا اُڑائے لیے جاتی ہو۔ جو اُسے مانیں گے اُن کے لیے بادل کو حکم دے گا، برسنے لگے گا۔ زمین کو حکم دے گا، کھیتی جم اُٹھے گی، جو نہ مانیں گے اُن کے پاس سے چلا جائیگا۔ ان پر قحط ہو جائے گا۔ تہی دست رہ جائیں ویرانے پر کھڑا ہو کر کہے گا۔ اپنے خزانے نکال۔ خزانے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح اس کے پیچھے ہو لیں گے۔ پھر ایک جوان گٹھے ہوئے جسم کو بلا کر تلوار سے دو ٹکڑے کرے گا۔ دونوں ٹکڑے ایک نشانہ تیر کے فاصلے سے رکھ کر مقتول کو آواز دے گا۔ وہ زندہ ہو کر چلا آئیگا۔ دجال لعین اس پر بہت خوش ہوگا اور ہنسے گا۔

فَبَیْنَمَا کَذٰلِکَ اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ الْمَسِیْحَ عِیْسَی بْنَ مَرْیَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَاءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ بَیْنَ مَھْرُوْذَتَیْنِ وَاضِعًا کَفَّیْہِ عَلٰی اَجْنِحَۃِ مَلَکَیْنِ اِذَا طَأْطَأَ رَأْسَہٗ قَطَرُوْا اِذَا رَفَعَہٗ تَحَدَّرَ مِنْہُ جُمَانٌ کَاللُّؤْلُؤِ فَلَا یَحِلُّ

marfat.com

Marfat.com

لِكَافِرٍ يَجِدُ رِيحَ نَفَسِهِ اِلَّا مَاتَ وَنَفَسُهُ يَنْتَهِيْ طَرْفُهُ فَيَطْلُبُهُ حَتّٰى يُدْرِكَهُ بِبَابِ لُدٍّ فَيَقْتُلُهُ

دجال لعین اسی حال میں ہوگا کہ اللہ عزوجل مسیح ابن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا۔ وہ دمشق کی شرقی جانب منارہ سپید کے پاس نزول فرمائیں گے۔ دو کپڑے ورس و زعفران سے رنگے ہوئے پہنے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے جب اپنا سر جھکائیں گے، بالوں سے پانی ٹپکنے لگے گا اور جب سر اٹھائیں گے موتی سے جھڑنے لگیں گے۔ کسی کافر کو حلال نہیں کہ ان کے سانس کی خوشبو پائے اور مر نہ جائے اور ان کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک ان کی نگاہ پہنچے گی۔ وہ دجال لعین کو تلاش کر کے بیت المقدس کے قریب جو شہر لُد ہے۔ اس کے دروازے کے پاس اسے قتل فرمائیں گے۔

اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زمانے میں یاجوج و ماجوج کا نکلنا، پھر اس کا ہلاک ہونا بیان فرمایا۔ پھر ان کے زمانے میں برکت کی افراط، یہاں تک کہ انار اتنے اتنے بڑے پیدا ہوں گے کہ ایک انار سے ایک جماعت کا پیٹ بھرے گا۔ چھلکے کے سایہ میں ایک جماعت آجائے گی۔ ایک اونٹنی کا دودھ آدمیوں کے گروہوں کو کافی ہوگا۔ ایک گائے کے دودھ سے ایک قبیلے اور ایک بکری کے دودھ سے ایک قبیلے کی شاخ کا پیٹ بھر جائیگا۔

۶۔ مسند احمد و صحیح مسلم میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِيْ اُمَّتِيْ فَيَمْكُثُ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ۔

دجال میری امت میں نکلے گا۔ ایک چلّہ ٹھہرے گا۔ پھر اللہ عزوجل عیسیٰ بن

marfat.com
Marfat.com

مریم کو بھیجے گا۔ وہ اسے ڈھونڈ کر قتل کریں گے۔

۷۔ سُنَنِ ابی داؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میرے اور عیسیٰ کے بیچ میں کوئی نبی نہیں اور بے شک

لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ یَعْنِیْ عِیْسٰی عَلَیْهِ السَّلَامُ وَاِنَّهٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَأَیْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْا رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَی الْحُمْرَةِ وَالْبَیَاضِ مُمَصَّرَتَیْنِ كَاَنَّ رَاْسَهٗ یَقْطُرُ وَاِنْ لَّمْ یُصِبْهُ بَلَلٌ فَیُقَاتِلُ النَّاسَ عَلَی الْاِسْلَامِ فَیَدُقُّ الصَّلِیْبَ وَیَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَیَضَعُ الْجِزْیَةَ وَیُهْلِكُ اللّٰهُ فِیْ زَمَانِهٖ الْمِلَلَ كُلَّهَا اِلَّا الْاِسْلَامَ وَیُهْلِكُ الْمَسِیْحَ الدَّجَّالَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ثُمَّ یَتَوَفّٰی فَیُصَلِّیْ عَلَیْهِ الْمُسْلِمُوْنَ

وہ اُترنے والے ہیں۔ جب تم انہیں دیکھنا پہچان لینا۔ وہ میانہ ہیں۔ رنگ سُرخ وسپید، دو کپڑے ہلکے زرد رنگ کے پہنے ہوئے گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اگرچہ انہیں تری نہ پہنچی ہو۔ وہ اسلام پر کافروں سے جہاد فرمائیں گے۔ صلیب توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ اٹھا دیں گے۔ اُن کے زمانہ میں اللہ عزّوجل اسلام کے سوا سب مذہبوں کو فنا کر دے گا۔ وہ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے۔ دنیا میں چالیس برس رہ کر وفات پائیں گے۔ مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھیں گے۔

۸۔ امام احمد اور طبرانی حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکرِ دجّال بیان کر کے فرمایا:۔

ثُمَّ یَجِیْءُ عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ مِنْ قِبَلِ الْمَغْرِبِ مُصَدِّقًا بِمُحَمَّدٍ

marfat.com

Marfat.com

صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰى مِلَّتِهٖ يَقْتُلُ الدَّجَّالَ ثُمَّ اِنَّمَا هُوَ قِيَامُ السَّاعَةِ

اس کے بعد عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسّلام جانب مغرب سے آئیں گے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے اور انہیں کی ملت پر۔ پس دجّال کو قتل کریں گے۔ پھر آگے قیامت ہی قائم ہونا ہے۔

۹۔ معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے بعد ذکرِ دجّال فرمایا :۔

يَلْبَثُ فِيْكُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا بِمُحَمَّدٍ عَلٰى مِلَّتِهٖ اِمَامًا مَهْدِيًّا وَحَكَمًا عَدْلًا فَيَقْتُلُ الدَّجَّالَ

وہ تم میں رہے گا۔ جب تک اللہ چاہے۔ پھر عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام اُتریں گے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے۔ حضور کی ملت پر امام راہ پائے ہوئے اور حاکم عدل کرنے والے وہ دجّال کو قتل کریں گے۔

۱۰۔ طبرانی کبیر میں اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :۔

يَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ شَرْقِيَّ دِمَشْقَ

عیسیٰ بن مریم دمشق کی شرقی جانب منارہ سپید کے پاس نزول فرمائینگے

۱۱۔ مستدرک حاکم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

لَيَهْبِطَنَّ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا وَّاِمَامًا مُقْسِطًا وَلَيَسْلُكَنَّ فَجًّا حَاجًّا اَوْ مُعْتَمِرًا وَلَيَاْتِيَنَّ قَبْرِيْ حَتّٰى يُسَلِّمَ عَلَيَّ وَلَاُرُدَّنَّ عَلَيْهِ

marfat.com
Marfat.com

خدا کی قسم ضرور عیسیٰ بن مریم حاکم و عادل ہو کر اُتریں گے اور ضرور شارع عام کے رستے حج یا عمرے کو جائیں گے اور ضرور میرے سلام کے لیے مزارِ اقدس پر حاضر آئیں گے اور ضرور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔

۱۲- ابو نعیم حلیہ اور ابو سعید نقاش فوائد العراقیین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

طُوْبٰى لِعَيْشٍ بَعْدَ الْمَسِيْحِ يُؤْذَنُ لِلسَّمَاءِ فِي الْقَطْرِ وَيُؤْذَنُ لِلْاَرْضِ فِي النَّبَاتِ حَتّٰى لَوْ بَذَرْتَ حَبَّكَ عَلَى الصَّفَا لَنَبَتَ وَحَتّٰى يَمُرَّ الرَّجُلُ عَلَى الْاَسَدِ فَلَا يَضُرُّهٗ وَيَطَاءَ عَلَى الْحَيَّةِ فَلَا تَضُرُّهٗ وَلَا تَشَاحَّ وَلَا تَحَاسُدَ وَلَا تَبَاغُضَ۔

خوشی اور شادمانی ہے اس عیش کے لیے جو بعد نزولِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوگا۔ آسمان کو اذن ہوگا کہ برسے اور زمین کو حکم ہوگا کہ اُگے۔ یہاں تک کہ اگر تو اپنا دانہ پتھر کی چٹان پر ڈال دے تو وہ بھی جم اٹھے گا۔ یہاں تک کہ آدمی شیر پر گزرے گا اور وہ نقصان نہ پہنچائے گا اور سانپ پر پاؤں رکھ دے گا اور وہ اُسے مضرّت نہ دے گا۔ نہ آپس میں مال کا لالچ رہے گا، نہ حسد نہ کینہ۔

۱۳- امام رازی و ابن عساکر بطریقِ عبد الرحمٰن بن ایوب بن نافع بن کیسان عن ابیہ عن جدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، راوی رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

يَنْزِلُ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ عِنْدَ بَابِ دِمَشْقَ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ لِسِتِّ سَاعَاتٍ مِنَ النَّهَارِ فِيْ ثَوْبَيْنِ مُمَشَّقَيْنِ كَاَنَّمَا يَنْحَدِرُ مِنْ رَاْسِهِ اللُّؤْلُؤُ۔

marfat.com

Marfat.com

عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام دروازہ دمشق کے نزدیک سپید منارے کے پاس چھ گھڑی دن چڑھے رنگین کپڑے پہنے اُتریں گے۔ گویا ان کے بالوں سے موتی جھڑتے ہیں۔

۱۴۔ ابن الجوزی کتاب الوفا میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

يَنْزِلُ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ إِلَى الْأَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُولَدُ لَهُ وَيَمْكُثُ خَمْسًا وَأَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ فَيُدْفَنُ مَعِيَ فِي قَبْرِي فَأَقُومُ أَنَا وَعِيسَى بْنُ مَرْيَمَ مِنْ قَبْرٍ وَاحِدٍ بَيْنَ أَبِي بَكْرٍ

عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام زمین پر اُتریں گے۔ یہاں شادی کرینگے۔ انکے اولاد ہوگی۔ پینتالیس برس رہیں گے۔ اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔ میرے ساتھ مقبرۂ پاک میں دفن ہوں گے۔ روزِ قیامت میں اور وہ ایک ہی مقبرے سے اسطرح اُٹھیں گے کہ ابوبکر و عمر ہم دونوں کے داہنے بائیں ہوں گے۔

۱۵۔ جناب ابوہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَيُوشِكَنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا عَدْلًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيضُ الْمَالُ حَتَّى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ حَتَّى تَكُونَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ أَبُو هُرَيْرَةَ فَاقْرَءُوا إِنْ شِئْتُمْ وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ بیشک ضرور نزدیک آتا ہے

marfat.com
Marfat.com

کہ ابنِ مریم تم میں حاکمِ عادل ہو کر اُتریں۔ پس صلیب کو توڑ دیں اور خنزیر کو قتل کریں اور جزیہ کو موقوف کر دیں گے (یعنی کافر سے سوا اسلام کے کچھ قبول نہ فرمائیں گے) اور مال کی کثرت ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ تمام دنیا اور اس کی سب چیزوں سے بہتر ہوگا۔ یہ حدیث بیان کرکے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تم چاہو تو اس کی تصدیق قرآنِ مجید میں دیکھ لو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسٰی کی موت سے پہلے سب اہلِ کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔

۱۶- صحیح مسلم میں انہیں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ رومی نصاریٰ عماق و دابق میں اُتریں (کہ ملک شام کے دو موضع ہیں) ان کی طرف مدینہ طیبہ سے ایک لشکر جائے گا جو اس دن بہترین اہلِ زمین سے ہوں گے۔ جب دونوں لشکر مقابل ہوں گے، رومی کہیں گے ہمیں ہمارے ہم قوموں سے لڑ لینے دو جو ہم میں سے قید ہو کر تمہاری طرف گئے (اور مسلمان ہو گئے ہیں)۔ مسلمان کہیں گے نہیں واللہ ہم اپنے بھائیوں کو تمہارے مقابلہ میں تنہا نہ چھوڑیں گے۔ پھر ان سے لڑائی ہوگی۔ لشکرِ اسلام سے ایک تہائی بھاگ جائیں گے اللہ تعالیٰ کبھی انہیں توبہ نصیب نہ کرے گا اور ایک تہائی مارے جائیں گے۔ اللہ کے نزدیک یہ بہترین شہداء ہوں گے اور ایک تہائی کو فتح ملے گی۔ یہ کبھی فتنے میں نہ پڑیں گے۔ پھر یہ مسلمان قسطنطنیہ کو (کہ اس سے پہلے نصاریٰ کے قبضے میں آچکی ہوگی) فتح کریں گے۔ وہ غنیمتیں تقسیم کرتے ہی ہوں گے۔ اپنی تلواریں درختانِ زیتون پر لٹکا دی ہوں گی کہ ناگاہ شیطان پکارے گا کہ تمہارے گھروں میں دجّال آگیا۔ مسلمان پلٹیں گے اور یہ خبر جھوٹی ہوگی۔ جب شام میں آئیں گے۔ دجّال نکل آئیگا۔

فَبَيْنَمَا هُمْ يُعِدُّوْنَ لِلْقِتَالِ يُسَوُّوْنَ الصُّفُوْفَ اِذَا اُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَيَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَاَمَّهُمْ فَاِذَا رَاٰهُ عَدُوُّ اللّٰهِ

marfat.com

Marfat.com

ذَابَ كَمَا يَذُوْبُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ فَلَوْ تَرَكَهُ لَذَابَ حَتّٰى يَهْلِكَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ بِيَدِهٖ فَيُرِيْهِمْ دَمَهُ فِي حَرْبَتِهٖ

اسی اثنا میں کہ مسلمان دجّال سے قتال کی تیاریاں کرتے صفیں سنوارتے ہوں گے کہ نماز کی تکبیر ہوگی ۔عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے۔ ان کی امامت کریں گے وہ خدا کا دشمن دجال جب انہیں دیکھے گا۔ ایسا گلنے لگے جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اگر عیسیٰ رسول اُسے نہ ماریں جب بھی گل گل کر ہلاک ہو جائیگا ۔مگر اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ سے اُسے قتل کرے گا۔ مسیح مسلمانوں کو اس کا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے۔

مسئلہ ثالثہ | یعنی حضرت عیسیٰ بن مریم صلوٰۃ اللہ تعالیٰ وسلامہٗ علیہ پر اب تک موت[1] طاری نہ ہوئی ۔زندہ ہی آسمانوں پر اُٹھا لیے گئے اور بعد نزول دنیا میں سالہا سال تشریف رکھ کر پھر وفات پائیں گے۔ یہ مسائل آخری دو قسموں سے متعلق ہیں۔ جس کا منکر بعد وضوحِ امر خاطی و آثم قرار پاتا ہے۔ کیونکہ ان مسائل کا ثبوت دلیلِ ظنی سے ہوا ہے اور جانبِ خلاف کی گنجائش بھی ہے۔

بہرحال جناب عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے کے متعلق اس آیہ کریمہ سے استدلال کیا جاتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ

---

[1] البتہ یہ مسئلہ ضروریاتِ مذہب اہلِ سُنّت سے ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں۔ وعدہ الٰہیہ کی تصدیق کے لیے ایک آن کے لیے ان پر موت طاری ہوئی ہے۔ پھر ہمیشہ حیاتِ حقیقی و ابدی ان کو حاصل ہے۔ جیسا کہ ائمہ اہلِ سُنّت نے اس مسئلہ کو محقق فرمایا ہے۔ (فافہم)

marfat.com
Marfat.com

ہر کتابی عیسیٰ کی موت سے پہلے ضرور ان پر ایمان لانے والا ہے۔
یعنی جب عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور اس وقت جو یہودی وعیسائی (کتابی) ان کے زمانہ میں ہوں گے۔ وہ ضرور ان کی موت سے قبل ان پر ایمان لے آئیں گے ——— کیونکہ اس وقت روئے زمین پر ایک ہی دین ہوگا۔ دینِ اسلام
آیاتِ مذکورہ کی یہ تفسیر حضرت ابوہریرہ صحابی رسول نے فرمائی اور یہ تفسیر سید المفسرین حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے (بخاری ومسلم وابن جریر)

فائدہ:۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حضور علیہ السلام کے صحابہ میں سے ہیں کیونکہ آپ نے شبِ معراج حضور کی زیارت کی ہے۔

فَهُوَ نَبِيٌّ وَّصَحَابِيٌّ وَهُوَ اٰخِرُ مَنْ يَّمُوْتُ مِنَ الصَّحَابَةِ

حضرت عیسیٰ نبی بھی ہیں اور حضور کے صحابی بھی اور ایسے صحابی جو اب بھی زندہ ہیں اور سب سے آخر میں انتقال فرمائیں گے۔
ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تخصیص اس بنیاد پر ہے کہ آپ کو حضور کی زیارت قبل طیرانِ موت ہوئی ہے۔ ورنہ شبِ معراج تو تمام انبیاء نے حضور کی زیارت کی ہے۔

امام تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے ایک معمہ کی صورت میں فرمایا کہ بتاؤ حضور کی امت میں وہ کونسا جوان ہے جو بالاتفاق تمام صحابہ کرام حتیٰ کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ سے بھی افضل ہے۔

جواب:۔ سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (اصابہ) اور تفسیر جلالین وغیرہ میں ہے
اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ قَابِضُكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ مِنَ الدُّنْيَا مِنْ غَيْرِ مَوْتٍ
(جلالین معالم کبیر)

marfat.com

Marfat.com

یعنی اللہ عزوجل نے عیسٰی علیہ السلام سے فرمایا۔ میں تجھے اپنے پاس بلالوں گا اور دنیا سے بغیر موت دینے کے اٹھالوں گا۔ بہرحال حضرت عیلٰے علیہ السلام کا زندہ آسمان پر اٹھایا جانا ہی قولِ جمہور ہے اور قولِ جمہور معتمد و منصور اور اس کا مقابل ساقط و نامعتبر۔

امام ابوالسعود فرماتے ہیں :-

اَلصَّحِیْحُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی رَفَعَہٗ مِنْ غَیْرِ وَفَاۃٍ وَّلَا نَوْمٍ کَمَا قَالَ الْحَسَنُ وَ اِبْنُ زَیْدٍ ھُوَ اِخْتِیَارُ الطَّبَرِیْ وَھُوَ الصَّحِیْحُ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ (معنم شرح مسلم۔ تفسیر ارشاد السلیم)

صحیح یہ ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی کو زندہ بیدار اٹھالیا۔ نہ ان کا انتقال ہوا نہ اس وقت سوتے تھے۔ جیسا کہ امام حسن بصری اور ابن زید نے تصریح کی۔ امام طبری نے اسی کو اختیار کیا اور حضرت عبداللہ بن عباس سے صحیح روایت یہی ہے۔

رمضان = اللہ تعالٰی کی رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ

توحید و رسالت یعنی کلمہ شہادت نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اسلام کے ارکان اور اس کی بنیاد ہیں اور اسلامی طرزِ حیات کی تعمیر اور نشو و نما میں ان پانچوں ارکان کو خاص دخل ہے۔ کتاب و سنت میں ان ارکانِ خمسہ کی تاثیری خصوصیات اور ان کے احکام و مسائل صراحت و وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ انہیں ارکانِ اسلام میں سے رمضان المبارک کے روزے بھی ہیں جو ہر عاقل و بالغ مرد و عورت پر فرض کیے گئے ہیں

marfat.com

Marfat.com

حضور غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ رمضان میں پانچ حرف ہیں ہر حرف سے ایک مضمون کی طرف اشارہ ہے (ر) سے رضوان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (م) محبۃُ اللہ، اللہ کی محبت (ض) سے ضمان اللہ، اللہ کی ضمانت (الف) سے اُلفت (ن) سے نوال۔ یعنی یہ مہینہ اللہ تعالیٰ سے جُود و کرم نوازش و رضا سے حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ يَعْلَمِ الْعِبَادُ مَا فِي رَمَضَانَ	اگر لوگوں کو فضائل و برکات کا علم ہو جاتا
لَتَمَنَّتْ اُمَّتِيْ اِنَّ السَّنَةَ	تو میری اُمت آرزو کرتی کہ سارا سال ہی
كُلَّهَا رَمَضَانَ (بیہقی)	رمضان ہو۔

فائدہ :۔ علمائے کرام نے رمضان کی متعدد وجوہِ تسمیہ بیان کی ہیں۔

۱۔ رمضان اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ اسی لیے شہرِ رمضان بولتے ہیں یعنی اللہ کا مہینہ

۲۔ رمضان رمض سے مشتق ہے۔ جس کے معنی جلانے کے ہیں۔ چونکہ اس ماہ میں روزہ داروں کے گناہ جلادیئے جاتے ہیں۔ اسی لیے اس ماہِ مبارک کا نام رمضان ہوا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ جس نے رمضان کے روزے ایمان اور طلبِ ثواب کے لیے رکھے۔ اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

۳۔ رمض کے معنی موسمِ بہار کی بارش کے بھی آتے ہیں تو جیسے موسمِ بہار کی بارش سے فضا گرد و غبار سے صاف ہو کر نکھر جاتی ہے۔ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ ایسے ہی ماہِ رمضان میں رحمت و مغفرتِ خداوندی کی بارش سے دلوں کے زنگ اور گناہوں کی سیاہیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ رحمتِ الٰہی متوجہ نمائش ہوتی ہے اور رشد و ہدایت اور اصلاحِ نفس کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

marfat.com

Marfat.com

سورہ بقرہ میں روزہ کے متعلق ارشادِ ربانی ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ تاکہ تم میں تقوٰے پیدا ہو ——— یعنی نفس کو مغلوب و مقہور کرنے اور اس کی ناجائز خواہشوں کو دبانے کے لیے کوئی دوسرا عمل روزہ کی مثل نہیں ہے۔ حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ آدمی کے ہر اچھے عمل کا ثواب دس گنے سے سات سو گنے تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِلَّا الصَّوْمُ فَاِنَّهٗ لِیْ وَ اَنَا اَجْزِیْ بِهٖ (بخاری و مسلم)

مگر روزہ وہ تو خاص میرے لیے ہے۔ میں ہی اس کا اجر و ثواب دوں گا۔

رمضان برکتوں اور رحمتوں کا خزینہ ہے

رمضان المبارک برکتوں اور رحمتوں کا مہینہ ہے۔ نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے۔

اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ (بخاری و مسلم)

تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔

نیز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان کے مہینہ میں منادیِ حق پکارتا ہے

وَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَا بَاغِیَ الْخَیْرِ اَقْبِلْ وَ یَا بَاغِیَ الشَّرِّ اَقْصِرْ وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَ ذٰلِكَ كُلَّ لَیْلَةٍ

(ترمذی و ابن ماجہ)

کہ اے نیکی اور خیر کے طالب قدم بڑھا اور اے بدی اور بدکاری کے شائق رک جا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے اور یہ سب رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔

ماہ رمضان کے متعلق حضور کا خطبہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ماہِ شعبان کی آخری تاریخ کو رسولِ کریم

marfat.com
Marfat.com

علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ہم کو خطبہ دیا جس میں آپ نے فرمایا۔
لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مہینہ کی ایک رات (شب قدر) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینہ کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے اور اس کی راتوں میں نفل عبادت (یعنی تراویح کو مقرر فرمایا۔ جو کوئی اس مبارک مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے کوئی نیکی کرے گا۔ (یعنی سنّت یا نفل یا صدقہ و خیرات) کرے گا تو اس کو فرضوں کے برابر ثواب ملے گا اور رمضان المبارک میں فرض ادا کرنے کا ثواب دوسرے زمانہ کے ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنّت ہے۔ یہ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس شخص نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے لیے مغفرت اور آتشِ دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہوگا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائیگا۔

بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔ بحضور نبوی صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں سے ہر شخص کو افطار کرانے کا سامان میسّر نہیں ہوتا (تو کیا غرباً اس ثوابِ عظیم سے محروم رہیں گے) آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ کی تھوڑی سی لسّی یا صرف پانی کے ایک گھونٹ سے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے۔ نیز آپ نے فرمایا۔

مَنْ اَشْبَعَ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَاَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَاَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

اس ماہِ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتشِ دوزخ سے آزادی ہے۔ جو آدمی اس مہینہ میں اپنے غلام (یا نوکر) کے کام میں کمی کردے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی ملے گی۔

marfat.com
Marfat.com

رمضان میں حضور تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجاتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے مگر رمضان المبارک میں آپ کی یہ کریمانہ صفت اور زیادہ ترقی کرجاتی تھی۔ رمضان کی ہر رات میں جبرئیل امین آپ سے ملاقات کرتے اور آپ کے ساتھ قرآنِ مجید کا دور کرتے۔

فَلَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَجْوَدُ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَةِ

تو حضور علیہ السلام ان دنوں تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوجاتے۔

(بخاری ومسلم)

قرآنِ مجید کے نزول کی ابتدا رمضان میں ہوئی۔ حضرت جبرئیل امین رمضان کی ہر شب میں بحضورِ نبوی حاضر ہوکر آپ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے تھے۔ سال کے بارہ مہینوں میں دور کے لیے رمضان کے مہینہ کا انتخاب اسی مناسبت سے ہے کہ زمین پر قرآن کے نزول کی ابتدا رمضان میں ہوئی اور جس سال آپ کا وصال ہوا اس سال قرآن کا دور دوبارہ ہوا۔

فضل و رحمت کا مہینہ

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنَّ فِي الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ الرَّيَّانُ يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ يُقَالُ اَيْنَ الصَّائِمُوْنَ فَيَقُوْمُوْنَ لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اَحَدٌ غَيْرُهُمْ

جنت کا ایک دروازہ ہے "ریان" قیامت کے دن اس دروازہ سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوسکتے ہیں۔ ان کے سوا اور کوئی اس سے داخل نہیں ہوسکتا۔ پکارا جائے گا۔ روزہ دار کہاں ہے اور روزہ دار کھڑے ہوجائیں گے (جنت میں اس دروازہ سے صرف روزہ ہی داخل ہوسکے گا)

ریّان - رِیّ سے مشتق ہے جس کے معنیٰ سیرابی کے ہیں حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ریان دروازہ سے داخل ہوگا۔ وہ کبھی پیاس محسوس نہیں کریگا۔

marfat.com
Marfat.com

یہ دروازہ صرف روزہ داروں کے لیے مخصوص ہوگا۔

محدثین نے ریان دروازہ کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی طرف کثرت سے نہریں جاری ہیں اور اس کے قریب پھل پھول شگوفے، چمن نگاہوں کو تازگی اور دلوں کو سُرور بخشنے والے بکثرت ہیں۔ اس لیے اس کو "ریان" کہتے ہیں یا یہ وجہ ہے کہ جو وہاں تک پہنچے گا اس سے روزِ قیامت کی تشنگی زائل ہوجائے گی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ اِمْرُؤٌ صَائِمٌ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّيْحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ آدمی کا ہر نیک عمل اسی کے لیے ہے۔ مگر روزہ، وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں کی سپر ہے اور جب تم میں کوئی روزہ رکھے تو فحش باتیں نہ کرے، نہ غل مچائے۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے میں روزہ دار آدمی ہوں۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ روزہ دار کے منہ کی بُو اللہ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں، ایک روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری لقاءِ الٰہی کے موقع پر جبکہ روزہ کا ثواب حاصل کرکے خوش ہوگا۔

حدیثِ ہذا میں روزہ کی عظمت کا بیان ہے کہ روزہ کا ثواب اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا اور یہ کہ روزہ دار کو بہرحال صبر و ضبط سے کام لینا چاہیے۔ برائیوں، فضول و لغو باتوں، لڑائی جھگڑے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

marfat.com

Marfat.com

۲۔ روزہ دار کو بوقتِ افطار روزے کے پورا ہونے کی خوشی ہوتی ہے اور دوسری خوشی لقاءِ الٰہی کے وقت ہوگی جب کہ روزہ بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبول فرمائے گا اور ثواب عطا فرمایا جائے گا۔

کل عمل ابن آدم: مطلب یہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عطا فرمایا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید میں فرمایا:۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (سورہ انعام)

جو اللہ تعالیٰ کے حضور ایک نیکی لے کر آئے گا اس کے لیے ۱۰ گنا اجر ہے اور جو بدی لے کر آئے گا تو اس کو اتنا ہی بدلہ دیا جائے گا جتنا اس نے قصور کیا ہے۔

سورہ نساء میں فرمایا:۔

وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا (سورۂ نساء)

اگر کوئی ایک نیکی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دوچند کرتا ہے اور پھر اپنی طرف سے بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔

اور اتنا عطا فرماتا ہے کہ بندہ کے وہم و گمان میں نہیں ہوتا اور یہ اس کا فضلِ خاص ہے جس کو چاہے نواز دے۔ تو عام اعمالِ خیر کے لیے تو یہی طریقہ ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس سے لے کر سات سو عطا فرمایا جاتا ہے۔ لیکن روزہ کے متعلق ارشادِ باری یہ ہے:۔

اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِیْ

سوائے روزہ کے کہ روزہ تو میرا ہے

اگرچہ تمام عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں۔ مگر روزہ کے متعلق خاص طور پر یہ فرمانا "روزہ میرے لیے ہے" اس کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ تمام عبادات میں ریا و سمعہ ہو سکتا ہے کیونکہ ان عبادات کی کوئی نہ کوئی ظاہری صورت ہوتی ہے۔ جیسے نماز میں سجدہ رکوع قیام، حج میں طواف کعبہ وغیرہ

marfat.com
Marfat.com

زکوٰۃ میں مال کا غریب کو دینا کہ نماز پڑھنے والا، حج کرنے والا، زکوٰۃ دینے والا پہچانا جاتا ہے۔ مگر روزہ کی ظاہری صورت نہیں ہے۔ اس کا تعلق تو صرف اللہ تعالیٰ سے ہے جو روزہ رکھتا ہے وہ مخلص ہی ہے۔ کیونکہ ریاکار چھپ کر کھا پی کر روزہ کا اظہار کر سکتا ہے تو روزہ بہر حال ایک مخلصانہ عبادت ہے۔ اس لیے فرمایا۔ یہ تو میرے لیے ہے اور اَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔ اور میں ہی اس کا ثواب عطا فرماؤں گا۔ اَنَا اَجْزِیْ معروف کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ روزہ کا ثواب براہِ راست میں خود دوں گا۔ کتنا دوں گا تو اس کو مقرر نہیں فرمایا اور اُجْزٰی مجہول پڑھا جائے تو معنیٰ یہ ہوں گے کہ تمام عبادات کا ثواب جنّت ہے۔ مگر روزہ ایک ایسی مخلصانہ عبادت ہے کہ اس کا ثواب میری ذات ہے۔ بندہ کو روزہ کے ثواب میں مل جاؤں گا۔ غور کیجیے لقاءِ الٰہی کے مقابل بھی کوئی ثواب یا درجہ ہے؟

۲۔ قیامت کے دن دوسری عبادتوں کا ثواب اہلِ حقوق کو دیا جا سکتا ہے۔ حتیٰ کہ قرضخواہ مقروض سے سات سو نمازیں قرض کے عوض میں حاصل کر سکے گا (شامی) لیکن روزہ کسی حق والے کو نہ دیا جائے گا کہ روزہ تو خاص اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔

۳۔ کفار و مشرکین قربانی، حج، خیرات، سجدہ وغیرہ بتوں کے لیے کرتے ہیں۔ مگر کوئی کافر بُت کے لیے روزہ نہیں رکھتا۔ کافر روزہ رکھتا بھی ہے تو صفائی نفس کے لیے تاکہ بتوں کا قرب حاصل ہو سکے تو روزہ ایسی عبادت ہے جو غیر اللہ کے لیے نہیں کی جاتی (مرقات و اشعۃ اللمعات)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جس نے

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّ اِحْتِسَابًا غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ	رمضان کے روزے ایمان اور طلبِ ثواب کے لیے رکھے۔ اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح رمضان کی

marfat.com

Marfat.com

اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِهٖ
(بخاری ومسلم)

راتوں میں ایمان واحتساب کے ساتھ قیام (تراویح) پڑھی۔اس کے سب پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

حضرت عبد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔

اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ

روزہ اور قرآن دونو بندے کی سفارش کریں گے۔

روزہ بارگاہِ الٰہی میں عرض کرے گا۔اے میرے پروردگار میں نے اس بندے کو کھانے پینے اور نفس کی خواہش پوری کرنے سے روکے رکھا تھا۔آج میری سفارش اس کے حق میں قبول فرما اور قرآن عرض کرے گا الٰہی! میں نے اس کو رات کے سونے اور آرام کرنے سے روکے رکھا تو آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔

فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ

چنانچہ روزہ اور قرآن دونوں کی سفارش اس بندہ کے حق میں قبول فرمائی جائیگی۔

افطار میں جلدی کرنا مستحب ہے

افطار میں جلدی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جب سورج کے غروب ہو جانے کا یقین ہو جائے فوراً افطار کر لیا جائے۔غروب کے بعد دیر نہ کی جائے۔یہ کہ مغرب سے قبل افطار کر لیا جائے۔مغرب کی نماز پڑھ کر افطار کرنا بدابت حدیث کے خلاف ہے اسی طرح تاروں کے روشن ہو جانے تک افطار میں دیر کرنا مکروہ ہے کہ اس وقت یہودی افطار کرتے ہیں ـــــ جلدی افطار کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی بندگی و عجز کا اظہار اور اس کی دی ہوئی اجازت کو قبول کرنا ہے (مرقات)

ترمذی کی حدیث میں ہے۔حضور علیہ السلام نے فرمایا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔میرے بندوں میں مجھے

marfat.com
Marfat.com

اَحَبُّ عِبَادِیْ اِلَیَّ اَعْجَلُهُمْ فِطْرًا — وہ بہت پیارے ہیں جو افطار جلدی کریں

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ حضور علیہ السلام نمازِ مغرب سے پہلے چند کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ یُفْطِرُ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَ۔ جس سے واضح ہوا کہ روزہ دار کو نمازِ مغرب سے قبل افطار کرنا چاہیئے۔ یہی سنّت ہے۔ حضور نے فرمایا۔

لَا یَزَالُ الدِّیْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی یُؤَخِّرُوْنَ — دین غالب رہے گا جب تک لوگ جلدی افطار کرتے رہیں۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

فوائد و مسائل مطلب حدیث یہ ہے کہ سورج کے غروب ہوتے ہی فوراً افطار کرلیا جائے۔ تاخیر نہ کی جائے۔ آیت ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ سے افطار میں جلدی کی تائید ہوتی ہے۔ کیونکہ آیت میں فِی الَّیْلِ نہیں فرمایا۔ بلکہ اِلَی الَّیْلِ فرمایا۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ روزے کو رات میں داخل نہ کرو بلکہ رات آتے ہی فوراً روزہ افطار کرلو۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَ الَّیْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ — حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ جب رات ادھر سے رُخ کرے اور دن ادھر سے پیٹھ موڑے اور سورج غروب ہوجائے تو روزے کے افطار کا وقت ہوگیا۔

مطلب حدیث یہ ہے۔ سورج کے غروب ہوجانے کے بعد فوراً روزہ افطار کرلینا چاہیئے۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ نمازِ مغرب سے پہلے روزہ افطار کیا جائے۔ نمازِ مغرب کے بعد افطار کرنا سنّت کے خلاف ہے اور یہ کہ تین یا پانچ کھجوروں سے افطار کرنا مسنون ہے۔

کھجور سے روزہ افطار کرنا حضور علیہ السلام کی سنّت ہے۔ نیز خالی پیٹ میٹھی چیز کھانا صحت کے لیے مفید ہے۔ خصوصاً نظر کے لیے۔ اسی لیے حضور نے فرمایا کہ روزہ کھجور سے افطار کرو — فَاِنَّهٗ بَرَکَةٌ — کہ اس میں برکت ہے۔

marfat.com

Marfat.com

اگر کھجور نہ ملے تو پھر پانی سے افطار کرلو ۔ فَاِنَّہٗ طَھُوْرٌ ۔ کہ یہ پاک کرنے والا ہے۔

صومِ وصال عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّہٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَا تُوَاصِلُوْا فَاَیُّکُمْ اَرَادَ اَنْ یُّوَاصِلَ فَلْیُوَاصِلْ حَتَّی السَّحَرِ قَالُوْا فَاِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ یُّطْعِمُنِیْ وَسَاقٍ یَّسْقِیْنِ ۔

(حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے ۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے ملا کر روزے مت رکھو۔ اگر کسی کا ارادہ ہی وصال کا ہو تو سحری کے وقت تک وصال کرسکتا ہے ۔ صحابہ نے عرض کیا ۔ یارسول اللہ آپ تو وصال کرتے ہیں ۔ آنحضورؐ نے فرمایا ۔ میں تمہاری طرح نہیں ہوں ۔ رات کے وقت ایک کھلانے والا مجھے کھلاتا ہے اور پلانے والا مجھے سیراب کرتا ہے ۔

فوائد و مسائل اس حدیث سے واضح ہوا کہ ۱۔ بلا سحر و افطار متواتر و مسلسل روزے رکھنا مطلوب و محمود نہیں ۔ ۲۔ عبادت و ریاضت میں میانہ روی کو اختیار کرنا چاہیئے ۔ اپنی طرف سے زیادتی و شدت نہیں کرنی چاہیئے ۳۔ فنہاھم ۔ حضور نے صومِ وصال سے منع فرمایا ۔ علامہ کرمانی نے فرمایا ۔ یہ نہی تحریمی ہے یا تنزیہی ۔ اس میں اختلاف ہے ۔ والظاھر الاوّل اور ظاہر یہ ہے کہ نہی تحریمی ہے ۔ ۴۔ سیدنا امام اعظم ، ابو حنیفہ ، شافعی مالک اور اہلِ فقہ کی ایک جماعت نے صومِ وصال کو مکروہ قرار دیا ہے (عینی)

وَقَالَ مُحَمَّدٌ فِی الْمُوَطَّا الْوِصَالُ مَکْرُوْہٌ وَھُوَ قَوْلُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ — امام محمد نے موطا میں فرمایا کہ صومِ وصال مکروہ ہے ۔ امام اعظم کا بھی یہی قول ہے

واضح ہو کہ صومِ وصال یعنی بلا سحر و افطار متواتر و مسلسل روزے رکھنا ممنوع ہے

marfat.com
Marfat.com

یہ اس لیے بھی کہ رات کا روزہ شروع نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ رات تک روزہ پورا کرو ـــــ نیز عبادت و ریاضت میں سختی و شدت شارع علیہ السلام کو مطلوب نہیں ہے اور حضور علیہ السلام کا صومِ وصال رکھنا ۔ یعنی مسلسل اور متواتر بلا سحر و افطار روزے رکھنا ، تو اس کا جواب خود حضور نے ارشاد فرما دیا کہ میرا معاملہ دوسرا ہے ۔ تم میں میری مثل کون ہے ؟ یعنی کوئی نہیں ۔ اس لیے صومِ وصال حضور کی خصوصیات سے قرار پائے گا اور عام لوگوں کے لیے ممنوع ۔

۵ ۔ فاکلفوا من الاعمال الخ سے واضح ہوا کہ عبادت و ریاضت میں اپنی طرف سے سختی و شدت اسلامی شریعت میں مشروع نہیں ہے ۔ آدمی کو اسی قدر عبادت کرنی چاہیے جس کو نشاط کے ساتھ ہمیشہ کرتا رہے ۔ ان احادیث میں ان تغلو پسند بازوں اور خانہ ساز متقیوں کے لیے بھی سبق ہے ۔ جو شریعتِ اسلامیہ میں اپنی طرف سے زیادتی ، شدت اور سختی کرنے کی تلقین کرتے ہیں ۔

حضور کی بشریّت

۱ ۔ ان احادیث میں یہ تصریح ہے کہ جب صحابۂ کرام کو حضور نے صومِ وصال سے منع فرمایا تو انہوں نے عرض کی حضور آپ تو وصال فرماتے ہیں ۔ تو حضور نے اس کے جواب میں فرمایا :

• اِنِّیْ لَسْتُ مِثْلَکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَ اُسْقٰی — میں تمہاری مثل نہیں ہوں ۔ مجھے کھلایا پلایا جاتا ہے ۔

• لَسْتُ کَاَحَدٍ مِّنْکُمْ اِنِّیْ اُطْعَمُ وَ اُسْقٰی — میں تم میں سے کسی طرح نہیں ہوں ۔ مجھے کھلایا اور سیراب کیا جاتا ہے ۔

• اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ وَّسَاقٍ یَّسْقِیْنِ — میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں رات اس طرح گزارتا ہوں کہ ایک کھلانے والا کھلاتا ہے اور پلانے والا پلاتا ہے ۔

• اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِ — میں تمہاری طرح نہیں ہوں ۔ مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

وَ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اِنِّیْ اَبِیْتُ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ
تم میں میرا مثل کون ہے ؟ میں رات گزارتا ہوں مجھے میرا رب کھلا اور پلا دیتا ہے

وَ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ لِیْ مُطْعِمٌ یُطْعِمُنِیْ
میں تمہاری طرح نہیں ہوں ، میں رات گزارتا ہوں - ایک کھلانے والا مجھے کھلا دیتا ہے اور پلانے والا مجھے پلا دیتا ہے -

(بخاری ج ۱ ، صفحہ ۲۶۳ / ۲۶۵)

۲ - حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان جوابات میں اپنی بشریت کے متعلق واضح طور پر تشریح فرمادی کہ اگرچہ میں انسان ہوں ، بشر ہوں ، اللہ کا بندہ اور اس کی مخلوق ہوں مگر میری بشریت عام لوگوں کی بشریت کی طرح نہیں ہے - غور کیجئے کہ ایکو مثلی کے مخاطب کون ہیں ؟ صحابہ کرام علیہ الرحمۃ والرضوان کہ جن کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ عام لوگ تو عام لوگ ہیں - غوث و قطب ، اوتاد و ابدال ، علماء و صلحاء و اولیاء بھی ان کی برابری نہیں کرسکتے ـــــ حضور ان کو مخاطب بنا کر فرما رہے ہیں " اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں میرا مثل کون ہے لَسْتُ کاحد منکم تم میں کوئی بھی میری طرح نہیں ہے " - سچی بات تو یہ ہے کہ ؎

بشر ضرور ہیں پر داخلِ انام نہیں
شمار دانۂ تسبیح میں امام نہیں

چنانچہ صحابہ کرام بارگاہِ نبوت میں عرض کیا کرتے تھے :-

قَالُوْا اِنَّا لَسْنَا کَھَیْئَتِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ
یارسول اللہ ہم آپ کی طرح نہیں ہیں -

(بخاری ج ۱ صفحہ ۷)

اس لیے یہ کہنا حق و صواب ہے کہ حضور سرورِ کائنات نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مطہر سے ہمسری و برابری کا دعویٰ کرنا اعلیٰ درجہ کی گمراہی و بے دینی ہے - اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور کی تعظیم و توقیر کی توفیقِ رفیق عطا فرمائے -

عبادت و ریاضت ، تسبیح و تہلیل اور مشاہدۂ حق حضور کی طبیعتِ ثانیہ تھی - مگر رمضان اور رمضان کے آخری عشرہ میں خصوصی طور پر دن رات عبادتِ الٰہی میں

marfat.com
Marfat.com

مصروف رہتے تھے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا۔ تو حضور علیہ السلام اپنے تہبند کو مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کو عبادت الٰہی

شَدَّ مِیْزَرَہٗ وَاَحْیٰی لَیْلَہٗ وَ اَیْقَظَ اَھْلَہٗ (مشکوٰۃ) کے لیے جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔

لیلۃ القدر

نیز جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ مزید فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام جس قدر رمضان کے آخری عشرہ میں (طاعت و عبادت) کے لیے کوشش فرماتے تھے۔ اتنی کسی دوسرے عشرے میں نہ فرماتے تھے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ یہ مہینہ تم میں آیا ہے۔ اس میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر و افضل ہے۔ تو جو شخص اس کی برکتوں سے محروم رہا۔ وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور اس رات کی برکتوں سے وہی محروم رکھا جاتا ہے

وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَھَا اِلَّا کُلُّ مَحْرُوْمٍ جو بالکل بدنصیب ہو۔ (ابن ماجہ)

نیز آپ نے فرمایا کہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر کو تلاش کرو (بخاری) جناب ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔ اگر مجھے شب قدر معلوم ہو جائے تو اس میں کیا کروں؟ فرمایا۔ یہ دعا پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

نیز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ شب قدر میں جبرئیل فرشتوں کی جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور ہر اس مسلمان کے لیے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں جو

یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ۔ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اللہ تعالےٰ کے ذکر میں مشغول رہتا ہے۔ (بیہقی)

marfat.com

Marfat.com

اعتکاف سنتِ کفایہ ہے

رمضان کے آخری عشرہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف بھی فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا

كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰى تَوَفَّاهُ اللّٰهُ

فرماتی ہیں کہ حضور علیہ السلام رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے یہاں تک کہ (اسی طریقہ) پر آپ نے وصال

آپ بیس رمضان کو غروبِ آفتاب کے وقت اعتکاف کی نیت کرکے مسجد میں جلوہ فرما ہوتے اور دن رات عبادتِ الٰہی و مشاہدہ حق میں مصروف رہتے اور رمضان کی تیس یا انتیس کو چاند ہونے کے بعد مسجد سے باہر آجاتے۔ یہ اعتکاف سُنتِ کفایہ ہے۔ اگر اس شہر کے سب لوگ ترک کردیں تو سب سے مطالبہ ہوگا اور اگر ایک نے بھی کرلیا تو سب بری الذمہ ہوجائیں گے۔

جود و سخا اور فیاضی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت تھی مگر رمضان المبارک میں کلامِ الٰہی کی تلاوت اور قرآنِ مجید کا دور آپ کے لیے بہار و نشاط کا باعث ہوتا تھا اس لیے اس ماہِ مبارک میں آپ کی صفتِ جود و عطا میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا تھا۔ حضور غریبوں اور مسکینوں کی امداد و اعانت فرماتے تھے اور اپنی اُمت کو بھی رمضان کے آخری عشرہ میں صدقہ فطر کی ادائیگی کی آپ نے تلقین فرمائی ہے۔

صدقہ فطر

ترمذی شریف کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ایک شخص کو بھیجا کہ وہ مکہ کی گلیوں میں یہ اعلان کرے کہ صدقہ فطر ہر صاحبِ نصاب) مسلمان پر واجب ہے خواہ

اِنَّ صَدَقَةَ الْفِطْرِ وَاجِبَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى حُرٍّ اَوْ عَبْدٍ صَغِيْرٍ اَوْ كَبِيْرٍ

وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام نابالغ ہو یا بالغ

(ترمذی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے

marfat.com

Marfat.com

صدقہ فطر اس لیے مقرر فرمایا کہ بحالتِ روزہ لغو اور بیہودہ کلام جو روزہ دار سے سرزد ہوا، اس سے روزہ کی طہارت ہو جائے اور مساکین کے لیے خوراک کا انتظام بھی (ابو داؤد)

لیلۃ القدر

چمن دہر میں وہ رات بہت ہی مقدس و متبرک ہے۔ جس میں اللہ تعالےٰ کی آخری وحی قرآنِ مجید کا نزول ہوا۔ ہزار ماہ کی عبادت و ریاضت اس ایک رات میں ہونے والی عبادتوں اور ریاضتوں سے سبقت لے گئی۔ صدیاں گزر گئیں مگر اس رات کی برکتوں اور رحمتوں میں نہ کوئی فرق پیدا ہوا اور نہ ہوگا۔ ہر سال جب لیلۃ القدر آتی ہے تو اپنے دامن میں وہی سعادتیں اور برکتیں سمیٹ کر لاتی ہے جو اسے صدیوں پہلے وحی الٰہی (قرآنِ مجید) کے نزول کے سبب مرحمت ہوئی تھیں۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ۚ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ؕ لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ؕ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓىٕكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۙ سَلٰمٌ ۛ هِیَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ

سورہ قدر مدنی ہے۔ اس میں ایک رکوع ۵ آیتیں ۳۰ کلمے اور ۱۱۲ حروف ہیں۔ اس سورۂ مبارکہ کا خلاصۂ مفہوم یہ ہے۔ قرآنِ مجید کا لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا کی طرف یکبارگی نزول شبِ قدر میں ہوا۔ پھر وہاں سے حسبِ حکمتِ الٰہی حضرتِ جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ۲۳ سال کی مدت میں بحضورِ نبوی لاتے رہے۔ جتنا قرآن نازل ہوتا حضرت جبرئیل امین حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کا دور فرماتے جس سال حضور کا وصال ہوا اس سال دو بار قرآنِ مجید کا دور ہوا (بخاری)

سورہ بقرہ میں ارشادِ باری ہے کہ قرآن کا نزول رمضان المبارک میں ہوا اور سورۂ قدر

marfat.com
Marfat.com

میں فرمایا کہ قرآنِ مجید لیلۃ القدر میں نازل ہوا۔ جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک ہی کی راتوں میں سے ایک رات ہے اسی لیے حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

تَحَرَّوْا اللَّيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (بخاری)

لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری راتوں میں سے طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس مضمون کی حدیثیں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام سے بھی مروی ہیں۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی ایک طاق رات ہے۔ یعنی رمضان کی ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷ یا انتیسویں رات ——— اگرچہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو لیلۃ القدر کی صحیح صورتِ حال کا علم تھا۔ مگر آپ نے رات کے تعین کو مبہم رکھا اور صرف یہ تصریح فرمائی کہ رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کی جستجو کی جائے۔ عدمِ تعین میں حکمت یہ ہے کہ اگر لیلۃ القدر کی اس طرح تعین کر دی جاتی کہ وہ فلاں خاص رات ہے تو لوگ صرف اسی ایک رات میں عبادت و ریاضت کا خاص اہتمام کرتے۔ اس لیے لیلۃ القدر کو مبہم رکھا گیا تاکہ امتِ محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ رمضان کے آخری عشرہ کی تمام راتوں کو عبادت اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہ کر اللہ تعالٰے کی رحمتوں اور برکتوں کے حاصل کرنے کی سعی کرے۔ البتہ اکثر مفسرین، محدثین اور اولیاءِ امت کا تجربہ و مشاہدہ یہ ہے کہ لیلۃ القدر رمضان المبارک کی ستائیسویں رات ہے۔ صحابی رسول حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ تعالٰے عنہ سے زر ابن حبیش نے جو اکابرِ تابعین سے ہیں۔ یہ سوال کیا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰے عنہ کا ارشاد تو یہ ہے۔ جو کوئی پورے سال کی راتوں میں عبادت کریگا اسے شب قدر نصیب ہو ہی جائے گی تو اس کے جواب میں حضرت ابی ابن کعب نے

marfat.com
Marfat.com

بہرحال لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی کوئی بھی رات ہو۔ بہتر و افضل یہ ہے کہ اس سارے عشرہ کی ہر رات میں خصوصیت کے ساتھ عبادتِ الٰہی کی جائے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عبادت کا خصوصی اہتمام فرمائے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ جناب عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

یَجْتَهِدُ فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَا لَا یَجْتَهِدُ فِی غَیْرِہٖ (مسلم)

کہ حضور علیہ السلام رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت میں وہ مجاہدہ فرماتے اور وہ مشقت اٹھاتے جو دوسرے دنوں میں نہیں فرماتے تھے۔

نیز فرماتی ہیں :-

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَہٗ وَاَحْیَا لَیْلَہٗ وَاَیْقَظَ اَھْلَہٗ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح مستعد ہوجاتے۔ رات کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے (بخاری)

معلوم ہوا کہ رمضان کے آخری عشرہ میں خصوصی طور پر ذکر و فکر و عبادتِ الٰہی میں مشغول ہونا، نہ صرف خود بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی جگانا اور انہیں عبادت کی طرف توجہ دلانا باعثِ برکت و موجبِ رحمت ہے۔

اس کو شبِ قدر اس لیے کہتے ہیں کہ اس شب میں سال بھر کے احکام نافذ کیے جاتے ہیں اور ملائکہ کو سال بھر کے وظائف و خدمات پر مامور کیا جاتا ہے۔ شبِ قدر میں نیک عمل کرنا ہزاروں راتوں کے عمل سے بہتر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امم گزشتہ کے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو تمام رات عبادت کرتا تھا اور تمام دن جہاد میں مصروف رہتا تھا۔ اسی طرح اس نے ہزار مہینے گزار دیے۔ مسلمانوں کو اس کی عبادت

marfat.com
Marfat.com

وریاضت پر تعجب ہوا تو اللہ تعالےٰ نے حضور کو شب قدر عطا فرمائی اور سورۂ قدر نازل کی کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (ابن جریر) اور یہ اللہ تعالےٰ کا اپنے حبیب کرم پر کرم ہے کہ آپ کے اُمتی شب قدر کی ایک رات عبادت کریں تو ان کا ثواب پچھلی امت کی ہزار ماہ عبادت کرنے والوں سے زیادہ ہو۔ اس رات فرشتے اُترتے ہیں اور زمین پر جو بندہ کھڑا یا بیٹھا یادِ الٰہی میں مشغول ہوتا ہے اس کو سلام کرتے ہیں اور اس کے حق میں دُعا و استغفار کرتے ہیں۔

حضرت انس سے مروی ہے رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو:۔

نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِیْ کَبْکَبَۃٍ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ یُصَلُّوْنَ عَلٰی کُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ یَذْکُرُ اللہَ عَزَّ وَجَلَّ

جبرئیل امین علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ اُترتے ہیں اور ہر اس کھڑے اور بیٹھے ہوئے کو دُعا دیتے ہیں جو اللہ عزوجل کا ذکر کر رہا ہو۔

اُم المومنین جناب عائشہ صدیقہ عفیفہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عرض کی فرمایا۔ حضرت ابن مسعود کا مقصد اس بات سے یہ بتانا تھا کہ لوگ کسی ایک رات ہی عبادت پر قناعت نہ کریں۔ ورنہ ان کو یہ بات یقیناً معلوم تھی کہ شب قدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں ہی ہوتی ہے۔

یارسول اللہ اگر میں یہ جان لوں کہ لیلۃ القدر کونسی رات ہے تو اس میں کیا پڑھوں۔ حضور نے فرمایا۔ بارگاہِ الٰہی میں یہ عرض کرو:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ابن ماجہ، ترمذی)

الٰہی تو معاف فرمانے والا ہے۔ معافی کو پسند فرماتا ہے۔ مجھے معافی دے دے۔

الغرض لیلۃ القدر ایک نہایت ہی مقدس و متبرک ساعت ہے۔ جس میں رحمتِ

marfat.com

Marfat.com

الٰہی متوجہ نمائش ہوتی ہے۔ کریم کارساز بندہ نوازی و بندہ پروری پر مائل ہے۔ اجابتِ دعا کے لیے دعوتِ عام ہے۔ رحمت و مغفرت کے در کھلے ہوئے ہیں اور منادی حق ندا دے رہا ہے :۔

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے۔ بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔

اس لیے اس رات کو عبادت و ریاضت، تلاوتِ قرآنِ مجید، نوافل ذکرِ الٰہی اور حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر درود و سلام عرض کرنے میں گزاریے اور اپنے مسلمان بھائیوں کی بخشش و مغفرت طلب کیجئے۔ عالمِ اسلام اور خصوصاً پاکستان کے استحکام و سلامتی کے لیے بارگہِ رب العلمین میں پُرخلوص دعائیں کیجئے نوافل پڑھنے کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔ خوش دلی اور اطمینان کے ساتھ جس قدر نفل پڑھے جا سکیں پڑھیے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ کو جبرئیل امین سلام کہتے ہیں

حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ یہ حضرت جبریل ہیں۔ تم کو سلام کہتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ان پر سلام اور اللہ کی رحمت۔ حضور وہ دیکھتے تھے جو میں نہ دیکھتی تھی۔

marfat.com

Marfat.com

کتاب التراویح

روایت مستملی میں "کتاب التراویح" کے الفاظ مروی ہیں۔ تراویح وترویحات ترویحہ کی جمع ہے۔ ترویحہ کے اصل معنیٰ جلسہ کے ہیں۔ اس کو ترویحہ اس لیے کہنے لگے کہ چار رکعت کے بعد سستانے کے لیے بیٹھتے ہیں —— پھر مجازاً ہر چار رکعت کو ترویحہ کہنے لگ گئے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه۔ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (بخاری)

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے۔

۱۔ رمضان میں قیام کرنے والے کے تمام پچھلے گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ معاف ہو جائیں گے۔

۲۔ امام نووی نے فرمایا۔ علماء کا مشہور ومعروف قول یہ ہے کہ صغیرہ معاف ہو جائیں گے۔ امام الحرمین نے بھی اسی کو قطعاً اختیار کیا اور مذہب اہلسنت بھی یہی ہے بہرحال اتنی بات واضح ہے کہ رمضان کی راتوں میں قیام (تراویح پڑھنا) باعث برکت موجب رحمت ہے اور رحمت کا ذریعہ ووسیلہ ہے۔

۳۔ علامہ کرمانی کہتے ہیں۔ قیام رمضان سے تراویح مراد ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ امام نووی نے فرمایا۔ قیام سے مراد تو تراویح ہے مگر علامہ کرمانی نے اتفاق کا

marfat.com
Marfat.com

دعویٰ کہاں سے کیا ہے ؛ بلکہ قیام سے مطلق قیام مراد ہے، کم ہو یا زیادہ۔

وَقَالَ ابْنُ شِهَابٍ فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ ثُمَّ كَانَ الْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ فِيْ خِلَافَةِ اَبِيْ بَكْرٍ وَّصَدْرًا مِّنْ خِلَافَةِ عُمَرَ (بخاری)

ابن شہاب نے کہا کہ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور بات یوں ہی رہی۔ اس کے بعد خلافتِ ابوبکر اور حضرت عمر کے ابتدائی دورِ خلافت میں بھی یہی صورت رہی۔

یعنی قیامِ رمضان کی صورت وکیفیت یہ ہی رہی کہ ہر شخص اپنے طور پر گھر میں مسجد میں جیسے مناسب ہوتا، تراویح پڑھ لیتا۔ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے دورِ اول تک یہی صورت رہی تاآنکہ فاروق اعظم نے باقاعدہ باجماعت پڑھنے کا انتظام فرمایا۔

وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَبْدِ الْقَارِيِّ اَنَّهٗ قَالَ خَرَجْتُ مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ لَيْلَةً فِيْ رَمَضَانَ اِلَى الْمَسْجِدِ فَاِذَا النَّاسُ اَوْزَاعٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ يُصَلِّي الرَّجُلُ لِنَفْسِهٖ وَيُصَلِّي الرَّجُلُ فَيُصَلِّيْ بِصَلٰوتِهِ الرَّهْطُ فَقَالَ عُمَرُ اِنِّيْ اَرٰى لَوْ جَمَعْتُ هٰؤُلَاءِ عَلٰى قَارِئٍ وَّاحِدٍ لَكَانَ اَمْثَلَ ثُمَّ عَزَمَ فَجَمَعَهُمْ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهٗ لَيْلَةً اُخْرٰى وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ

اور ابن شہاب ہی سے روایت ہے انھوں نے عروہ بن زبیر سے اور انھوں نے عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کی کہ انھوں نے بیان کیا کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رمضان کی ایک رات کو مسجد میں گیا۔ سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی تنہا نماز پڑھ رہا تھا اور کسی کے پیچھے بہت سے لوگ اس کی نماز کی اقتداء کے لیے کھڑے تھے اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میرا خیال ہے اگر تمام نمازیوں کی ایک امام کے پیچھے جماعت کردی جائے تو زیادہ اچھا ہو۔ چنانچہ آپ نے جماعت بنا کر ابی بن کعب کو اس کا

marfat.com

Marfat.com

۱

بِصَلٰوةِ قَارِئِهِمْ قَالَ عُمَرُ نِعْمَ الْبِدْعَةُ هٰذِهٖ وَالَّتِیْ يَنَامُوْنَ عَنْهَا اَفْضَلُ مِنَ الَّتِیْ يَقُوْمُوْنَ يُرِيْدُ اٰخِرَ اللَّيْلِ وَكَانَ النَّاسُ يَقُوْمُوْنَ اَوَّلَهٗ (بخاری)

امام بنا دیا - پھر دوسری رات میں آپ کے ساتھ ہی نکلا تو لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے تھے (یہ منظر دیکھ کر) عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا - یہ نیا طریقہ کس قدر بہتر اور مناسب ہے لیکن (رات کا) وہ حصہ جس میں یہ سو جاتے ہیں - اس سے بہتر اور افضل ہے جس میں یہ نماز پڑھتے ہیں - آپ کی مراد رات کے آخری حصہ (کی فضیلت) سے تھی - کیونکہ لوگ نماز رات کے شروع میں پڑھ لیتے تھے -

• عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ زُبَيْرٍ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى (اللّٰهُ عَلَيْهِ) وَسَلَّمَ صَلّٰى وَذَالِكَ فِیْ رَمَضَانَ

عروہ بن زبیر نے اور ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی اور یہ رمضان میں ہوا تھا -

• اَخْبَرَنِیْ عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ لَيْلَةً مِّنْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَصَلّٰى فِی الْمَسْجِدِ وَصَلّٰى رِجَالٌ بِصَلٰوتِهٖ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَاجْتَمَعَ اَكْثَرُ مِنْهُمْ فَصَلَّوْا مَعَهٗ فَاَصْبَحَ النَّاسُ فَتَحَدَّثُوْا فَكَثُرَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ مِنَ اللَّيْلَةِ الثَّالِثَةِ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَلّٰى

حضرت عروہ نے خبر دی اور انھیں عائشہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں تشریف لے گئے اور مسجد میں نماز پڑھی - کچھ صحابہ بھی آپ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے - صبح ہوئی تو ایک نے دوسرے سے کہا - چنانچہ دوسرے دن پہلے سے زیادہ لوگ جمع ہو گئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی - دوسری صبح کو اور چرچا ہوا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع

marfat.com
Marfat.com

فَصَلَّوْا بِصَلٰوتِهٖ فَلَمَّا كَانَتِ اللَّيْلَةُ الرَّابِعَةُ عَجَزَ الْمَسْجِدُ عَنْ اَهْلِهٖ حَتّٰى خَرَجَ بِصَلٰوةِ الصُّبْحِ فَلَمَّا قَضَى الْفَجْرَ اَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ فَتَشَهَّدَ ثُمَّ قَالَ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّهٗ لَمْ يَخْفَ عَلَيَّ مَكَانُكُمْ وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ فَتَعْجِزُوْا عَنْهَا فَتُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْاَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ

ہو گئے۔ آنحضورؐ نے (اس رات بھی) نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتدا کی۔ چوتھی رات یہ عالم تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کے لیے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی (لیکن اس رات آپ تشریف نہ لائے) بلکہ صبح کی نماز کے لیے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھلی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور شہادت کے بعد فرمایا۔ اما بعد تمہاری موجودگی کا مجھے علم تھا لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ کردی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز و درماندہ رہ جاؤ۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو بات جوں کی توں تھی (یعنی نماز تراویح باجماعت نہیں ہوتی تھی)۔

فوائد و مسائل واضح ہو کہ یہ احادیث نماز تراویح کے متعلق ہیں۔ عہد نبوی میں نماز تراویح تین دن ہوئی۔ اس کے بعد حضورؐ نے اس کو ترک فرمادیا۔ جس کی وجہ بھی حدیث میں بیان فرمادی کہ کہیں یہ فرض نہ ہوجائیں (کیونکہ زمانہ نزولِ وحی کا تھا) حتیٰ کہ عہدِ صدیقِ اکبر و عہد فاروقی کے اول حصہ میں اسی طرح ہوتا رہا کہ لوگ اپنے طور پر پڑھ لیتے تھے۔ باقاعدہ مسجد میں جماعت نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد جناب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ لوگ متفرق ہوکر اور کچھ مجتمع ہوکر تراویح پڑھ رہے ہیں تو آپ نے اس کی جماعت بنادی اور حضرت ابی ابن کعب جو بہترین قاری تھے۔ انہیں امام مقرر فرمادیا اور اس طرح جب سے لے کر اب تک مسلمان نماز تراویح باجماعت مسجد میں ادا کرتے ہیں۔

● نعمت البدعۃ ھٰذہٖ: حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تراویح کو بدعتِ حسنہ قرار دیا۔ معلوم ہوا کہ ہر بدعت کو "بدعتِ سیئہ" قرار دے دینا درست نہیں ہے

marfat.com

Marfat.com

ہر نیا کام اگر شریعت کے خلاف نہیں ہے تو کم از کم مباح کے درجہ میں ہے۔ ہر نئے کام کو حرام و ناجائز قرار دے دینا زیادتی ہے۔ بلکہ حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی حنفی علیہ الرحمۃ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اس زمانہ میں مختلف وضع قطع و ڈیزائن کے ملبوسات، کھانے پینے اور رہنے کے نئے نئے انداز اور طریقے شرعاً بدعت نہیں قرار پاتے۔ علامہ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:۔ فلا تتناول البدعة من حيث معناها الشرعي شيئا من انواع العادات اصلا جمع عادة۔ وهو كل امر يقصد به حصول غرض دنيوي كالملابس المخترعة في هذا الزمان والمساكن ـ والمآكل والمشارب مما اتخذه الناس انواعا متنوعة فلا يسمى في الشرع بدعة۔ لانه ليس في الدين بل في الدنيا وشرط البدعة في الشرع ان يكون في الدين حديقه۔ ص ۱۳۶ اور آیۃ قل من حرم زينة الله التي الخ کے ماتحت حضرت علامہ تحریر فرماتے ہیں:۔

فيه دليل على انّ الاصل في المطاعم والملابس وانواع التجملات الاباحة۔

عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اِنَّهُ اَخْبَرَهُ اَنَّهُ سَاَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ مَا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ وَسَلَّمَ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْاَلْ عَنْ حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ اَرْبَعًا فَلَا تَسْئَلْ عَنْ

بخاری

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے مروی ہے۔ انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے حضرت عائشہ سے پوچھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رمضان میں (رات میں) نماز کیونکر تھی تو انہوں نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ آپ پہلے چار رکعتیں پڑھتے۔ پس تو ان کے حسن اور طول کے بارے میں نہ پوچھ۔ پھر چار رکعتیں پڑھتے اور ان کے بھی حسن

marfat.com
Marfat.com

حُسْنِهِنَّ وَطُوْلِهِنَّ ثُمَّ يُصَلِّيْ ثَلٰثًا قَالَتْ عَائِشَةُ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَنَامُ قَبْلَ اَنْ تُوْتِرَ فَقَالَ يَا عَائِشَةُ اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ (بخاری)

اور طول کے بارے میں نہ پوچھ۔ پھر تین رکعتیں (وتر کی) پڑھتے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

اس حدیث سے غیر مقلد یہ استدلال کرتے ہیں کہ تراویح آٹھ رکعت ہیں کیونکہ اس سے واضح ہوا۔ حضور علیہ السلام رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت ادا کرتے تھے۔ ان رکعتوں میں تین وتر ہوتے تھے اور آٹھ نفل۔ رمضان میں یہ آٹھ باجماعت تراویح شمار ہوتے تھے اور غیر رمضان میں بغیر جماعت کے وہی آٹھ رکعت تہجد قرار پاتی تھیں۔ لیکن یہ استدلال بھی درست نہیں اور مذکورہ بالا حدیث سے تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ تہجد و تراویح کی نمازیں الگ الگ ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تہجد کی نماز ہجرت سے پہلے ابتدائے اسلام میں فرض ہوئی تھی۔ جیسا کہ حدیث ابوداؤد (باب صلوٰۃ اللیل ج ۱ صفحہ ۱۹۰ نول کشور) سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس وقت تک رمضان کے روزے اور تراویح کی مشروعیت کا کوئی جواز نہ تھا۔ صحابہ کرام رمضان اور غیر رمضان میں نمازِ تہجد ادا کرتے تھے۔ پھر ۲ھ میں جب رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور علیہ السلام نے شعبان کے آخری دن کے خطبہ میں فرمایا:۔

جعل اللّٰه صيامه فريضةً و قيامه تطوعاً بیہقی (مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۳)

اللہ تعالیٰ نے رمضان کے روزے کو فرض کیا اور اس کے قیام کو نفل قرار دیا۔

اور حدیث ابوسلمہ کے الفاظ یہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كتب اللّٰه عليكم صيامه و سننت لكم قيامه (ابن ماجہ صفحہ ۹۵)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کیے اور میں نے تمہارے

marfat.com
Marfat.com

لیے اس کا قیام مسنون کیا۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ تراویح اور تہجد الگ الگ نمازیں ہیں۔ اگر قیام رمضان سے نمازِ تہجد مراد ہوتی تو وہ رمضان شریف سے پہلے ہی شروع تھی۔ رمضان سے اس کا کوئی خاص تعلق نہ تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان سے صلوٰۃ تہجد مراد نہیں ہے بلکہ وہی خاص نمازِ تراویح مراد ہے۔ جو رمضان کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں مشروع نہیں ہوئی۔ اسی طرح حدیثِ دوم میں حضور علیہ السلام کا اس کو مسنون قرار دینا بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قیامہ سے نمازِ تہجد مراد نہیں ہے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے اللہ کے حکم سے مشروع ہو چکی تھی۔ بلکہ نمازِ تراویح مراد ہے۔ ثابت ہوا کہ نمازِ تہجد اور نمازِ تراویح دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

تہجد صرف اس نماز کو کہتے ہیں جو نمازِ عشا پڑھ کر سونے کے بعد بیدار ہو کر پڑھی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ہمیشہ نمازِ تہجد سو کر اٹھنے کے بعد آخرِ شب یا نصف شب میں پڑھی ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں۔ حضور علیہ السلام نمازِ تہجد کے لیے (اذا سمع الصارخ۔ بخاری ج ۱ ص ۱۵۲) مرغ کی آواز سن کر اٹھتے تھے۔ یہ حدیث اس دعویٰ پر نصِ صریح ہے کہ حضور نے نمازِ تہجد ہمیشہ آخرِ شب میں ادا فرمائی ہے نیز اسود کا مضمون ہے کہ حضور علیہ السلام اول اللیل میں آرام فرماتے۔ ویقوم آخرہ (بخاری) اور آخر رات میں اٹھ کر نماز پڑھتے۔

طبرانی نے حجاج بن عمرو کی حدیث بروایت سعید بن العباس روایت کی جس کے الفاظ یہ ہیں :۔

ایحسب احدکم اذا قام من اللیل یصلی حتی یصبح ان قد تہجد انما التہجد بعد رقدہ (یہ جملہ تین دفعہ ہے) ثم کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کیا تم لوگ یہ گمان کرتے ہو کہ تم جب بھی رات میں صبح تک نماز پڑھ لیا کرو تو تہجد کی نماز ادا ہو جائے گی۔ جزیں نیست کہ تہجد وہ نماز ہے جو سونے کے بعد ہو۔ یہ تین مرتبہ فرمایا۔ پھر کہا۔ حضور کی نماز اس طرح

marfat.com
Marfat.com

ہوتی تھی۔ یعنی خواب سے بیدار ہو کر نمازِ تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔ (عینی ج ۳ ص ۶۲۶)
اس حدیث میں الصلوٰۃ بعد رقدۃ کی تکرار محض تاکید کے لیے ہے۔ ان الفاظ سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوا کہ تہجد کے لیے سو کر اٹھنا ضروری ہے۔ نیند کیے بغیر اگر کوئی شخص تمام رات صبح تک نماز پڑھتا رہے تو اس کی نمازِ تہجد نہ ہوگی۔
نیز حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ :-

كان اذا قام الى الصلوٰة من جوف الليل ۔	حضور علیہ السلام جب شب کے درمیانی شب میں صلوٰۃ تہجد کے اٹھتے تھے۔

اس حدیث میں صلوٰۃ سے مراد تہجد ہی ہے۔ کیونکہ یہی حدیث بخاری نے بایں الفاظ روایت کی ہے اذا قام من الليل يتهجد اور ابن خزیمہ نے اذا قام للتهجد کے الفاظ سے روایت ہے۔ غرضیکہ ان روایات سے واضح ہے کہ نماز تہجد وہی ہے جو عشاء کے بعد خواب سے بیدار ہو کر پڑھی جائے اور یہ کہ حضور علیہ السلام نے نمازِ تہجد ہمیشہ جوفِ لیل سے قبل کبھی ادا نہیں فرمائی۔

۲۔ حضور علیہ السلام نے نمازِ تراویح ہر وقت اول شب میں شروع فرمائی ہے۔

عن ابی ذر۔ قال صمنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فلم يقم بنا شيئا من الشهر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذهب ثلث الليل فلما كانت السادسة لم يقم بنا فلما كانت الخامسة قام بنا حتی ذهب شطر الليل فقلت يا رسول الله صلی الله علیه وسلم لو نفلتنا قيام هذه الليلة فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ينصرف	حضرت ابوذر سے روایت ہے کہ ہم نے حضور کے ساتھ روزے رکھے تو حضور نے ہمارے ساتھ رمضان میں قیام نہ فرمایا حتیٰ کہ (انتیس دن والے رمضان) کے سات دن رہ گئے تو حضور نے ہمارے ساتھ تئیسویں شب کو قیام فرمایا حتیٰ کہ ایک تہائی رات گزر گئی۔ پھر جب چھٹی رات یعنی چوبیسویں شب ہوئی تو ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ پھر جب اسی حساب سے پانچویں شب ہوئی یعنی پچیسویں تو حضور نے ہمارے ساتھ

marfat.com
Marfat.com

حسب له قيام ليلة فلما كانت الرابعة لم يقم بنا فلما كانت الثالثة جمع اهله ونسائه والناس فقام بنا حتى خشينا يفوتنا الفلاح قلت ما الفلاح قال السحور ثم لم يقم بنا بقية الشهر

(ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

قیام فرمایا۔ حتیٰ کہ نصف شب گزر گئی۔ پھر میں نے عرض کی یارسول اللہ کاش اس رات کے قیام کو ہمارے لیے زیادہ فرماتے۔ حضور نے فرمایا۔ جب کوئی شخص امام کے فارغ ہونے تک اس کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو اس کے لیے تمام رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔ پھر جب اسی حساب سے چوتھی رات یعنی چھبیسویں شب آئی تو حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اس کے بعد بحساب تیسری شب مذکور آئی۔ تو حضور نے اپنی ازواج مطہرات اور اہل و عیال اور صحابہ کرام کو جمع کیا اور ہمارے ساتھ قیام کیا۔ حتیٰ کہ ہم ڈرے کہ ہم سے فلاح فوت نہ ہو جائے۔ میں نے کہا۔ فلاح کیا ہے؟ کہا سحری۔ پھر بقیہ مہینہ حضور نے ہمارے ساتھ قیام نہ فرمایا۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ رمضان شریف کی ان تینوں راتوں میں حضور علیہ السلام نے اول شب میں نمازِ تراویح شروع فرمائی۔ پہلی رات میں تہائی حصہ گزرنے پر فراغت ہوئی۔ دوسری رات میں نصف شب گزر جانے پر اور تیسری رات اول سے آخر تک نماز پڑھنے میں گزاری۔ جس سے ثابت ہوا۔ حضور نے نمازِ تراویح تینوں راتوں میں اول وقت ہی میں ادا فرمائی ہے۔ گو فراغت کبھی نصف شب میں ہوئی اور کبھی تمام شب میں اور تہجد کے متعلق احادیثِ سابقہ سے واضح ہے کہ حضور نے ہمیشہ آخری شب میں ادا کی ہے۔ نمازِ تہجد حضور نے ساری رات کبھی نہیں پڑھی۔ چنانچہ عائشہ نے تصریح فرمائی۔ ولا اعلم نبی اللہ قرء القراٰن کله فی لیلةٍ ولا صلیٰ لیلة الی الصبح (مسلم) میں نہیں جانتی کہ حضور نے ایک رات میں کبھی سارا قرآن پڑھا ہو اور نہ یہ جانتی ہوں کہ حضور نے کسی رات میں صبح تک نماز پڑھی ہو۔ فافہم

نمازِ تہجد حضور نے عمر شریف میں کبھی ایک مرتبہ بھی اول شب میں ادا نہیں فرمائی

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ بلکہ ہمیشہ سونے کے بعد بیدار ہو کر جوفِ لیل یا آخرِ شب میں ادا فرمائی ہے۔ اور نمازِ تراویح حضور نے ہمیشہ اولِ لیل میں پڑھی ہے۔ اگرچہ فراغت کبھی نصف شب میں ہوئی اور کبھی تمام شب میں۔ مگر نمازِ تراویح کا آغاز حضور نے ہمیشہ ہر دفعہ اول رات میں ہی فرمایا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنابِ عائشہ کی یہ حدیث نمازِ تراویح کے متعلق نہیں ہے۔ اس لیے کہ نمازِ تراویح صرف رمضان میں ہوتی ہے اور حدیث زیرِ بحث میں رمضان اور غیر رمضان کی نماز کا ذکر ہے۔ رمضان اور غیر رمضان میں رات کی نماز تراویح نہیں بلکہ نمازِ تہجد ہے۔ جس سے واضح ہوا کہ حضرت عائشہ حضور کی نماز تہجد کو بیان فرما رہی ہیں۔ نمازِ تراویح کو نہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے نمازِ تراویح کا آٹھ رکعت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس حدیث میں تو صرف نمازِ تہجد کا بیان ہے نیز ہمارے اس دعویٰ کی تائید و توثیق اسی حدیث کے ان جملوں سے بھی ہوتی ہے حضرت عائشہ نے عرض کی :۔

اتنام قبل ان توتر — حضور کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں ؟

حضور نے جواب دیا :۔

تنام عَیْنِیْ ولا ینام قلبی — اے عائشہ میری آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا۔

اور یہ بات مخالفین کو بھی تسلیم ہے کہ ان گیارہ رکعتوں میں تین وتر اور آٹھ نفل ہوتے تھے اور یہ آٹھ اور تین یعنی پوری گیارہ رکعتیں حضور ایک ساتھ پڑھتے تھے۔ تو جب وتر سے قبل حضور کا سو جانا اس حدیث سے ثابت ہوا تو وہ آٹھ نفل جو وتر کے ساتھ حضور پڑھتے تھے ان سے پہلے بھی حضور کا نیند فرمانا ثابت ہو گیا۔ اس سے واضح ہوا کہ حضور کی یہ گیارہ رکعت والی نماز تراویح نہیں بلکہ تہجد اور وتر کی نماز تھی۔ اس لیے کہ نیند سے بیدار ہو کر جو نماز پڑھی جاتے وہی نمازِ تہجد ہے۔

چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اسی گیارہ رکعت والی حدیث کے

marfat.com
Marfat.com

متعلق فرماتے ہیں :۔

روایت محمول بر نمازِ تہجد است کہ در رمضان و غیر رمضان یکساں بود۔ غالباً بعد دیازدہ رکعت مع الوتر می رسد۔ دلیل بریں حمل آں است کہ راوی ایں حدیث ابو سلمہ است در تتمہ ایں روایت می گوید قالت عائشہ اتنام قبل آں توتر الخ وظاہر است کہ نوم قبل از وتر در نمازِ تہجد متصور می شود نہ در غیر آں۔

(فتاویٰ عزیزی ج ۱ ص ۱۱۹ مجتبائی)

حضرت عائشہ کی گیارہ رکعت والی روایت نمازِ تہجد پر محمول ہے۔ اسی لیے کہ رمضان تہجد رمضان اور غیر رمضان میں یکساں تھی جس کا عدد وتر کے ساتھ غالباً گیارہ تک پہنچتا تھا اور اس روایت کے تہجد پر محمول ہونے کی دلیل یہ ہے کہ راوی حدیث ابو سلمہ اس روایت کے تتمہ میں کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں ؛ حضور نے فرمایا ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا) اور ظاہر ہے کہ وتر سے پہلے سونا صلوٰۃِ تہجد ہی میں متصور ہو سکتا ہے نہ اس کے غیر میں۔

نیز علامہ[۱] ابن حجر عسقلانی نے بھی گیارہ رکعت والی نماز کو صلوٰۃِ تہجد اور وتر ہی قرار دیا ہے۔

غرضیکہ حدیث زیرِ بحث کے آخری حصہ سے بھی یہ امر روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں جس نماز کا ذکر ہے وہ نماز تراویح نہیں بلکہ صلوٰۃِ تہجد ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے آٹھ رکعت تراویح کے مسنون ہونے کا استدلال درست نہیں اس حدیث سے یہ بھی واضح ہوا کہ حضور کی نیند ناقضِ وضو نہیں۔ علامہ ابن عربی علیہ الرحمۃ نے لکھا کہ نیند ہی ایک آفت ہے۔ جس کی وجہ سے نفس کو جو

---

[۱] علامہ ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں۔ وظہر لی ان الحکمۃ فی عدم الزیادۃ علی احدی عشرۃ ان التہجد والوتر مختص بصلوٰۃ اللیل (فتح الباری ج ۳ ص ۱۹)

marfat.com

Marfat.com

اقلیم بدن پر حکومت ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ عزوجل نے حضور اس سے محفوظ رکھا ہے۔ آپ کی صرف آنکھوں پر نیند طاری ہوتی قلبِ اقدس ہمیشہ بیدار رہتا۔

لطیفہ مذکرہ بالا حدیث جس سے غیر مقلد وہابی آٹھ رکعت تراویح کا استدلال کرتے ہیں۔ ان کے بھی خلاف جاتی ہے۔ کیونکہ اگر اس سے بالفرض آٹھ تراویح ثابت مانی جائے تو تین رکعت وتر کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ لیکن وہابی حضرات ایک رکعت پڑھتے ہیں۔ گویا ان کا یہ حال ہے کہ حدیث کی ایک بات کا اقرار کر رہے ہیں، دوسری بات کا انکار۔

دوم یہ کہ اگر اس حدیث میں نمازِ تراویح مراد ہے اور حضور نے آٹھ تراویح پڑھی تھی تو جناب عمر نے بیس تراویح کا حکم کیوں دیا؟ اور تمام صحابہ کرام نے اس حکم کو قبول کیا؟ خود حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ نے کیوں نہیں صحابہ سے یہ فرمایا کہ حضور تو آٹھ پڑھتے تھے اور تم بیس پڑھتے ہو یہ تو سنت کے خلاف ہے۔

سوم۔ اگر غیر مقلد حضرات کے نزدیک بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعت سیئہ اور خلافِ سنت ہے تو پھر خلفاء راشدین وائمہ دین جو بیس رکعت تراویح کے قائل و عامل تھے۔ ان کے متعلق ان کا کیا فتویٰ ہوگا۔ کیا معاذاللہ وہ بھی بدعتی تھے اور نعوذباللہ خلافِ سنت کام کیا کرتے تھے۔ سوچئے! کہ آپ کے اس بے جا غلو و تشدد کی زد میں وہ محترم ہستیاں بھی آجاتی ہیں۔ جن کا ایمان و تقویٰ اور متبع سنت ہونا آفتاب سے زیادہ واضح و ثابت ہے۔

تراویح بیس رکعت ہی مسنون ہے اگرچہ یہ مسئلہ خالص فروعی ہے مگر حیرت ہے کہ بعض لوگ یہاں تک دعویٰ کرتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور یہ کہ بیس رکعت تراویح پڑھنا بدعتِ مذمومہ ہے۔ اس کے جواب میں سب سے پہلے تو یہ کہہ دینا کافی ہے کہ مذکرہ بالا دعویٰ کرنے والے انشاءاللہ العزیز قیامت تک کسی صریح صحیح غیر مجروح

marfat.com

Marfat.com

حدیث و آثارِ صحابہ کرام و اقوال آئمہ دین سے رمضان میں نمازِ تراویح کا آٹھ رکعت ہونا اور بیس رکعت تراویح کا بدعتِ مذمومہ ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

ثانیاً۔ بیس رکعت تراویح کا ثبوت عہدِ نبوی و عہدِ خلفاءِ اربعہ و اقوالِ آئمہ کرام سے واضح و ثابت ہے۔

عہدِ نبوی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً

حضور علیہ السلام رمضان میں بیس رکعت تراویح ادا فرماتے تھے۔

(بیہقی ج ۲ صہ ۴۹۶)

مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ صہ ۳۹۴

عہدِ فاروقی و عثمانی عن السائب

قال کانوا یقومون علی عهد عمر فی شهر رمضان بعشرین رکعۃ قال وکانوا یقرون بالمئین وکانوا یتکئون علی عصیتهم فی عهد عثمان من شدۃ القیام

سائب فرماتے ہیں کہ لوگ زمانہ عمر میں ماہِ رمضان میں بیس تراویح پڑھتے تھے اور سو سے زائد آیتوں والی سورتیں پڑھتے اور حضرت عثمان کے زمانہ میں شدتِ قیام کی وجہ سے لاٹھیوں پر ٹیک لگاتے تھے۔

(سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ صہ ۴۹۶ ۔قیام اللیل)

عہدِ علی مرتضیٰ ہیں علی مرتضیٰ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ مسلمانوں کو رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھائے

ان علیا امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعۃ

(عینی جلد ۳ صہ ۵۹۸ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ صہ ۳۹۳)

(الجواہر النقی ج ۲ صہ ۴۹۵)

امام تراویح ابی ابن کعب عن ابی ابن کعب ان عمر بن الخطاب امره

ابی ابن کعب فرماتے ہیں کہ حضرت عمر نے آپ کو رمضان کی راتوں میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے لوگوں کو

marfat.com

Marfat.com

ان یصلی باللیل فی رمضان فصلی بھم عشرین رکعۃ ابن منیع

بیس تراویح پڑھائیں ۔
(کنز العمال ج ۴ ص ۲۸۳، آثار السنن ج ۲ ص ۵۵)

اجماعِ صحابہ کرام

اجمع الصحابۃ علی ان التراویح عشرون رکعۃ

شیخ الاسلام امام ابن حجر فرماتے ہیں ۔ صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا کہ تراویح بیس رکعت ہیں ۔ (مجموعہ فتاوی عبدالحی ج ۱ ص ۳۱۲ مطبوعہ لکھنو مرقات ج ۳ ص ۱۹۴)

امام سرخسی حنفی فرماتے ہیں :۔

امام ابو حنیفہ

انما عشرون سوی الوتر عندنا ۔

ہمارے (یعنی حنفیوں کے) نزدیک تراویح بیس رکعت ہیں سوائے وتر کے (مبسوط امام سرخسی ج ۲ ص ۱۴۴ مطبوعہ مصر)

امام مالک

امام اہل مدینہ کے نزدیک اصل تراویح بیس رکعت ہیں ۔ مگر چونکہ اہلِ مکہ ہر ترویحہ (چوگانہ) کے بعد طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے ۔ اس لیے اہلِ مدینہ نے مکہ والوں کے طواف کی جگہ چار چار رکعت نوافل بڑھا لیے جن کی تعداد سولہ بنتی ہے تراویح میں ملا کر چھتیس رکعتیں ہوئیں بعض فقہا امام مالک سے بیس تراویح نقل کرتے ہیں اور بعض ۳۶ رکعات ۔

المالکیۃ قالو اعدد التراویح عشرون رکعۃ (الفقہ علی المذاہب الاربعہ مصر ج ۱ ص ۳۴۲)

مالکیوں نے فرمایا کہ تراویح کی تعداد بیس رکعت ہے ۔

امام شافعی و اہلِ مکہ

مروزی فرماتے ہیں

قال الامام الشافعی واحب الی عشرون وکذلک یقومون بمکۃ (قیام اللیل مروزی ص ۹۲)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں بیس رکعت تراویح کو پسند کرتا ہوں اور بیس تراویح ہی اہلِ مکہ بھی پڑھتے ہیں ۔
(نہایۃ المحتاج علی شرح المنہاج فقہ شافعی ج اول)

امام احمد بن حنبل

نے فرمایا ۔

قال الحنابلۃ التراویح عشرون ولا باس

امام احمد بن حنبل نے فرمایا ۔ تراویح بیس رکعت ہیں اور بیس سے زیادہ میں بھی کوئی حرج نہیں امام احمد نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور

marfat.com

Marfat.com

بالزيادة نصها اى عن الامام احمد وبه قال

اور یہی ان کا قول ہے۔
(قسطلانی شرح بخاری ج ۳ صـ۲۲۶)

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں

قول ابی حنيفة والشافعي واحمد ان صلوٰة التراويح فی شهر رمضان عشرون ركعة مع قول مالك فی احد الروايات انها ستة و ثلاثون ركعة

امام ابوحنیفہ، شافعی و احمد کا قول یہ ہے کہ تراویح ماہ رمضان میں بیس رکعت ہیں۔ امام مالک کا قول ایک روایت میں ۳۶ رکعت ہیں۔
(میزان الشریعۃ الکبرٰی ج ۱ صـ۱۴۵، رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ج صـ۵۹ مطبوعہ مصر)

امام ترمذی نے تصریح فرمائی ہے کہ اکثر اہل علم اس پر عامل ہیں جو علی مرتضٰی و حضرت عمر سے مروی ہے اور ان کے علاوہ نبی کریم کے اصحاب سے بیس رکعت تراویح ہی

وغيرهما من اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم عشرين ركعة وقول سفيان الثوری وابن المبارك و الشافعی وهكذا ادركت ببلدنا يصلون عشرين ركعة
(ترمذی ج ۱ صـ۱۱۹)

روایت کی گئی ہیں۔ امام سفیان ثوری ابن مبارک امام شافعی کا قول بھی بیس رکعت تراویح ہے اور امام شافعی نے فرمایا مکہ معظمہ میں میں نے لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے پایا۔

الغرض صدر اول سے لے کر آج تک صحابہ و تابعین و آئمہ دین کا بیس تراویح پر عمل ہے۔

والذی استقر الامر واشتهر من الصحابة والتابعين ومن بعدهما اجمعين والعشرون عن الصدر الاول الی الان (ماثبت من السنة)

اور وہ جس پر صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والوں کا فیصلہ قرار پایا اور مشہور ہوا صدر اول سے لے کر آج تک وہ بیس رکعت تراویح پڑھنا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

علامہ شامی فرماتے ہیں:۔

علیہ عمل الناس شرقاً و غرباً (۱۔۲۶۰) بیس تراویح مشرق و مغرب کے مسلمانوں کا عمل ہے۔

حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ نے بھی یہ تصریح کی ہے:۔

والتراویح ان صلاھا کمذھب ابی حنیفہ والشافعی واحمد عشرین رکعۃ وکمذھب مالک ستۃ وثلاثین رکعۃ الخ

امام ابوحنیفہ و شافعی اور احمد کا مذہب یہ ہے کہ تراویح بیس رکعت ہیں۔ امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ ۳۶ رکعات ہیں (مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲۳)

بلکہ تراویح کا بیس رکعت ہونا اتنا واضح و ثابت ہے کہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی کو بھی یہ کہنا پڑا:۔

ودر قدر صلوٰۃ ابی اختلاف است۔ از یازدہ تا بست وبست ویک بست وسہ وبالجملہ عددے معین او مرفوع نیامدہ وتکثیر نفل وتطوع سود منداست۔ پس منع از بست وزیادہ چیزے نیست

یعنی ابی ابن کعب کی قدر نمازِ تراویح میں اختلاف ہے۔ گیارہ سے لے کر ۲۰ اور ۲۳ رکعات تک۔ بہرحال مرفوع حدیث میں تراویح کی معین تعداد نہیں آئی اور نوافل کو زیادہ کرنا فائدہ مند ہے۔ پس بیس رکعت تراویح یا زیادہ سے منع کرنا کوئی چیز (یعنی فضول، غلط) ہے۔ (عرف الجادی صـ۸۴ مطبوعہ بھوپال)

انصاف کیجئے! بیس رکعت تراویح پر صحابہ و تابعین و آئمہ دین کا عمل ہے۔ اس حقیقت کے باوجود بعض لوگ بیس رکعت تراویح کو بدعت مذمومہ قرار دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضد و تعصب سے ہر مسلمان کو بچائے اور حق قبول کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

marfat.com

Marfat.com

مسائل عید الفطر

عید کی سُنّتیں غسل کرنا، مسواک کرنا، خوشبو لگانا، عمدہ لباس پہننا، عیدگاہ کو پیادہ پا جانا، ایک راہ سے جانا اور دوسری راہ سے واپس ہونا، عید الفطر میں عیدگاہ جانے سے قبل کوئی شیریں چیز کھجور وغیرہ کھانا (اسی بنا پر ہمارے ملک سوّیاں مروّج ہیں کہ کھانا شیریں ہو اور سنّت بھی ادا ہو جائے) اور عید الاضحیٰ میں قبل نماز کچھ نہ کھانا۔

مُباحات اور مستحبات صدقہ کی کثرت کرنا، باہم ملنا، مبارک باد دینا، خوشی کا اظہار کرنا، مصافحہ اور معانقہ کرنا،

عید کی نماز کا وقت عید کی نماز کا وقت آفتاب کے بقدر نیزہ بلند ہونے سے زوال تک ہے۔ اگر نماز پڑھنے میں زوال کا وقت آگیا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

نمازِ عیدین عید کی دو رکعت نماز ہر عاقل و بالغ مقیم و تندرست پر شہر میں واجب ہے۔ گاؤں میں عید اور جمعہ کی نمازیں جائز نہیں۔ مگر وہ بڑے گاؤں یعنی قصبے جو شرعاً شہر کا حکم رکھتے ہیں ان میں جمعہ اور عید دونوں کی نمازیں جائز ہیں۔ جمعہ اور عید دونوں کی نمازوں کی صحت اور ادا کی شرطیں ایک ہیں۔ مگر فرق یہ ہے کہ جمعہ میں خطبہ فرض ہے اور عیدین میں سنّت۔ دوم جمعہ میں خطبہ نماز سے قبل ہے اور یہاں نماز کے بعد اگر کسی نے عید کی نماز کے بعد خطبہ پڑھا یا نماز سے قبل پڑھ لیا۔ دونوں صورتوں میں نماز

marfat.com
Marfat.com

ہو گئی مگر یہ شخص گنہگار رہا۔

ترکیب نماز عید الفطر

نیت کی ہیں نے دو رکعت نماز عید الفطر واجب کی چھ زائد تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے۔ پھر کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء پڑھے۔ پھر دو مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر کہتے ہوئے چھوڑ دے۔ تیسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر پڑھ کر ہاتھ باندھ لے اور بطریقِ معہود ایک رکعت پڑھے۔ دوسری رکعت میں بعد قرأت قبلِ رکوع تین مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جاکر تکبیر کہتا ہوا چھوڑ دے۔ چوتھی مرتبہ کانوں تک ہاتھ لے جائے۔ بغیر تکبیر کہے رکوع کرے اور حسبِ دستور نماز پوری کرے۔ نماز کے بعد امام خُطبہ پڑھے۔ تمام مقتدی سُنیں اور خاموش رہیں۔ خواہ خُطبہ کی آواز پہنچے خواہ نہ پہنچے۔ بعد خُطبہ دعا مانگیں۔ سلام، مصافحہ و معانقہ کریں۔

صدقہ فطر

ہر صاحبِ نصاب پر اپنی اور اپنے بچوں کی طرف سے ۲ سیر تین چھٹانک گندم واجب ہے۔ گندم کی قیمت بھی دے سکتے ہیں۔ اس کا مصرف جو زکاۃ کا ہے (۲) نابالغ اور مجنون مالکِ نصاب پر صدقہ فطر واجب ہے۔ ان کا سرپرست ان کے مال سے ادا کرے (۳) صدقہ فطر ادا کرنے سے روزہ میں جو خلل واقع ہو اس کی تلافی ہو جاتی ہے (۴) عورت مالکِ نصاب ہو تو اس پر بھی صدقہ فطر واجب ہے (۵) صدقہ فطر فجرِ عید کی طلوع کے بعد واجب ہوتا ہے۔ جو اس سے پہلے مرگیا۔ اس سے صدقہ واجب نہیں اور جو اس سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقہ واجب ہے (۶) روزِ عید سے پہلے بھی صدقہ فطر دینا جائز ہے۔ وہ بوڑھا یا مریض جس سے روزہ ساقط ہو گیا ہے۔ صدقہ فطر اس پر بھی واجب ہے۔ (۷) مستحب یہ ہے کہ فطرانہ عیدگاہ جانے سے پہلے

marfat.com
Marfat.com

پہلے ادا کر دیا جائے۔

شوال کے روزے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے عید الفطر کے چھ روزے رکھ لیے تو اس کو پورے سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ ان روزوں کو متفرق رکھنا افضل ہے اور اگر متواتر چھ روزے رکھ لیے تو حرج نہیں۔

گناہوں کا علاج

حضرت شبلی قدس سرہ العزیز نے ایک حکیم سے کہا۔ مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس کی دوا بھی آپ کے پاس ہو تو عنایت کیجئے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چننے میں مصروف تھا۔

جو تجھ سے لو لگاتے ہیں وہ تنکے چنتے ہیں

اس نے سر اٹھایا اور شبلی کو مخاطب کر کے کہا۔ شبلی یہاں آؤ میں اس کی دوا بتاتا ہوں۔ جو یہ ہے :-

" حیا کے پھول، صبر و شکر کے پھل، عجز و نیاز کی جڑ، غم کی کونپل، سچائی کے درخت کے پتے، ادب کی چھال، حسن و اخلاق کے بیج یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستہ میں کوٹنا شروع کرو اور اشکِ پشیمانی کا عرق ان میں روز ملاتے رہو۔ ان سب دواؤں کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولہے میں پکاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبان کی شکر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا۔ جس وقت تیار ہو کر اترے تو اس کو خوفِ خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔"

حضرت شبلی نے نگاہ اٹھا کر دیکھا وہ دیوانہ غائب ہو چکا تھا ۔

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

marfat.com
Marfat.com

خاتونِ جنّت

مریم از یک نسبتِ عیسےٰ عزیز	از سہ نسبت حضرتِ زہرا عزیز

جناب مریم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہونے کی نسبت سے مقدس و محترم ہیں لیکن جناب خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو تین نسبتوں سے شرف حاصل ہے

نورِ چشمِ رحمۃ للعالمین	آں امامِ اوّلین و آخرین

جناب فاطمہ حضور سید المرسلین جو کہ اولین و آخرین کے امام اور رحمۃ للعالمین ہیں، کی آنکھوں کا نور و دل کا سُرور ہیں۔

بانوئے آں تاجدارِ ھل اتیٰ	مرتضےٰ شیرِ خدا مشکل کُشا

دوسری نسبت یہ ہے کہ آپ تاجدارِ ھل اتیٰ، مولا علی مشکل کشا شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی مقدس بیوی ہیں

مادرِ آں مرکزِ پُرکارِ عشق	مادرِ آں قافلہ سالارِ عشق

تیسری نسبت یہ ہے کہ آپ مرکزِ پُرکارِ عشق اور کارواں سالارِ عشق شہزادہ کونین سیدنا امام حسین سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔

مزرعِ تسلیم را حاصل بتول	مادراں را اسوۂ کامل بتول

تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل، دنیا کی ماؤں کے لیے اسوۂ کامل اور مسلمان عورتوں کے لیے روشنی کا مینار جناب خاتونِ جنت سیدہ عفیفہ حضرت بتول ہی ہیں۔ (اقبال)

پارہ ہائے صحف غنچہائے قدس	اہلِ بیتِ نبوت پہ لاکھوں سلام
آبِ تطہیر سے جس میں پودے جمے	اس ریاضِ نجابت پہ لاکھوں سلام
خونِ خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر	ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام
اس بتولِ جگر پارۂ مصطفےٰ	حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
جس کا آنچل نہ دیکھا ماہ و مہر نے	اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ زاہرہ، طیبہ طاہرہ
جانِ احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت بریلوی)

marfat.com

Marfat.com

نبیِ بے مثال کا شاہکار

ساطعُ النّور، واضحُ الآثار،
ثانیِ اثنین اذ ہما فی الغار
ایک صادق تھا دوسرا صدیق
ماہِ نوّار و کوکبِ زہّار
تیسرا ساتھ تھا خدا ان کے
مہربان و مہیمن و ستّار
کون تھا دوسرا امنّ النّاس
پُر دل و پُر وقار و پُر اسرار
وہ عطا کا سحابِ دریا پاش
وہ سخاوت کا ابرِ گوہر بار
جس نے آوازِ دوست سنتے ہی
بے تأمل لٹا دیا گھر بار
ختم صدقِ مقال و حسنِ عمل
اس پہ بعدِ محمدؐ مختار
وہ جلال و جمال کی تصویر
نبیِ بے مثال کا شہکار
وہ کہ خیرُ البریّہ بعدِ نبیؐ
ثانیِ حوض و قبر و بدر و غار
وہ اسیرانِ بدر کا شافع
صاحبُ الوحی کا مشیر و مشار

سب سے بہتر ہے جو رسولؐ کے بعد
حسبِ تصدیقِ حیدرِ کرّارؓ
ملک و حکمت عطا ہوئے جس کو
جس کا سینہ خزینۂ اسرار
وہ یگانہ امام ربّانی،
مرجعِ استناد و استظہار
ہے تو صدیق از روئے تنزیل
تجھ سے ہے باغِ لا الٰہ کی بہار
سب سے پہلا خلیفۂ ارشد
خواجۂ خواجگاں باستقرار
شان ہے حق و صدق و رِفق تری
تو ہے یعسوبِ ملّتِ مختار
معرفت میں کتاب و سنّت کی
ہے وہ اک بحرِ ذاخر و زخّار
شرحِ اُمُّ الکتاب سر تا پا
شک ہو تو فانظروا الی الآثار
وہ کہ محبوبِ شافعِ محشر
وہ کہ مقبولِ ایزدِ دادار،
ہے بیان اس کی افضلیت کا
ایک امرِ ضروری الاظہار،

و علیہ السلام والاکرام
ابداً صبح و شام لیل و نہار

عبدالعزیز خالد

marfat.com
Marfat.com

مقامِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

حضراتِ خلفاءِ راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں اصدق الصادقین سید المتقین امام العارفین حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق و صداقت کی وہ مشعلِ تاباں ہیں جو حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کے مظہرِ اتم اور آپ کی سیرت و کردار کے کامل نمونہ تھے۔ آپ کا قلب تجلیاتِ جمالِ نبوت کا ہر آن جلوہ گاہ بنا رہا اور آپ نے آفتابِ نبوت سے بے واسطہ فیض حاصل رہا۔

آپ کا نامِ نامی اسمِ گرامی عبداللہ صدیق و عتیق لقب اور کنیت ابوبکر ہے۔ حاکم، ابن سعد اور ابویعلیٰ نے روایت کیا کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ ایک مکان میں جلوہ فرما تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا:-

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی عَتِیْقٍ مِّنَ النَّارِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ

جسے زمین پر دوزخ سے آزاد کیے ہوئے کو دیکھنا ہو وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔

آپ کا دوسرا لقب صدیق ہے۔ اسلام سے قبل بھی آپ کا صدق مشہور تھا قبائلِ عرب آپ کی دیانت و امانت اور حسنِ معاملہ کے معترف تھے۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں۔ صبحِ شبِ معراج سے آپ لقبِ صدیق سے ممتاز ہوئے۔ کفار نے جب واقعۂ معراج سنا تو حضرت صدیقِ اکبر کے پاس آئے۔ کہنے لگے اب حضور کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا:-

لَقَدْ صَدَقَ وَاِنِّیْ لَاُصَدِّقُهٗ

(حاکم و مستدرک)

حضور نے سچ فرمایا اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

marfat.com

Marfat.com

سعید ابن منصور نے اپنی سُنن میں حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا کہ حضور علیہ السلام معراج سے واپسی پر مقامِ ذی طویٰ میں پہنچے تو آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا، میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا، ابوبکر تصدیق کریں گے کیونکہ وہ صدیق ہیں۔

جناب امیرالمؤمنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں :۔

اِنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ اِسْمَ اَبِیْ بَکْرٍ مِّنَ السَّمَآءِ الصِّدِّیْقَ

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کا نام صدیق آسمان سے نازل فرمایا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مزید فرمایا :۔

" ابوبکر وہ شخصیت ہیں۔ جن کا نام اللہ تعالیٰ نے بزبانِ جبرائیل علیہ السلام و بزبانِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم صدیق رکھا۔ وہ نماز میں حضور اکرم علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انھیں ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تو ہم اپنی دنیا کے لیے ان سے راضی ہیں۔" (حاکم و مستدرک)

مکہ کے پہاڑ ثبیر پر حضور علیہ السلام حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ہمراہ جلوہ فرما تھے۔ پہاڑ لرزنے لگا۔ حضور علیہ السلام نے پہاڑ پر ٹھوکر ماری اور اسے مخاطب کر کے فرمایا :۔

اُسْکُنْ ثَبِیْرُ فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَّصِدِّیْقٌ وَّشَهِیْدَانِ (بخاری)

اے پہاڑ ٹھہر جا اس وقت تجھ پر نبی، صدیق اور دو شہید عمر و عثمان ہیں۔

سبحان اللہ! جس ہستیٔ مقدس کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم صدیق قرار دیں۔ اس کے صدیق ہونے میں کیسے شبہ ہو سکتا ہے! حضور علیہ السلام کی زبان تو مرضیٔ الٰہی کی ترجمان ہے۔

نبوت کے بعد درجہ بھی صدیق ہی کا ہے مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ

لہٰذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونے کی بنا پر خلیفہ بلافصل ہونا اور افضلِ امت ہونا بالکل واضح ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ مرضِ وفات میں حضور علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اپنے باپ ابوبکر کو اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کو بلالو تاکہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں ایک حکم نامہ لکھوا دوں۔

فَاِنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّتَمَنّٰی مُتَمَنٍّ وَّیَقُوْلُ قَائِلٌ اَنَا وَلَا یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَکْرٍ (مسلم شریف)

(مجھے ڈر ہے کہ کوئی تمنا کرنے والا تمنا کرلے اور کہنے والا کہے کہ میں مستحق (خلافت ہوں) اور اللہ تعالیٰ اور مومنین نہیں چاہتے مگر ابوبکر کو۔

حکیم الامت حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے خلفاء راشدین کی اسلام میں آئینی و دستوری حیثیت کو ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے:۔

"ایامِ خلافت تتمہ ایام نبوت بودہ است گویا در ایامِ نبوت حضرتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تصریحاً بزبانِ اقدس مے فرمود و در ایامِ خلافت ساکت نشستہ بدست و سر اشارہ می فرماید۔ (ازالۃ الخفاء ج ا صـ ۲۵)

(خلافتِ راشدہ کا دَور دورِ نبوت کا تتمہ تھا۔ گویا دورِ نبوت میں حضور علیہ السلام صراحتہً زبانِ اقدس سے (احکامِ شرع) بیان فرماتے تھے اور دورِ خلافت میں حضور خامشی سے جلوہ فرما سر اور ہاتھ کے اشاروں سے سمجھاتے ہیں۔)

حضرت ابوبکر صدیق ہیں حضرت امام باقر کا ارشاد

عروہ بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوجعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تلوار کا قبضہ چاندی کا بنوانا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا جائز ہے کیونکہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کا قبضہ چاندی کا بنوایا تھا۔ عروہ نے کہا آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں؟

فَوَثَبَ وَثْبَۃً وَّاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَۃَ وَقَالَ نِعْمَ الصِّدِّیْقُ نِعْمَ الصِّدِّیْقُ نِعْمَ الصِّدِّیْقُ

اس پر امام باقر اپنی جگہ سے اُچھلے اور کعبہ کی طرف چہرہ کرکے فرمایا۔ کیا اچھے صدیق تھے۔ کیا اچھے صدیق تھے۔ کیا اچھے

marfat.com

Marfat.com

فَمَنْ لَّمْ يَقُلْ لَهُ الصِّدِّيقَ فَلَا صَدَّقَ اللّٰهُ لَهُ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ

صدیق تھے۔ جو شخص ابوبکر کو صدیق نہ کہے خدا اس کی دنیا و آخرت میں تصدیق نہ کرے۔

اس روایت سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوتے ہیں :۔

۱۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ کی زبانِ فیض ترجمان سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق کا تمام امت سے افضل ہونا لازم آتا ہے۔ کیونکہ قواعدِ مقررہ منصوصہ قرآن سے ثابت ہے کہ انبیاء کے بعد مرتبہ صدیقین کا ہے اور صدیق تمام امت سے افضل ہوتا ہے۔

۲۔ سائل کے سوال کا ہاں یا نہیں میں جواب دے دینا کافی تھا۔ مگر حضرت امام باقر نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے فعل کو دلیل بنا کر جواب دیا جس سے واضح ہوا کہ امام باقر رضی عنہ کے نزدیک مسائل کا شرعی فیصلہ کرنے کے لیے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا قول و عمل حجت و سند کی حیثیت رکھتا ہے۔

۳۔ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ ان کے لقب صدیق کا بھی ذکر فرمایا۔ حالانکہ صرف نام لینا ہی کافی تھا۔ جس سے واضح ہوا کہ حضرت امام باقر کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایسی محبت و عقیدت تھی کہ آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لقب صدیق کے بغیر ان کا نام لینا گوارا نہ ہوا۔

۴۔ جب امام باقر رضی اللہ عنہ نے حضرتِ ابوبکر کو صدیق کہا تو سائل کو تعجب ہوا۔ اس نے امام سے سوال کیا۔ آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں؟ اس پر امام کو اس قدر غصہ آیا کہ آپ اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور تین مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے کو بیان فرمایا۔ نہ صرف یہ بلکہ یہاں تک فرما دیا کہ جو ابوبکر کو صدیق نہ کہے، دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کی تصدیق نہیں کرے گا۔

علامہ طبرسی آیۂ مبارکہ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ کی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

marfat.com
Marfat.com

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (رَسُوْلُ اللّٰہِ) وَصَدَّقَ بِہٖ (اَبُوْبَکْرٍ) (تفسیر مجمع البیان) ص۳۲۰ ج۲

حق وصداقت کو لانے والے سے مراد حضور علیہ السلام کی ذات ہے اور اس کی تصدیق کرنے والے سے ابوبکر مراد ہیں۔

افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے کہ انبیائے کرام کے بعد سب سے افضل و برتر حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :۔

کُنَّا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِیْ بَکْرٍ اَحَدًا

ہم حضور کے زمانہ میں کسی کو حضرت ابوبکر کے برابر شمار نہیں کرتے تھے۔

کُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ اَفْضَلُ اُمَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَعْدَہٗ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ (بخاری، ابوداؤد)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں یہ کہتے تھے کہ حضور کے بعد امت میں سب سے افضل ابوبکر ہیں۔ پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم۔

چاندنی رات تھی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حریم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ فرما تھے۔ ایسے میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ عفیفہ طیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔ یا رسول اللہ آسمان کے ستاروں جتنی بھی کسی کی نیکیاں ہیں؟ حضور نے جواب دیا۔ ہاں عمر کی ہیں، عرض کی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی کیا کیفیت ہے۔ حضور نے فرمایا :۔

جَمِیْعُ حَسَنَاتِ عُمَرَ کَحَسَنَۃٍ وَّاحِدَۃٍ مِّنْ حَسَنَاتِ اَبِیْ بَکْرٍ

عمر کی تمام نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ (مشکوٰۃ)

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہر نبی کے دو وزیر آسمان کے فرشتوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں۔ فرشتوں میں میرے دو وزیر جبرائیل

marfat.com

Marfat.com

میکائیل علیہم السلام ہیں۔

اَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْ بَکْرٍ وَّ عُمَرُ (ترمذی)

اور اہلِ زمین سے میرے دو وزیر ابوبکر و عمر ہیں۔

حضرتِ شیرِ خدا علی مرتضیٰ کا فیصلہ

امیرالمومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے مکتوب بنام امیر معاویہ میں تحریر فرمایا:-

وَکَانَ اَفْضَلُہُمْ فِی الْاِسْلَامِ کَمَا زَعَمْتَ وَاَنْصَحُہُمْ لِلّٰہِ وَ لِرَسُوْلِہٖ اَلْخَلِیْفَۃُ الصِّدِّیْقُ وَخَلِیْفَۃُ الْخَلِیْفَۃِ الْفَارُوْقُ وَ لَعَمْرِیْ اِنَّ مَکَانَہُمَا فِی الْاِسْلَامِ لَعَظِیْمٌ وَّاِنَّ الْمُصَابَ بِہِمَا لَجُرْحٌ فِی الْاِسْلَامِ شَدِیْدٌ یَرْحَمُہُمَا اللّٰہُ وَجَزَاہُمَا بِاَحْسَنِ مَا عَمِلَا

اور اسلام میں سب سے افضل اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ اخلاص رکھنے میں سب سے بڑھ کر (جیسا کہ تم نے گمان کیا) خلیفہ صدیق ہیں اور خلیفہ کے خلیفہ فاروق ہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم بتحقیق ان دونوں کا مقام اسلام میں بڑا ہے اور بتحقیق ان کی وفات سے اسلام کو سخت زخم لگا۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت نازل فرمائے اور ان کو ان کے اچھے کاموں کا ثواب عطا فرمائے۔ (شرح نہج البلاغہ علامہ ابن میثم مطبوعہ ایران جزء ۲)

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

لَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَ لَسْتُ بِمُنْکِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَ لٰکِنْ اَبُوْ بَکْرٍ اَفْضَلُ مِنْہُ

میں ابوبکر و عمر کے فضائل کا منکر نہیں ہوں لیکن ابوبکر عمر سے افضل ہیں۔ (احتجاج طبرسی صفحہ ۲۰۴)

حضرت امام جعفر صادق کا ارشاد

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں فرماتے ہیں:-

marfat.com
Marfat.com

هُمَا اِمَامَانِ عَادِلَانِ قَاسِطَانِ کَانَا عَلَی الْحَقِّ وَمَاتَا عَلَی الْحَقِّ فَعَلَیْہِمَا رَحْمَۃُ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ

یہ دونوں امام ہیں عادل انصاف کرنے والے دونوں حق پر تھے۔ حق پر ہی ان کا انتقال ہوا۔ ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے واضح ہوا کہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما امام اور خلیفہ برحق تھے۔ وہ عادل اور منصف تھے۔ وہ حق پر تھے اور وفات تک حق پر رہے۔ وہ قیامت کے دن مستحقِ رحمتِ الٰہی ہیں۔ ظاہر ہے خلیفہ برحق وہی ہو سکتا ہے جو غاصب وخائن نہ ہو اور رحمتِ الٰہی کا مستحق بھی وہی ہوتا ہے جو ایمان و تقویٰ میں کامل ومکمل ہو۔ غرضکہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے ان تمام مطاعن کا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کیے جاتے ہیں قلع قمع ہو گیا۔

تفسیر حضرت امام عسکری رضی اللہ عنہ

میں زیرِ سورہ بقر لکھا ہے کہ حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

جَعَلَکَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ السَّمْعِ وَالْبَصَرِ وَالرَّاْسِ مِنَ الْجَسَدِ وَبِمَنْزِلَۃِ الرُّوْحِ مِنَ الْبَدَنِ

بالیقین اللہ تعالیٰ نے تم کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے۔

تفسیر حسن عسکری مطبوعہ ایران ۱۶۴، ۱۶۵ (منتہی الکلام)

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے اس تفسیری نوٹ سے واضح ہوتا ہے کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ فنافی الرسول کے درجہ پر فائز تھے۔ حضور کے ساتھ ان کو جو محبت وعقیدت تھی وہ یک جان و دو قالب کی حیثیت اختیار کر گئی تھی —— اہلِ عشق ومحبت ہی حضور کے مذکورہ بالا کلماتِ طیبات کی عظمت کا احساس کر سکتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی "سمع وبصر" اور جان و دل قرار دے کر آپ کے افضلِ امت ہونے کی ایسی نشاندہی فرمائی ہے جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت حق ہے

شیعہ حضرات کے اکابرین میں سے ملا مجلسی نے تذکرۃ الائمہ میں صحابہ کرام کی تعداد چار لاکھ بتائی ہے اور علامہ شریف مرتضیٰ نے بحارالانوار کی جلد سوم میں یہ تصریح کی ہے کہ تمام مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کیا اور برضا ورغبت بلا جبر و اکراہ آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی :۔

"جمیع مسلمانان با ابوبکر بیعت کردند و اظہارِ رضا و خوشنودی و خوشنودی باد وسکون و اطمینان بسوئے او نمودند و گفتند کہ مخالفِ او بدعت کنندہ و خارج از اسلام است۔"

(تمام مسلمانوں نے برضا ورغبت خود سکونِ قلبی کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مخالف بدعتی اور اسلام سے خارج ہے۔)

یہ ہے خلافتِ صدیقی کے حق وصواب ہونے کے متعلق چار لاکھ مسلمانوں کا فیصلہ جن میں مہاجرین وانصار اور بنی ہاشم اور اہل بیتِ نبوت بھی شامل تھے۔

مزاج شناس رسول

امیر المومنین سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضل وکمال کے مظہرِ اتم تھے۔ اس لیے آپ مزاج شناسِ رسول کے منصبِ رفیع پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے اسرار ومعارف سب سے زیادہ سمجھنے والے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہی تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نے ایک دن اپنے خطبہ میں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا خواہ وہ دنیا کو اختیار کرے یا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اسے اختیار کرے تو اس بندے نے وہ اختیار کیا جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ حضرت ابو سعید خدری

marfat.com
Marfat.com

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حیران تھے کہ ابوبکر کیوں رونے لگے ۔ آخر اس میں رونے کی بات ہی کیا ہے؟ لیکن بعد میں معلوم ہوا ۔ اس بندے سے مراد حضور علیہ السلام کی ذاتِ پاک تھی اور اس خطبہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی وفات کی خبر دی تھی جس کو صحابہ میں سے کوئی نہ سمجھ سکا ۔ صرف صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کلماتِ نبوی کی رمز کو سمجھا اور رونے لگے ۔

وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍ اَعْلَمَنَا فَقَالَ يَا اَبَا بَكْرٍ لَا تَبْكِ ، اِنَّ اَمَنَّ النَّاسِ عَلَيَّ فِيْ صُحْبَتِهٖ وَمَالِهٖ اَبُوْبَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اُمَّتِيْ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ وَلٰكِنْ اُخُوَّةُ الْاِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُهٗ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا بَابُ اَبِيْ بَكْرٍ

(بخاری)

اور ابوبکر ہم سب میں زیادہ علم رکھتے تھے پھر حضور نے فرمایا ۔ ابوبکر مت روؤ ۔ تمام لوگوں میں کسی کے مال اور رفاقت کا احسان مجھ پر اتنا نہیں جتنا ابوبکر کا ہے اور اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو بناتا مگر اسلامی محبت و اخوت ہے ۔ مسجد کی طرف کسی کا دروازہ باقی نہ رہے مگر اس کو بند کر دیا جائے سوائے ابوبکر کے دروازے کے ۔"

یہ حدیث حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دفترِ فضائل کا گنجینہ ہے ۔

صحابہ کرام حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ اعلم مانتے اور جانتے تھے ۔ خُلت سے مراد وہ دوستی ہے جو صرف عبد و معبود کے درمیان ہو سکتی ہے ۔ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ پوری امت میں صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی لائقِ خلت تھے ۔ مگر میرا خلیل صرف اللہ تعالیٰ ہے ۔

زبانِ رسالت کے اس اعلان کی عظمت پر غور کیجئے ۔ " مجھے صدیق کے مال نے جو نفع دیا کسی کے مال نے نہیں دیا ۔" حضرت صدیقِ اکبر کے حق میں حضور علیہ السلام کے یہ کلماتِ طیبات آپ کے مخلص نیاز مند اور جاں نثار ہونے کی ایسی کھلی ہوئی ڈگری ہے کہ جس کا انکار آفتاب و مہتاب کے انکار کے مترادف ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

اشاعت و استحکام کے لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایثار

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ جواد اور سخی تھے۔ آپ نے اپنے تمام وسائل کو اسلام کی خدمت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ آپ اسلام کی اشاعت و استحکام کے لیے بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ نو مسلم غلاموں اور مسلمان اسیروں کو کفار کے پنجۂ ظلم سے آزاد کراتے تھے اور اس کام کے لیے بیمثال مالی ایثار سے کام لیتے تھے۔ اسلام کے لیے آپ کی فیاضی و سخاوت اور قربانی کی عظمت کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ خود خالق کائنات نے آپ کے مالی ایثار کو قرآنِ مجید میں بیان فرما کر اس کے مقبول و محمود ہونے کی سند عطا فرما دی۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکی قبول فرماتا ہے جو مومنِ مخلص ہو۔ علامہ طبرسی مجمع البیان ج ۲ ص ۵۰۷ میں لکھتے ہیں۔

عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ اِنَّ الْاٰيَةَ نَزَلَتْ فِيْ اَبِيْ بَكْرٍ لِاَنَّهٗ اشْتَرَى الْمَمَالِيْكَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُهَيْرَةَ وَغَيْرِهِمْ وَاَعْتَقَهُمْ

آیت اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے حق میں نازل ہوئی جب کہ وہ اسلام لانے والے غلاموں کو خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد فرما دیتے۔

قرآنِ مجید کی جس آیت کا شانِ نزول علامہ طبرسی نے بیان کیا ہے۔ وہ آیت مبارکہ یہ ہے:-

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى۔

"اور بہت اس سے دُور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیزگار جو اپنا مال دیتا ہے کہ ستھرا ہو اور کسی کا اس پر کچھ احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔ صرف اپنے رب کی رضا چاہتا ہے۔ جو سب سے بلند ہے۔ بیشک قریب ہے کہ وہ راضی ہو گا۔"

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گراں قدر قیمت پر خرید کر آزاد کر دیا تو کفار کو اس پر تعجب ہوا، انہوں نے کہا۔ صدیق اکبر نے بلال کو اس

marfat.com

Marfat.com

لیے آزاد کیا کہ شاید بلال کا ان پر کوئی احسان ہوگا۔ اس پر یہ آیہ مبارکہ نازل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فعل محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہے کسی کے احسان کا بدلہ نہیں اور نہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بلال رضی اللہ عنہ کا کوئی احسان ہے ــــ غور کیجیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس نیکی کو قرآن مجید میں اعلان فرمادیا اور نیکی اسی کی مقبول ہوتی ہے جو مخلص مسلمان ہو۔ اس آیت سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت ثابت ہوئی کہ جو شخص ان کے مخلص مسلمان ہونے کا انکار کرے وہ قرآن کا منکر قرار پائے گا۔

امن الناس

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی یہ خصوصیت بھی بہت ہی پُرعظمت ہے کہ حضور سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خدمات اور ایثار و قربانی کا اعتراف فرمایا۔ حضور نے فرمایا:۔

مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ (ترمذی)

مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے نفع دیا۔

یہ شرف بھی جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل ہے کہ آپ کو حضور سے جو والہانہ محبت تھی اور حضور کے لیے آپ نے جس ایثار و قربانی کا مظاہرہ فرمایا کوئی شخص قصد و ارادہ کے باوجود اس معاملہ میں آپ پر سبقت نہیں لے جا سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر فرماتے ہیں:۔

• حضور نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا تو میں نے خیال کیا کہ آج میں ابوبکر رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو میں نے اپنے مال کا نصف حصہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ تم نے اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑا۔ میں نے جواب دیا۔ اسی کی مثل یعنی نصف:۔

وَاَتٰی اَبُوْبَکْرٍ بِکُلِّ مَا عِنْدَہٗ فَقَالَ یَا اَبَا بَکْرٍ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِكَ فَقَالَ اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

اور حضرت ابوبکر نے اپنا تمام سرمایہ حضور کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور نے پوچھا اپنے اہل وعیال کے لیے کیا رکھا؛ عرض کی

marfat.com

Marfat.com

ان کے لیے اللہ ورسول ہی بس ہے۔ میں نے کہا کہ میں کبھی صدیقِ اکبر سے کسی بات میں بھی سبقت نہیں لے جا سکتا۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس (اقبالؒ)

اس پر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے روکر عرض کی:۔

هَلْ اَنَا وَمَالِیْ لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صلی اللہ علیک وسلم) — یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اور میرا مال آپ کا ہی تو ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

حضور سیدِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا لِاَحَدٍ عِنْدَنَا یَدٌ اِلَّا وَقَدْ کَافَیْنَاہُ مَا خَلَا اَبَا بَکْرٍ فَاِنَّ لَہٗ عِنْدَنَا یَدًا یُکَافِیْہِ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ (ترمذی) — جس کسی نے مجھ پر کوئی احسان کیا تو اس کا بدلہ ہم نے دنیا میں ہی دے دیا۔ ابوبکر کے کہ ان کی خدمات کا ثواب انہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

آں امن الناس بر مولائے ما
آں کلیمِ اولِ سینائے ما
ہمتِ او کشتِ ملت را چوں ابر
ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر

امام العارفین حضرت شیخ یحییٰ منیری قدس سرہ العزیز مکتوبات میں حضور علیہ السلام سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت وعقیدت کو یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"کسی نے حضرت شبلی علیہ الرحمۃ سے امتحاناً سوال کیا کہ زکوٰۃ کتنی مالیت پر واجب ہوتی ہے؟ حضرت شبلی نے کہا۔ جواب مسلکِ فقہاء پر چاہتے ہو یا مسلکِ فقراء پر؟ سائل نے عرض کی دونوں پر، فرمایا۔ فقہاء کے مذہب پر ایک سال گزرنے پر دو سو درہم میں سے پانچ درہم زکوٰۃ واجب ہے اور مذہبِ فقراء۔ پورے دو سو درہم کے ساتھ اپنی جان بھی پیش کرنی ضروری ہے۔ سائل نے کہا۔ اس کی دلیل؟ آپ نے جواب دیا:۔

marfat.com
Marfat.com

"ما ایں مذہب از صادق رب العٰلمین گرفتیم یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ او ہرچہ داشت بہ پیشِ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہاد و جگر گوشہ عائشہ را بشکرانہ داد"

(مکتوبات یحییٰ منیری ص۳۴)

"میں نے یہ مذہب صادق رب العٰلمین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے۔ آپ کے پاس جو کچھ مال و زر تھا سب کا سب رسولِ کریم علیہ السلام کے حضور پیش کر دیا اور اپنی جگر گوشہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو شکرانہ میں بحضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دے دیا۔"

حضرتِ صدیق حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مظہرِ اتم تھے

جب امیر المومنین سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے افضلِ امت ہونے کی سب سے واضح دلیل یہ ہے کہ آپ کا سینہ حضور علیہ السلام کے علم و فضل کا خزینہ تھا اور آپ حضور کے علم و عرفان کے مظہرِ اتم تھے۔ اللہ عزوجل نے حضور علیہ السلام کے سینۂ اقدس میں حقائق و معارف کی جو شعلیں روشن فرمائی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے اسے سینۂ صدیق میں ودیعت فرما دیا تھا۔ غالباً حضرت شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ العزیز نے اس مضمون کی حدیث کو یوں نظم فرمایا ہے ؎

ہر چہ حق، از بارگاہ کبریا	ریخت در صدرِ شریفِ مصطفےٰ
آں ہمہ در سینۂ صدیق ریخت	لاجرم لابد از و تحقیق ریخت

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ کا نبوی علم و عرفان کا جلوہ گاہ ہونا آپ کے افضلِ امت ہونے کی واضح دلیل ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

لَمْ يَفْضُلْكُمْ اَبُوْبَكْرٍ بِكَثْرَةِ صَلَاتِهٖ وَلَا بِكَثْرَةِ صِيَامِهٖ وَاِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ وُقِرَ فِيْ قَلْبِهٖ

(مجالس المومنین ص۸۹)

کثرت صوم و صلوٰۃ کے باعث صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو تم پر فضیلت نہیں بلکہ ایک خاص چیز کی وجہ سے فضیلت ہے جو خاص طور پر ان کے دل میں ڈالی گئی ہے۔

حق یہ ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شان ہی نرالی ہے اور ان کے فضل و شرف

marfat.com

Marfat.com

کا اعتراف کیے بغیر چارہ ہی نہیں ہے ؎

ہے زمانہ معترف صدیق تری شان کا
صدق کا ایقان کا اسلام کا ایمان کا

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضور کی حیات میں سترہ وقت کی نمازیں پڑھائیں

حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امامت نماز کے لیے مقرر فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے متعدد بار عرض کی کہ ابوبکر رقیق القلب ہیں۔ حضور علیہ السلام کو مصلّٰی پر نہ پاکر ضبط نہ کر سکیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کا حکم دیا جائے۔ حضور علیہ السلام نے ہر بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی معذرت کو مُسترد فرما دیا اور حکم دیا کہ :۔

مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ لِلنَّاسِ (بخاری ص۹۲ ج۱)
ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو حکم دو۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

چنانچہ کے وصال تک تمام نمازیں حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نے پڑھائیں۔ امام بخاری علیہ الرحمہ نے جس عنوان کے ماتحت مذکورہ بالا مضمون کی حدیثیں ذکر کی ہیں۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

بَابُ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ
جو علم و فضل میں سب سے برتر ہو وہی امامت کا حقدار ہے۔

جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تمام صحابہ کرام میں صرف صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہی علم و فضل اور تقویٰ و طہارت میں سب سے زیادہ افضل و برتر تھے۔ اسی لیے حضور علیہ السلام نے حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے منتخب فرمایا۔ حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا :۔

لَا یَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْهِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّهُمْ غَیْرُهٗ (ترمذی)
کسی قوم کو یہ لائق نہیں ہے کہ ان میں ابوبکر ہوں اور امامت کوئی دوسرا کرے

marfat.com
Marfat.com

"تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے حیاتِ نبوی میں تین دن نماز پڑھائی۔ مقتدیوں میں جلیل القدر صحابہ کے علاوہ امیرالمومنین فاروقِ اعظم، عثمان غنی، علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم سبھی تھے۔ سب نے بلا چون وچرا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کی۔

احتجاجِ طبرسی میں یہ تصریح ہے کہ علی مرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نماز ادا کی ہے:۔

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلٰوةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلّٰى خَلْفَ اَبِىْ بَكْرٍ (احتجاج طبری ص۵۳)	حضرت علی کھڑے ہوئے، نماز کی تیاری کی، مسجد میں آئے اور حضرت ابوبکر کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخری روز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتدا میں صف باندھے کھڑے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اپنے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور ہمیں ملاحظہ فرمانے لگے:۔

كَاَنَّ وَجْهَهٗ وَرَقَةُ مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ يَضْحَكُ فَهَمَمْنَا اَنْ نَّفْتَتِنَ مِنَ الْفَرَحِ بِرُؤْيَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ج۱ ص۹۳)	گویا حضور علیہ السلام کا چہرۂ انور مصحف کا ورق ہے۔ پھر حضور مسکرائے۔ حضور کے دیدار سے ہمیں اتنی خوشی ہوئی کہ نماز چھوڑنے ہی کو تھے۔
فَلَمَّا وَضَحَ وَجْهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَظَرْنَا مَنْظَرًا كَانَ اَعْجَبَ اِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری ج۱ ص۹۴)	"جب حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا چہرۂ مبارک ظاہر ہوا تو کوئی منظر ہمیں حضور کے چہرۂ اقدس سے زیادہ حسین نظر نہیں آیا۔

حضرت ابوبکر اُلٹے پاؤں پیچھے ہٹے، انہوں نے خیال کیا کہ حضور اکرم نماز پڑھانے

marfat.com

Marfat.com

کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ لیکن حضور علیہ السلام نے ہاتھ کے اشارہ سے فرمایا۔ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ گرادیا اور اسی دن حضور علیہ السلام کا وصال ہوا۔

حضور علیہ السلام کا اپنی حیاتِ مقدس میں خصوصی طور پر حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنا کر اپنے مصلیٰ پر نماز پڑھانے کا حکم فرمانا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وہ اعزاز ہے۔ جس میں کوئی آپ کا شریک نہیں ہے۔ پھر حضور اکرم کا پردہ اٹھا کر صدیقِ اکبر کی اقتدار میں صحابہ کرام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر تبسم فرمانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ حضور علیہ السلام حضرت صدیق اکبر کی امامت و خلافت پر راضی تھے حضور اکرم نے اپنے عمل سے امت پر یہ واضح فرمادیا کہ جب میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی امامت پر راضی ہوں تو تمہیں بھی بلا چون وچراان کی امامت پر راضی رہنا چاہیئے۔

صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عقیدت و محبت تھی کہ بحالتِ نماز جب انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے زیبا کی جھلک دکھائی دی تو آپ کے دیدار پر انوار کی وجہ سے خوشی، و[illegible] ہوا کہ نماز چھوڑنے ہی لگے۔

رفیقِ قبر و غار

امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضل و شرف کی انتہا یہ ہے کہ آپ کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خصوصی اور امتیازی شرفِ صحبت و مصاحبت حاصل ہے۔ آپ حضور کے رفیقِ قبر و حشر بھی ہیں اور رفیقِ غار بھی۔

۱۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام مسجد میں اس شان سے داخل ہوتے کہ آپ کے سیدھی طرف ابوبکر اور بائیں طرف عمر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا:۔

هٰكَذَا نُبْعَثُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (ترمذی) — قیامت کے دن بھی ہم اسی طرح اٹھائے جائیں گے۔

۲۔ حضور علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرمایا:۔

marfat.com
Marfat.com

اَنْتَ صَاحِبِیْ فِی الْغَارِ وَصَاحِبِیْ عَلَی الْحَوْضِ (ترمذی)

تم غار میں بھی میرے ساتھی تھے اور حوضِ کوثر پر بھی میرے ساتھ ہو گے۔

فضائل و مناقبِ صدیقی کے روشن دلائل و براہین

۱۔ قرآنِ مجید میں ارشادِ باری ہے :۔

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا (التوبۃ)

اگر تم (رسول) کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا (ہجرت کرنی پڑی) صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب اپنے یار سے کہتے تھے غم نہ کھا، بیشک اللہ ہمارے ساتھ تو اللہ نے اس پر اپنا سکینہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد فرمائی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی، اللہ ہی کا بول بالا ہے۔

سورہ توبہ کی یہ آیات حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متعدد ایسی فضیلتوں اور عظمتوں کی آئینہ دار ہیں۔ جن میں کسی ابہام و تشکیک کی گنجائش نہیں ہے اور یہ فضیلتیں اس نوع کی ہیں جو صرف اور صرف آپ کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔ دیگر صحابہ بھی ان فضائل خصوصی میں آپ کے سہیم و شریک نہیں ہیں۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ثَانِیَ اثْنَیْنِ اور لِصَاحِبِهٖ (صاحبِ نبی) ہونے کے معزز و مکرم اعزاز سے نوازا ہے ظاہر ہے۔ اس منصبِ رفیع کی حامل وہی شخصیت ہو سکتی ہے جو حضور نبی کریم کے مخلص جاں نثار ہونے کے ساتھ ساتھ کامل الایمان بھی ہو۔

marfat.com

Marfat.com

رسول کی نیابت وخلافتِ بلافصل کا سب سے زیادہ حقدار بھی ہو اور نیابتِ رسول کی ذمہ داریوں کو سب سے زیادہ ادا کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہوں اور رسول کے علم وحکمت کا جامع بھی ہو ـــــ لصاحبه سے یہ واضح ہوا کہ حضرتِ صدیقِ اکبر کا صاحبِ رسول ہونا قرآن سے ثابت ہے اور حضرت صدیق کے صاحبِ رسول ہونے سے انکار کرنا قرآن سے انکار ہے۔

اسی لیے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجلسِ صحابہ میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہمیشہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ :-

مَاسَبَقَكُمْ اَبُوبَكْرٍ بِصَوْمٍ وَلَا صَلٰوةٍ وَلٰكِنْ لِشَيْءٍ وُقِرَ فِیْ قَلْبِهٖ
(مجالس المومنین مجلس سوم ص۹)

ابوبکر نے تم سے زیادہ نماز وروزہ ادا کرنے میں فوقیت حاصل نہیں کی بلکہ ان کی فوقیت کی وہ شے ہے جو ان کے دل میں ڈال گئی ہے۔

اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرتِ صدیق کے صاحبِ رسول ہونے کے اعزاز کے متعلق ان الفاظ سے وضاحت فرمائی ہے کہ اے صدیق تمہیں اللہ تعالیٰ نے بمنزلہ میرے سمع وبصر کے کیا ہے اور میرے ساتھ تم کو وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہوتی ہے۔ (تفسیر امام حسن عسکری ص۲۲۱)

اب غور کیجیے کہ جس ہستی کو حضور کی ذاتِ اقدس سے ایسی بے مثل وبے مثال نسبت حاصل ہو اور جو بمنزلہ حضور کے سمع وبصر کے ہو۔ وہ انبیاء کرام کے بعد سب سے افضل و برتر نہ ہوگا تو اور کون ہوگا!

(۲) لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے الفاظ سے واضح ہے کہ غارِ ثور میں جو معیتِ ایزدی اللہ تعالیٰ کا قربِ خاص، اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شاملِ حال تھا۔ حضور کے صدقہ اور آپ کے وسیلہ سے سیدنا صدیقِ اکبر کو بھی یہی معیتِ ایزدی حاصل تھی۔ اسی لیے معی کی جگہ معنا فرمایا گیا اور قرآن

marfat.com
Marfat.com

نے تصریح کی ہے کہ معیتِ ایزدی اللہ تعالیٰ کے محسن اور متقی بندوں کو نصیب ہوتی ہے
اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ اور قرآن نے اس امر کی بھی نشاندہی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ معلوم ہوا کہ حضرت صدیقِ اکبر متقی بھی ہیں اور محسن بھی۔ معیتِ رسول بھی انہیں حاصل ہوئی اور معیتِ ایزدی بھی اور یہ سب فضیلتیں اور عظمتیں انہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی خدمت گزاری، وفادار ساتھی ہونے کے صلہ میں ملیں کیونکہ اللہ تعالیٰ محسنین کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں فرماتا۔

(۳) فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے غارِ ثور میں حضور کی معیت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرتِ صدیقِ اکبر پر سکینہ (حق و صداقت پر قائم رہنے کی خصوصی اور خاص رحمت) نازل فرمائی اور سکینہ انہیں پر نازل ہوتا ہے جو کامل الایمان مخلص مومن اور تقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوں۔

۴۔ علامہ عبد الجلیل قزوینی نے تصریح کی ہے کہ جب کفارِ مکہ نے حضور علیہ السلام کے قتل کا منصوبہ بنایا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکمِ الٰہی حضرت صدیقِ اکبر کو اپنے ساتھ لیا۔

وبہمہ وجوہ رفتنِ محمد وبردنِ ابوبکر بے فرمانِ خدا نہ بود (مجلسِ پنجم ص۳۱)	ہر حال میں حضور کا ہجرت فرمانا اور حضرت ابوبکر کو ساتھ لینا حکم خدا کے بغیر نہ تھا۔

حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ حضرت جبرئیل امین بحضور نبوی حاضر ہوئے۔ عرض کی اللہ تعالیٰ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابوجہل اور جماعتِ قریش نے آپ کے قتل کا منصوبہ بنایا ہے۔

وَاَمَرَكَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَابَکْرٍ (تفسیر حسن عسکری)	اور حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو اپنا رفیقِ سفر بناؤ۔

ایسے خطرناک اور نازک موقع پر اللہ تعالیٰ کا حضرت صدیقِ اکبر کو رفیقِ سفر بنانے کا حکم دینا حضرت صدیقِ اکبر کے مخلص وفادار، جاں نثارِ رسول ہونے کی واضح دلیل ہے۔

marfat.com

Marfat.com

۵۔ علامہ مومن کرمانی حملہ حیدری میں لکھتے ہیں۔ شب ہجرت حضور صدیق اکبر کے گھر پہنچے وہ پہلے ہی ہجرت کے لیے تیار تھے۔ حضور نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ غارِ ثور کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی کچھ سفر طے ہوا تھا کہ حضور کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ حضرت صدیق نے

چوں رفتند چندیں بداماں دشت — قدوم فلک سائے مجروح گشت
ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت — ولے زیں حدیث است جائے شگفت
کہ در کس قوت آمد پدید — کہ بارِ نبوت تواند کشید

(حملہ حیدری ۷۱ صہ)

(ابھی کچھ سفر طے ہوا تھا کہ حضور کے قدم مبارک زخمی ہو گئے۔ حضرت صدیق اکبر نے حضور کو کندھوں پر اٹھا لیا۔ سخت تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص (ابوبکر) کے اندر ایسی قوت و طاقت کیسے پیدا ہو گئی کہ بارِ نبوت کا متحمل ہو گیا)

۶۔ علامہ کرمانی مزید لکھتے ہیں کہ جب غارِ ثور نظر آئی تو اس غار میں پہلا قدم حضرت ابوبکر نے رکھا اور اپنی قبا چاک کر کے غار کے سوراخوں کو بند کیا۔ کرتے کا کپڑا ختم ہو گیا ایک سوراخ باقی رہ گیا تو حضرت ابوبکر نے اس سوراخ کو اپنے پاؤں کی اڈی کر بند کیا۔

درآمد رسولِ خدا ہم بغار
نشستند یکجا ہم ہر دو یار

(حملہ حیدری صہ ۷۲)

(پھر حضور غار میں داخل ہوئے اور دونوں یار یکجا جلوہ فرما ہوئے)

۷۔ حملہ حیدری کے فاضل شیعی مصنف نے واقعہ ہجرت سے متعلق اپنے اشعار میں جن واقعات کو بیان کیا ہے ان سے مندرجہ ذیل حقائق نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

۸۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے اپنے محرم راز حضرت صدیق اکبر کو سفر ہجرت کے راز سے پہلے آگاہ کر دیا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر اس ساعت ہمایوں کے منتظر تھے کہ کب آسمان نبوت نیرِ اعظم ان کے سر زیب خانہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرماتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر کو یہ خصوصی اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ نے حضور کو اپنے کندھوں پر اٹھا

marfat.com
Marfat.com

لیا۔ علامہ کرمانی آپ کی اس فضیلت و عظمت پر حیران و پریشان ہیں کہ حضرت صدیق بارِ نبوت کے کیسے متحمل ہو گئے۔

۹۔ غار میں پہلے حضرت ابوبکر داخل ہوتے اسے صاف کیا۔ سوراخوں کو بند کیا۔ ایک سوراخ رہ گیا۔ اس پر اپنی انگلی رکھ دی کہ کوئی موذی چیز حضور کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔

۱۰۔ آخر سانپ نے حضرت صدیقِ اکبر کو ڈس لیا اور حضرت صدیقِ اکبر نے جان کی پروا نہ کی۔

۱۱۔ تین رات دن حضرت صدیقِ اکبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں رہے اور آفتابِ نبوت کے انوار و برکات کا نظارہ کرتے رہے۔ ہر روز کھانا حضرت صدیقِ اکبر کے گھر سے آتا تھا۔ جسے حضور تناول فرماتے تھے۔ یہ خدمت حضرت ابوبکر کے فرزند بکمال خلوص و محبت سرانجام دیتے تھے اور کفارِ مکہ کے حالات کی اطلاع بھی دیتے تھے

۱۲۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقِ اکبر کے فرزند سے فرمایا:۔

نبی گفت پس پسر بوبکر را — کہ اے چوں پدر اہلِ صدق و صفا
دو جمل بباید کنوں راہوار — کہ مارا رساند بہ یثرب دیار

(اے وہ جو اپنے باپ کی طرح صاحبِ صدق و صفا ہے۔ دو تیز رفتار اونٹ درکار ہیں جو مدینہ طیبہ تک ہمیں پہنچا دیں)

چنانچہ بحضور نبوی دو اونٹ حاضر کیے گئے اور چوتھے روز حضور غار سے باہر تشریف لائے ؎

نشست از بر شتر آں شاہِ دیں — ابوبکر را کرد با خود قریں

(ایک اونٹ پر شاہِ دین سوار ہوئے۔ آپ نے اپنے پیچھے حضرت صدیقِ اکبر کو بٹھایا)

اور دوسرے اونٹ پر چرواہا عامر سوار ہو گیا اور حضور عازم مدینہ طیبہ ہوئے ۔۔ واقعہ ہجرت کے ان واقعات و حقائق پر (جنہیں شیعی فاضل نے بیان کیا ہے) غور کیجئے کہ حضرت امیرالمومنین سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفترِ فضائل کی عظمت و رفعت کی

marfat.com

Marfat.com

کیا کیفیت ہے ۔

خواجہ اوّل کہ اوّل یارِ اوست ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اوست

تفسیر امام حسن عسکری کی تصریحات

تفسیر حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں زیرِ آیت سورۂ بقرہ لکھا ہے ۔ جبرئیل علیہ السلام نے بحضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم عرض کی، اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ ابوجہل اور قریش نے آپ کے قتل کی تدبیر مصمم کی ہے تو آپ علی (رضی اللہ عنہ) کو اپنے بستر پر چھوڑ دیجیے کہ وہ مثلِ اسماعیل آپ کے جاں نثار ثابت ہوں گے۔

وامرك ان تستصحب ابابكر فانه ان انسك وساعدك وازرك وثبت على تعاهدك وتعاقدك كان فى الجنة من رفقائك وفى غرفاتها من خلصائك الى ان قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لابى بكر ارضيت ان تكون معى يا ابابكر تطلب كما اطلب وتعرف بانك انت الذى حملتنى على ما ادعيه فتحمل على انواع العذاب قال ابوبكر يا رسول الله اما انا لو عشت عمر الدنيا وعذبت جميعا اشد عذاب لا ينزل على موت مريح ولا فرح و

اور ابوبکر کو اپنا رفیق بنا لیجیے اگر وہ موانست کریں اور اپنے عہد پر قائم رہیں تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین میں آپ کے رفیق ہوں گے ۔ حضور نے علی سے اس سلسلہ میں بات کی تو راضی ہو گئے ۔ پھر ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ۔ اے ابوبکر! کیا تم اس امر پر راضی ہو کہ اس سفر پر میرے ہمراہ رہو اور کفارِ قریش جیسے مجھے قتل کے لیے تلاش کریں ۔ اس طرح تمہارے قتل کے بھی درپے ہوں اور یہ بھی مشہور ہو کہ ہجرت پر تم نے مجھے آمادہ کیا اور میری ہی رفاقت کی وجہ سے تم پر طرح طرح کے عذاب پہنچیں ۔ حضرت ابوبکر نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ کی محبت میں قیامت تک سخت ترین بلاؤں میں

marfat.com
Marfat.com

كان ذالك فى محبتك لكان ذالك احب الا ان اتنعم فيها وانا مالك لجميع ممالیك مملوکها فی مخالفتك وهل انا ومالى و ولدى الا فدائك

گرفتار رہوں، یہ میرے لیے اس سے بہتر ہے کہ آپ کو چھوڑ کر دنیا کی حکومت قبول کروں، حضور! میری جان ومال، اہل وعیال آپ پر قربان۔

حضرتِ صدیق رضی اللہ عنہ کی معروضات کے جواب میں حضور علیہ السلام نے انہیں مخاطب بنا کر فرمایا:۔

"اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے تم کو بمنزلہ میرے سمع وبصر کے کیا ہے اور تم کو میرے ساتھ وہی نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے" (تفسیر امام حسن عسکری)

دیکھیے! حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ تصدیق فرما رہے ہیں کہ حضور نے حضرت صدیقِ اکبر کو بحکمِ خدا اپنے ساتھ لیا جس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام صحابہ کرام میں صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی اس نازک اور انتہائی خطرناک موقع پر سب سے زیادہ قابلِ اعتماد جاں نثارِ رسول تھے۔ حضور نے بھی حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو بمنزلہ سمع وبصر قرار دے کر ان کے جذبۂ عقیدت ومحبت کی اور مخلص یار ہونے کی ڈگری دے دی، الغرض اس آیت سے حضرت صدیق اکبر کا رفیقِ نبوّت، رفیقِ غار، مخلص جاں نثار ثانی اثنین کے معزز ومحترم درجہ پر فائز ہونا، صحابی رسول ہونا، ایسا کہ جو آپ صحابی رسول ہونے سے انکار کرے ان کا منکرِ قرآن ہونا، اللہ تعالیٰ کا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر اپنا سکینہ نازل کرنا، حضور کا صدیق اکبر کو مخاطب بنا کر فرمانا غم نہ کھا اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے، قرآن مجید کی وہ تصریحات ہیں جو گروہِ صحابہ میں صرف اور صرف حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کے ساتھ خاص ہیں اور جن سے حضرتِ امیرالمومنین صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا مخلص مسلمان ہونا، خلیفہ بلافصل ہونا اور افضلِ امت ہونا آفتاب نیم روز سے زیادہ واضح ہے۔

خاص اس سابقِ سیرِ قربِ خدا　　اوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام

marfat.com

Marfat.com

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفا عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اس افضل الخلق بعد الرسل ثانی اثنینِ ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید المتقین
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

رفیقِ قبر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حضور کے پہلو میں دفن ہونا بعدِ وفات بھی حضور کی دائمی حضوری کا شرف پایا آپ کے ذوقِ محبت و عقیدت کی قبولیت اور آپ کے مخلص مسلمان ہونے کی کھلی ہوئی برہان ہے۔

علامہ جامی قدس سرہٗ العزیز شواہد النبوت میں تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے بوقتِ وفات وصیت فرمائی تھی کہ مرنے کے بعد میرا جنازہ تیار کرکے روضۂ اقدس کے سامنے رکھ دینا اور حضور سے حضور کے پہلو میں دفن کیے جانے کی اجازت چاہنا۔ تو اگر روضۂ اقدس سے اجازت مرحمت ہوجائے تو مجھے میرے رسول کے پہلو میں دفن کر دینا۔ بصورتِ دیگر مقابرِ مسلمین میں لے جانا، جب حضور سے اجازت طلب کی گئی تو روضہ اقدس سے آواز آئی :۔

ادخلوا الحبیب الی الحبیب حبیب کو اس کے حبیب کے پاس رکھ دو

چنانچہ حضور کی صریح اجازت حاصل ہونے کے بعد پہلوئے نبوت میں آپ کو دفن کیا گیا ؎

تجھے ذوقِ محبت کو شرف اللہ نے یہ بخشا کہ حاصل ہے حضوری دائمی تجھ کو پیمبر کی

حضرت صدیق اکبر کی خصوصی فضیلت حضرت امیر المومنین سیدنا صدیقِ اکبر کی یہ خصوصیت بھی منفرد حیثیت رکھتی ہے اور اس فضیلت میں بھی آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس مقدس مٹی سے حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ منور کو بنایا۔ اسی کے قریب کی طیب و طاہر نورانی مٹی سے حضرت ابو بکر صدیق کے جسمِ اقدس کی ترکیب عمل میں آئی اور

marfat.com
Marfat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بات کتاب و سنت سے ثابت ہے اور مسلمانوں کے تمام طبقات اس پر متفق ہیں کہ آدمی جس جگہ کی مٹی سے پیدا کیا جاتا ہے اسی جگہ مرنے کے بعد دفن ہوتا ہے ۔ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اصولِ کافی میں یہی منقول ہے ——
(ترجمہ منقول ص ۶۲۷)

وہ گنبدِ نورانی جسے گنبدِ خضریٰ سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ جہاں آج سیدالمرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا رجلوہ فرما ہیں وہیں حضور کے پہلو میں حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی دفن ہیں —— وصال کے بعد بھی حضرت صدیقِ اکبر کا پہلوئے رسول میں جگہ پانا آپ کے مخلص عاشقِ رسول ہونے کی دلیل بھی ہے اور آپ کے عظیم وجلیل مرتبہ و مقام کی برہان بھی ہے ؎

پہلوئے مصطفیٰ میں بنا آپ کا مزار   پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

ائمہ اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے منقول ہے کہ جو شخص حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حریم میں دفن ہوجائے ۔ یعنی آپ کے مزارِ اقدس کے قرب میں اسے جگہ مل جائے وہ مغفور ہے تو جب ، حریمِ حسینی میں دفن ہونے والے کا یہ اعزاز ہے تو وہ ہستی جو حریمِ رسول میں دفن ہے اس کا کیا اعزاز و اکرام ہوگا ؎

محبوبِ ربِ عرش ہے اس سبز قبہ میں   پہلو میں جلوہ گاہ عتیق و عمر کی ہے
سعدین کا قِران ہے پہلوئے ماہ میں   جھرمٹ کیے ہیں تارے تجلی قمر کی ہے

تین چاند حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے حجرہ میں آسماں سے تین چاند اُترے ہیں ۔ اس کی تعبیر یہ ہی قرار پائی کہ وہ تین چاند حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں جو حجرۂ صدیقہ میں جلوہ فرما ہیں اور یہ حضرت صدیقِ اکبر کی مقدس اور طیب و طاہر صاحبزادی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بھی عظیم وجلیل فضیلت ہے کہ ان کا حجرہ مبارک حضور اور آپ کے دو مقدس نائبوں کی جلوہ گاہ ہے ۔

marfat.com

Marfat.com

حضور کا ارشاد

حضور نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ۔

(میرے بیت (یعنی قبر مبارک) اور منبر مبارک کی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے) اور اسی باغِ جنت میں حضور علیہ السلام کے ساتھ آپ کے دونوں مقدس خلیفہ صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ہیں۔ قربِ رسول اور معیتِ رسول کا ایسا عظیم و جلیل اعزاز عالمِ امکان میں سوائے امام صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اور کسی کو بھی حاصل ہے؟

فضائل و مناقب و خصائص صدیقی ایک نظر میں

۱۔ حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابتدا ہی سے شرک و کفر کی آلائشوں سے دُور و نفور رہے ہیں۔ آپ نے کبھی بُت کو سجدہ نہ کیا۔ چار برس کی عمر میں آپ کے والد ابوقحافہ آپ کو بُت خانہ لے گئے اور کہا۔ "یہ ہیں تمہارے بلند و بالا خدا، انھیں سجدہ کرو۔ اس پر آپ نے بتوں کو مخاطب بنا کر فرمایا:۔

"میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا دے۔ میں ننگا ہوں، مجھے کپڑا دے، میں پتھر مارتا ہوں، اگر خدا ہے تو پھر اپنے آپ کو بچا"

وہ بُت بھلا کیا جواب دیتے، آپ نے ایک پتھر اس کے مارا۔ جس کے لگتے ہی وہ گر پڑا اور قوتِ خداداد کی تاب نہ لا سکا۔ باپ نے یہ حالت دیکھی۔ انہیں بہت غصّہ آیا۔ انھوں نے تھپڑ رخسارِ مبارک پر مارا اور وہاں سے آپ کی ماں اُم الخیر کے پاس لائے۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ ماں نے کہا! اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جب یہ پیدا ہوا تھا تو غیب سے آواز آئی تھی:۔

يَا امةَ اللهِ بالتحقيق ابشرى بالولد العتيق اسمه فى السماء صديق لِمُحَمَّدٍ صَاحِبٌ وَ رَفِيق

اے اللہ کی سچی لونڈی! تجھے مژدہ ہو، اس آزاد بچے کا، آسمانوں میں اس کا نام صدیق ہے۔ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا یار و رفیق ہے۔ میں نہیں جانتی

marfat.com
Marfat.com

کہ وہ محمد کون ہیں اور کیا معاملہ ہے۔ (قسطلانی شرح بخاری)

اس وقت سے صدیقِ اکبر کو کسی نے شر کی طرف نہ بلایا۔ یہ روایت صدیقِ اکبر نے خود مجلسِ اقدس میں بیان کی۔ جب یہ بیان کر چکے، جبرئیلِ امین حاضرِ بارگاہ ہوئے عرض کی:-

صَدَقَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ — ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ نے سچ کہا اور وہ

هُوَ الصِّدِّیْقُ — صدیق ہیں

۲۔ سیدنا امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق ہیں۔ قرآنِ پاک کی رُو سے نبیوں کے بعد صدیقوں کا درجہ ہے۔ پھر شہداء ہیں۔ پھر صالحین جیسے حضور اکرم نبیوں اور رسولوں کے سرتاج ہیں۔ اسی طرح حضرت صدیقِ اکبر تمام صدیقوں میں ممتاز ترین ہیں۔ تقویٰ، جرأت، معاملہ فہمی، حربی قیادت، ایثار، سچائی، اولوالعزمی، دیانت، امانت، فیاضی، زہد و ورع، جود و سخا، تواضع، علمِ قرآن و حدیث، اتباعِ سنت، علمِ تعبیر و انساب غرضیکہ تمام اعلیٰ اوصاف کے جامع ہیں۔

۳۔ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق، مخلص اور جاں نثار اور ذات و صفاتِ نبوی کے مظہرِ اتم ہیں۔ حضور علیہ السلام کے نائبِ مطلق، خلیفہ بلافصل، مزاج شناسِ رسول ہیں۔ اظہارِ نبوت سے قبل بھی آپ حضور کے احباب میں سب سے مقدم تھے۔

۴۔ حضرت صدیقِ اکبر نے بعثتِ نبوی کے اول روز ہی سب سے پہلے بلا تردد جھجک حضورؐ کی نبوت کی تصدیق کی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔ خود حضورؐ نے فرمایا۔ میں نے جس کسی کے سامنے اسلام پیش کیا اس نے تامل ضرور کیا۔ مگر ابو بکرؓ نے بغیر کسی تامل کے دعوتِ اسلام پر لبیک کہا۔ (بخاری)

۵۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت صدیقِ اکبرؓ اسلام لائے اور حضور کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ (استیعاب)

۶۔ آپ نے دو بار اپنی ساری دولت حضور علیہ السلام کے قدموں پر ڈال دی ہجرت

marfat.com

Marfat.com

کے وقت اور جنگ کے موقع پر مکہ معظمہ میں متعدد غلاموں اور باندیوں کو جو اسلام لانے کی وجہ سے کفار کے ظلم وستم کا شکار تھے خرید کر آزاد کر دیا۔ ان میں حضرت سیدنا بلالؓ بھی ہیں۔

۷۔ مدینہ منورہ میں مسجدِ نبوی کے لیے زمین کی قیمت بھی حضرت صدیقِ اکبر نے ادا کی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "ابوبکر کے مال نے مجھے جتنا نفع پہنچایا۔ کسی اور کے مال نے اتنا نہیں پہنچایا۔

۸۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب رسول اللہ صلی علیہ وسلم اور فدا کارانِ اسلام کو یہودیوں کی مکاریوں اور منافقین کی ریشہ دوانیوں سے واسطہ پڑا اور قریشِ مکہ اور یہودِ مدینہ کی پے درپے کوششوں کے نتیجے میں سارا عرب حضورؐ کے مقابلہ میں اٹھ کھڑا ہوا تو اس وقت حضرت ابوبکر ہی کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضورؐ کے خاص الخاص مشیر کے فرائض انجام دیئے اور ہر موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و مدافعت کے لیے اپنے آپ کو ڈھال بنائے رکھا۔

۹۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ سعادت و برکت میں صدیقِ اکبر نے ایک عاشقِ صادق کا بے مثال اور ایمان افروز کردار ادا کیا۔ مکہ میں قریش کے مظالم اور ان کی ایذا رسانیوں کے مقابلے میں وہی سینہ سپر ہوتے تھے۔ ہجرت کے انتہائی نازک موقع پر غارِ ثور سے مدینہ منورہ تک پوری جاں نثاری سے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی رفاقت کا حق ادا کیا۔

۱۰۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو عشقِ رسولؐ ہی نے حضور علیہ السلام کے عظیم منصب "ختمِ نبوت" کا محافظ بنایا۔ آپ نے ناسازگار حالات کے باوجود ختمِ نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والوں کو ناموسِ رسالت سے کھیلنے کی اجازت نہ دی اور قیامت تک آنے والے عشاقِ رسولؐ کو حفاظتِ ختمِ نبوت کا سبق سکھایا۔ جن کذاب مدعیانِ نبوت کو آپ کے دور میں کچلا گیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اسود عنسی، طلیحہ، مسیلمہ کذاب، سجاح بنت حارثہ تمیمہ۔

۱۱۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ سب سے زیادہ شجاع حضرت صدیقِ اکبر ہیں۔ بدر کی لڑائی میں حضور کی حفاظت کے لیے عریش (ایک محفوظ چھپر) بنایا گیا تھا۔ خدا کی قسم ہم میں سے

marfat.com

Marfat.com

کسی کو جرأت نہیں ہوئی کہ اس عریش کو کفار سے محفوظ رکھنے کے لیے سپر بن جائے۔ اس نازک اور خطرناک موقع پر صرف صدیقِ اکبر ہی تلوار کھینچ کر کھڑے ہوئے۔ جس کسی نے بھی حضور پر حملہ کیا۔ انہوں نے اس کی مدافعت فرمائی۔ (تاریخ الخلفاء)

۱۲۔ حضرت صدیقِ اکبر کا یہ کارنامہ بھی نہایت ہی زرّیں ہے کہ جنگِ یمامہ کے بعد حضرت عمرؓ کے مشورہ سے آپ نے زید بن ثابت انصاری کو قرآنِ مجید کی تمام سورتوں کو جمع کرنے پر مامور کیا اور انہوں نے بکمال و خوبی یہ خدمت انجام دی۔

۱۳۔ حضرت صدیقِ اکبر نے مملکتِ اسلامی کی بنیادیں استوار کیں۔ آپ ہی کی کوششوں سے ایسے لوگ مسلمان ہوئے جو بعد میں جلیل القدر صحابی اور اسلام کے سچے فدائی و شیدائی بنے۔ اسلام سے محبت، جان و مال کے ساتھ حضور کی خدمت آپ کی زندگی کا مقصدِ وحید تھا۔ انہوں نے اسلامی مملکت کو مستحکم بنیادوں پر استوار کیا۔ حضور کے وصال کے بعد فتنوں اور شورشوں نے ہجوم کیا۔ فتنۂ ارتداد، قبائلی عصبیت، خاندانی نجابت کا استحقاق، باغیوں کی جانب سے سرکشی کے نئے خطرات، مملکت کو قرآن و سنّت کے اصول و ضوابط پر حرف بحرف اور من و عن قائم رکھنا۔ غرضیکہ بہت سے نازک اور مشکل مرحلے اس باحوصلہ رفیقِ رسول نے کمال حُسنِ تدبّر، خداداد ذہانت، سیاسی فراست اور دینی استقامت سے طے کیے۔ جہاں تحمل اور سیاسی حکمتِ عملی درکار تھی وہاں اسے اختیار کیا اور جہاں قوتِ بازو اور بزورِ شمشیر منافق، مرتد اور جھوٹے مدعیِ نبوت کی سرکوبی ضروری تھی، وہاں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے دین کی ناموس کے لیے مسلمانوں کی اجتماعی طاقت اور شجاعت سے کام لے کر مشرکوں، منافقوں اور مرتدوں کا قلع قمع کیا اور قافلہ اسلام پھر اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ رواں دواں ہو گیا۔

۱۴۔ مسند آرائے خلافت ہوتے ہی ان کے سامنے صعوبتوں، مشکلوں اور خطرات کے پہاڑ آن پڑے۔ ایک طرف جھوٹے مدعیانِ نبوت تھے کہ مسلح تصادم پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف مرتدینِ اسلام کی ایک جماعت علمِ بغاوت بلند کیے ہوئے تھی۔ منکرینِ زکوٰۃ نے علیحدہ شورش برپا کر رکھی تھی۔ لیکن جانشینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روشن ضمیری، پاکیزہ

marfat.com

Marfat.com

سیاست، بے مثال تدبر اور غیر معمولی استقلال کے باعث نہ صرف اس کو مکمل کرنے کی تمام ناپاک کوششوں کو ناکام بنا دیا بلکہ پھر اسی مشعل سے تمام عرب کو منور کر دیا۔ اس لیے حقیقت یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد اسلام جس نے حیاتِ نو بخشی اور دنیائے اسلام پر سب سے زیادہ جس کا احسان ہے وہ حضرت ابوبکرؓ کی ہی ذاتِ گرامی ہے۔ اللہ کی ہزاروں برکتیں اور رحمتیں ہوں اس پاک باز اور مقدس انسان پر جس نے اپنی ساری عمر رسولؐ اللہ کی رفاقت، اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر میں صرف کر دی۔

۱۵۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سفر و حضر، غزوات و ہجرت حتیٰ کہ وصال کے بعد بھی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و مصاحبت حاصل ہے۔

۱۶۔ قرآن میں آپ کو صاحب النبیؐ کے معزز لقب سے یاد کیا گیا۔

۱۷۔ جنگِ بدر میں آپ کو میمنہ کا سردار بنایا گیا۔

۱۸۔ غزوۂ بدر میں حضور کے ساتھ ثابت قدم رہے۔

۱۹۔ غزوۂ تبوک میں آپ نے اپنا سارا مال حضور کے قدموں پر نثار کر دیا۔

۲۰۔ آپ عشرۂ مبشرہ کے سرخیل اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال و جلال کے مظہرِ اتم ہیں۔

۲۱۔ حضور نے مرضِ وفات میں آپ کو اپنی جگہ امامت کے لیے مقرر فرمایا۔ آپ نے حیاتِ نبوی میں سترہ وقت کی نمازیں پڑھائیں اور تمام صحابہ کرام بشمول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کی اقتدار میں نمازیں پڑھتے رہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ ہجری کو غروبِ آفتاب کے بعد ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر تریسٹھ برس تھی۔ کم و بیش ستائیس ماہ مسلمانوں کی زمامِ اقتدار ان کے ہاتھ میں رہی اور اس قلیل مدت میں انہوں نے جو نظامِ حکومت قائم کیا اس پر حضرت عمرؓ نے ایک رفیع المنزلت عمارت کھڑی کر دی۔

---

marfat.com
Marfat.com

امیر المومنین سیّدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم علیہ السلام کے خلیفہ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپ کے والد قریش کے قبیلہ بنی عدی کے سردار تھے۔ یہ قبیلہ ذہانت، بصیرت، بہادری اور خطابت میں سب سے ممتاز تھا۔ یہ تمام خصوصیات حضرت عمرؓ کو بھی ورثہ میں حاصل ہوئی تھیں۔ آپ جب جوان ہوئے تو پورے ملک میں آپ کی بے پناہ بہادری اور قوت کا زبردست چرچا تھا۔

اسلام قبول کرنے والے خوش نصیب مردوں کی اوّلین فہرست میں حضرت عمر کا نامِ گرامی چالیسویں نمبر پر ہے اور مسلمان خواتین کی تعداد گیارہ ہے۔ یہ وہ صبر آزما وقت تھا جب آنحضرت اور مسلمانوں پر کفّارِ قریش نے ظلم و ستم کا ایک روح فرسا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور مسلمانوں میں اتنی قوت نہ تھی کہ وہ علی الاعلان نماز بھی ادا کر سکیں۔ ان سنگین حالات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! عمر بن ہشام (ابوجہل) یا عمر بن خطاب سے جو تجھ کو پیارا ہو اسلام کو عزّت فرما۔ گویا حضرت عمر وہ شخصیت ہیں جن کی اہمیت کو خود نبی کریم علیہ السلام نے محسوس فرمایا اور اپنی دعا سے یہ واضح کر دیا کہ عمر کا اسلام لانا اسلام کی عظمت و شوکت کا باعث ہوگا اور بعد کے واقعات نے بھی اس کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ حضرت عمر کے اسلام قبول کر لینے کے بعد مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ خانہ کعبہ میں علی الاعلان نماز ادا کی جانے لگی۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد جو ایمان لانے میں پس و پیش کر رہی تھی، خوف دُور ہو جانے کے باعث مشرف بہ اسلام ہو گئی۔ روایت کے مطابق

marfat.com

Marfat.com

جب حضرت عمر نے اسلام قبول کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام آسمان والے عمر کے مشرف بہ اسلام ہونے سے بیحد مسرور ہیں۔

حضرت عمر کی ذہانت، بصیرت اور معاملہ فہمی کا یہ عالم تھا کہ اذان کا طریقہ، شراب پر پابندی، ازواجِ مطہرات کا پردہ اور بعض دیگر مسائل کے متعلق قرآن مجید کی جو آیاتِ کریمہ نازل ہوئیں وہ سب حضرت عمر فاروق کے مشوروں کی تائید میں تھیں۔ بنابریں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کا علم اگر ایک پلڑے میں رکھا جائے اور روئے زمین کے تمام زندہ لوگوں کے علوم ایک پلہ میں تو یقیناً عمر کا علم ان سب کے علوم سے زیادہ ہوگا۔ احادیث میں آپ کی بڑی جلیل فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ آسمان کا ہر فرشتہ حضرت عمر کی توقیر کرتا ہے اور زمین کا ہر شیطان ان کے خوف سے لرزتا ہے (ابنِ عساکر)

نیز حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے عمر کو محبوب رکھا۔ اس نے مجھے محبوب رکھا (طبرانی)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اس سے بری و بیزار ہوں جو حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر بدی کے ساتھ کرے۔

حضرت عمر کے اوصافِ حمیدہ کے پیشِ نظر حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی وفات سے چند روز قبل اکابر صحابہ کی رائے معلوم کر کے مسجد میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا اور حضرت عمر فاروق کو اپنی جگہ خلافت کے منصب پر فائز کرنے کی تجویز پیش کی۔ سب نے بارضا و رغبت اتفاق رائے سے تائید کی۔ چنانچہ خلیفہ اوّل کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق ۲۲ رجمادی الثانی ۱۳ ہجری کو مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کا دورِ خلافت دس برس چھ ماہ اٹھارہ دن ہے۔

حضرت فاروقِ اعظم نے عامۃ الناس کی زندگی خوشحال بنانے کے لیے ایک ایسا عظیم الشان

marfat.com
Marfat.com

اقتصادی نظام نافذ کیا جس کی مثال انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اگر یہ نظام آج بھی من و عن اختیار کیا جائے تو بھوک، بیماری، غربت اور جہالت کے سیاہ بادل چشم زدن میں غائب ہو سکتے ہیں۔ آپ نے اقتصادی نظام کی عمارت سنت رسول علیہ السلام پر رکھی اور اعلان کیا کہ دجلہ سے نیل تک اگر ایک فرد بھی بھوکا، ننگا، مظلوم یا تکلیف میں رہا تو قیامت کے دن مجھے اس کا جوابدہ ہونا پڑے گا۔

آپ کو انسانی فلاح و بہبود کی دن رات فکر دامنگیر رہتی تھی۔ آپ راتوں کو گشت کر کے ان کے حالات اور تکالیف معلوم کرنے کی کوشش کرنے اور موقعہ پر ہی امداد و اعانت کرتے اور اپنی ذات کے لیے فرماتے ہیں :۔

" میرے لیے دو کپڑے لینا حلال ہیں۔ ایک سردی اور دوسرا گرمی کے لیے، جب کہ حج و عمرہ کے لیے صرف ایک سواری درکار ہے نیز میری اور میرے اہلِ خانہ کی خوراک وہی ہوگی جو قریش کے کسی متوسط الحال فرد کی ہوتی ہے۔"

حضرت عمر فاروقِ اعظم کا پورا دورِ خلافت اور بالخصوص ان کا سیاسی نظام مسلم حکمرانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔ عہدِ فاروقی میں مکمل اسلامی نظام نافذ تھا۔ حکام کا فرض تھا کہ وہ گھر گھر فرد کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کا فریضہ اسلامی ادا کریں اور خود اپنے عامۃ الناس کے معیارِ زندگی کو اختیار کریں۔ دوسری جانب رعایا کا فرض تھا کہ وہ دین کی حدود میں رہتے ہوئے امیر کی اطاعت کریں۔

حضرت عمر کے اوصافِ جمیلہ کے پیشِ نظر حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی وفات سے چند روز قبل اکابر صحابہ کی رائے معلوم کر کے مسجد میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کیا اور حضرت عمر فاروق کو اپنی جگہ خلافت کے منصب پر فائز کرنے کی تجویز پیش کی۔ سب نے بارضا و رغبت اتفاقِ رائے سے تائید کی۔ چنانچہ خلیفہ اول کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق ۲۲ جمادی الثانی ۱۳ ہجری کو مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کا دورِ خلافت دس برس چھ ماہ اٹھارہ دن ہے۔

marfat.com

Marfat.com

جب بیت المقدس پر پہلی مرتبہ مسلم امرا کا فاتحانہ پرچم لہرایا۔ آپ کی عظیم سلطنت کی سرحد ایک جانب افریقہ کے صحراؤں اور دوسری جانب عراق، شام، فلسطین، بیت المقدس، مصر اور ایران وغیرہ کی قلیل مدت میں عظیم الشان فتوحات پر بنی نوع انسان کی پوری تاریخ حیران ہے۔ بلاشبہ میدانِ جنگ میں ان فتوحات کا سہرا حضرت خالد بن ولید، حضرت ابو عبیدہ، حضرت عمرو بن العاص، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے نامور جرنیلوں کے سر ہے۔ لیکن تاریخ کا کہنا ہے کہ خلیفہ دوم ہر محاذ کی تازہ صورتحال سے نہ صرف باخبر رہتے تھے بلکہ ہر مرحلہ کی چھوٹی سے لے کر بڑی تمام جنگی حکمت عملی آپ کی ہدایات کے مطابق تشکیل دی جاتی تھی۔ یہی سبب تھا کہ اس وقت کے بڑے بڑے حکمران اور ان کی افواج و عوام حضرت عمر کے نام ہی سے سراسیمہ اور خوفزدہ ہو جاتے تھے۔

حضور نبی کریم علیہ السلام نے جتنے غزوات میں حصہ لیا۔ حضرت عمر نے ان میں شرکت کی۔ غزوہ بدر اور غزوہ حنین میں جب کفار و مشرکین آنحضرت کو نقصان پہنچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی کے ہمراہ جانبازی اور دلیری سے مقابلہ کر کے دشمنوں کے عزائم کو ناکام بنا دیا۔ غزوہ تبوک کی تیاری کے فنڈ میں آپ نے اپنا نصف اثاثہ بارگاہِ رسالت میں حاضر کر دیا۔

اسلامی تقویم سنِ ہجری حضرت فاروقِ اعظم ہی کے عہدِ خلافت میں شروع کی گئی تھی۔ آپ کے دور میں تقریباً چار ہزار مساجد تعمیر ہوئیں۔ نئے پل، سڑکیں، مسافر خانے، نہریں اور کنویں وغیرہ تعمیر کئے گئے۔ مدارس قائم کیے جہاں قرآن مجید، تفسیر، حدیث، فقہ اور زبان و ادب کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام تھا۔ نیز مسجد نبوی کی توسیع کا بھی آپ کو اعزاز حاصل ہے۔

۲۶ ذی الحجہ ۲۳ ہجری بدھ کے دن دوسرے خلیفہ راشد حضرت عمر فاروقِ اعظم نے نمازِ فجر کی امامت شروع کی تھی کہ کسی شخص نے خنجر سے آپ پر لگاتار وار کیے۔ زخم گہرے تھے اور خون جاری تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون تھا جس نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا۔

marfat.com
Marfat.com

صحابہ نے جواب دیا کہ یہ ایرانی غلام ابو لولو فیروز تھا۔ امیر المومنین نے فرمایا "الحمد للہ میرا قاتل مسلمان نہیں ہے۔"

بعدِ وفات باجازت حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے روضہ اقدس میں حضرت صدیقِ اکبر کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وفات ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ

پیکرِ صبر و رضا، مجسمۂ شرم و حیا امیر المومنین، امام المجاہدین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آغازِ بعثت میں اسلام لائے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب غنی و ذوالنورین ہے۔ آپ کے مرتبہ و مقام کی عظمت و رفعت کے اظہار کے لیے دفتر درکار ہے۔ تاہم آپ کے فضائل و مناقب کا اجمالی نقشہ یہ ہے۔ آپ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیسرے خلیفہ برحق، کاتبِ وحی، مہاجرِ اول اور جامع القرآن ہیں۔ حضور کی دو مقدس اور طیب و طاہر صاحبزادیاں حضرت رقیہ و اُمِ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ اسی بنا پر آپ کو ذوالنورین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں عثمان وہ ہیں جنہیں ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں ممتاز مقام پر فائز ہیں۔ آپ کا شمار ان نفوسِ قدسیہ میں ہوتا ہے۔ جنہیں اسی دنیا میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت سے نوازا۔ آپ عابد، زاہد، سخی اور حضور کے سچے عاشق اور جاں نثار ساتھی تھے۔ آپ نے اسلام

marfat.com
Marfat.com

کی سربلندی، دینِ اسلام کی اشاعت و حمایت کے لیے ایثار و قربانی کا وہ معیار قائم کیا جس کی مثال نہیں ملتی۔

آپ مہاجرِ اول بھی ہیں۔ اسلام کی راہ میں آپ نے دو ہجرتیں کیں۔ پہلی حبشہ کی طرف اور دوسری مکہ سے مدینہ کی طرف آپ بدر کے سوا تمام غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ آپ حضور کے تیسرے خلیفہ برحق ہیں۔ ۲۴ھ میں آپ کو خلیفہ رسولؐ منتخب کیا گیا۔ آپ نے تقریباً ۱۲ سال امورِ خلافت کو نہایت دیانتداری اور خدا ترسی کے ساتھ انجام دیا۔

صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اُحد کے پہاڑ پر جلوہ فرما ہوئے۔ آپ کے ہمراہ صدیقؓ و فاروقؓ و عثمانؓ تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ نے اپنے پاؤں سے اسے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے اُحد! ٹھہر جا۔ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرمایا کہ میں اس شخص سے کیوں حیا نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں (مسلم شریف)

اسی طرح حضرت طلحہ بن عبید اللہ ؓ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہر نبی کے کچھ رفیق ہوتے ہیں اور میرے رفیق جنت میں عثمانؓ ہیں" (ترمذی)

امام ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خصوصیت بڑی ہی اہم ہے کہ آپ نے حضور نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے دو مرتبہ جنت کو خریدا۔ ایک دفعہ اس وقت جب کہ انہوں نے بیر رومہ خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ دوسری مرتبہ اس وقت جب کہ جنگِ تبوک کی تیاری ہو رہی تھی۔ دنیا کی سب سے بڑی کافر حکومت روم کا مقابلہ تھا اور مسلمان بے سروسامان تھے۔ حضرت امام ذوالنورین رضی اللہ

marfat.com

Marfat.com

تعالےٰ عنہ نے ایک تہائی لشکرِ اسلام کے جملہ اخراجات اپنے ذمہ لیے ۔ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار بحضور نبوی پیش کیے ۔ اس پر حضور نے خوش ہو کر فرمایا۔ آج کے بعد عثمان کا کوئی عمل انہیں نقصان نہیں پہنچائیگا۔

امام ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مرتبہ و مقام کی عظمت کا اظہار اس عظیم الشان واقعہ سے بھی ہوتا ہے ۔ جسے اللہ تعالےٰ نے قرآنِ مجید کی سورۃ فتح میں ذکر فرمایا اور جسے بیعتِ رضوان سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ سورۃ فتح کی اس آیت میں اس بیعت کا ذکر جس کے سایہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نفوسِ قدسیہ سے بیعت لی تھی۔ جنہیں صحابہ کرام کے معزز و ممتاز نام سے یاد کیا جاتا ہے ۔

امام عادل امیر المومنین خلیفۂ رسول سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت و ریاضت میں بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے ۔ عشاء کی نماز کے بعد وتر میں پورا قرآن ختم فرما لیتے تھے ۔ آپ کی راتیں عبادت و ریاضت میں اور دن مخلوقِ خدا کی خدمت اور اسلام کی تبلیغ واشاعت میں گزرتے تھے ۔ آپ کی شہادت بلاشبہ اسلام کی تاریخ کا ایک ایسا عظیم سانحہ ہے جس کی مثال نہیں ملتی ۔ ایک رات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے ۔ حضور نے فرمایا۔ ہم تمہارے ساتھ روزہ افطار کرنے کے منتظر ہیں ۔ صبح کو حضرت عثمان نے فرمایا۔ میری شہادت کا وقت قریب آگیا ہے ۔

دینِ اسلام کی سربلندی کے لیے آپ کی سرگرمیاں دشمنانِ اسلام کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھیں ۔ وہ سمجھتے تھے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے نائب و خلیفہ کی زندگی کا چراغ گل کیے بغیر مسلمانوں کی صفوں میں افتراق و انتشار پیدا کرنا اور اسلام و مسلمانوں کی سرگرمیوں کو روکنا ناممکن ہے ۔ اس مقصدِ مذموم کے حصول کے لیے پہلے مسجدِ نبوی میں آپ پر حملہ کیا گیا ۔ لیکن حملہ ناکام رہا ۔ پھر باغیوں نے قصرِ خلافت کو گھیر لیا حتیٰ کہ خوراک پانی وغیرہ کی فراہمی بھی روک دی ۔ گھر کا محاصرہ کر لیا ۔ باہر سے حضرت عثمانؓ کا کوئی رابطہ نہ رہا ۔ بعض روایات میں اس محاصرے کی میعاد سات روز اور بعض

marfat.com

Marfat.com

میں چالیس روز باقی گئی ہے۔ امام ذوالنورین چاہتے تو اپنے دفاع کے لیے لشکرِ اسلام کو کام میں لا سکتے تھے۔ اتنی بڑی اسلامی مملکت اور اتنی بڑی مسلح فوج، مگر آپ نے یہ گوارا نہ کیا کہ لوگوں کا خون بہایا جائے۔

بالآخر ۱۸ ذی الحجہ ۳۶ ہجری جمعہ کا وہ دن آگیا۔ جب باغی یورش کر کے گھر میں داخل ہو گئے۔ آپ روزہ سے تھے۔ عین تلاوتِ کلامِ پاک کے دوران بیدردی سے خلیفۂ وقت کو شہید کر دیا۔ حضرت عثمانؓ کی زوجہ حضرت نائلہؓ نے باغیوں کو بہت سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ خود زخمی ہو گئیں۔

امیر المومنین حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریباً ۱۲ سال امورِ خلافت انجام دیئے۔ ۱۸ ذوالحجہ ~~۳۵ھ~~ ۳۶ھ بعمر ۸۲ سال جامِ شہادت نوش فرمایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حرفِ آخر ضرورت ہے کہ مسلمانانِ عالم عموماً اور مسلمانانِ پاکستان خصوصاً خلیفۂ رسول حضرت عثمانِ غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت و کردار کو اپنائیں اور خلیفۂ رسول کی طرح اپنی تمام فکری و عملی قوتوں کو احیاءِ اسلام، تعمیرِ سیرت اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے وقف کر دیں۔ پاکستان اللہ تعالیٰ کی عظیم و جلیل نعمت ہے۔ اس کا استحکام عالمِ اسلام کی سلامتی کا ضامن ہے۔ ہمیں اس نعمت کی قدر کرنی چاہیئے۔ اسے اسلامی خطوط پر بنانے سنوارنے اور اس کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کو محفوظ تر بنانے اور اس خطۂ پاک کو نظامِ مصطفےٰ علیہ السلام کا گہوارہ بنانے کے لیے خلوصِ قلب کے ساتھ ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

marfat.com
Marfat.com

امیر المومنین علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم

امیر المومنین سیدنا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم دنیائے اسلام کی ایک عظیم و جلیل شخصیت ہیں۔ آپ مکہ معظمہ میں جمعہ کے دن کعبہ میں پیدا ہوئے۔ نام مبارک علی، کنیت ابوالحسن اور ابوتراب ہے اور لقب حیدرِ کرار ہے۔ آپ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی آغوشِ رحمت میں تعلیم و تربیت کا شرف حاصل کیا۔ آپ حضور کی ذات و صفات کے مظہر اور نبوی علم و عرفان کا خزانہ ہیں۔ آپ ہدایت کی ایسی شمع ہیں۔ جس میں دھواں نہیں اور ولایت کا ایسا پھول ہیں جس میں خار نہیں، ورع و تقویٰ، ایثار و قربانی، سخاوت و شجاعت اور فصاحت و بلاغت کا پیکرِ حسین ہیں۔ آپ کے خطبات عربی ادب کا شاہکار ہیں اور اثر پذیری میں آپ اپنی مثال ہیں۔

۱- سورۃ الدہر کی آیت اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا آپ ہی کی ایثار و قربانی اور سخاوت کے اظہار و بیان کے لیے نازل ہوئی۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام بیمار ہوئے تو حضرت علی نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالےٰ نے انہیں شفا دے دی تو وہ روزے رکھیں گے۔ نذر پوری ہوئی۔ حسین صحت یاب ہوئے۔ جناب علی نے روزہ رکھا۔ جب افطار کا وقت آیا تو ایک مسکین نے دروازہ پر سوال کیا۔ آپ نے سارا سامانِ خورد و نوش اس مسکین کو دے دیا اور خود پانی پر اکتفا کر کے دوسرے دن کا روزہ رکھا۔

حضرت ابوذر غفاری کا بیان ہے کہ جناب علی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک سائل نے مسجد میں سوال کیا۔ کسی سے کچھ نہ ملا تو آپ نے اپنی انگوٹھی کی طرف اشارہ کر دیا۔

marfat.com
Marfat.com

سائل نے انگوٹھی اُتار لی اور خوش و خرم روانہ ہوا۔

۳۔ حضرت علی تمام غزوات میں شامل ہوئے، کلمۂ حق کی اشاعت و حمایت میں آپ کے کارنامے تاریخِ اسلام کا تابناک حصہ ہیں۔ آپ کی ساری زندگی اسلام کی سربلندی اور دشمنانِ اسلام کی سرکوبی کے لیے وقف رہی حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن فوج کا نشان آپ کو ہی عطا کیا اور فرمایا یہ جھنڈا ہم اسے دے رہے ہیں جس کے ماتھے فتحِ خیبر کا سہرا سجے گا، چنانچہ خیبر کا مضبوط و مستحکم قلعہ قموص آپ کی بے مثل شجاعت سے فتح ہوا۔

۴۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عشق و محبتِ رسول کا ایک ایسا معیار قائم کیا جو اس سے قبل چشمِ فلک نے نہ دیکھا۔ صہبا کے مقام پر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نمازِ عصر ادا فرما کر زانوئے شیرِ حق کو تکیہ بنا کر آرام فرما ہوئے۔ حضرت علی نے نمازِ عصر ادا نہ کی تھی۔ سورج غروب ہونے لگا۔ ذوقِ عبادت اور جذبۂ عشقِ نبوت میں کشمکش شروع ہوئی۔ ایک طرف نماز تھی اور دوسری طرف حضور کی مقدس نیند۔ ذوقِ عبادت تقاضا کرتا تھا کہ علی اٹھو نمازِ عصر ادا کرو۔ سورج غروب ہو گیا، نمازِ عصر قضا ہو جائے گی اور جذبۂ عشقِ نبوت بار بار کعبۂ حقیقت اور قبلۂ مقصود کی مقدس نیند کی یاد دلاتا تھا اس کشمکش میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ قلبِ علی نے فیصلہ کیا اور خوب کیا کہ سورج غروب ہو گیا تو اُسے واپس لانے والا میرے پاس موجود ہے اور اگر محبوبِ خدا کی نیند میں خلل آگیا تو اس کی تلافی ناممکن ہے — نمازیں گر قضا ہوں پھر ادا ہوں۔ نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں۔

علی مرتضےٰ نے حضور کی نیند پر نمازِ عصر نثار کر دی — اور اپنے عمل و کردار سے واضح کر دیا کہ ہر قسم کی محبتوں پر حضور نبی کریم علیہ السلام کی محبت کو غالب کر دینے کا نام ایمان ہے۔

marfat.com

Marfat.com

حضور بیدار ہوئے تو جناب علی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی سرکار سورج غروب ہوگیا۔ میری نمازِ عصر قضا ہوگئی، یہ سن کر محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والثنار نے اپنے گورے گورے مقدس ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیئے۔ بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ اے اللہ تیرا بندہ علی تیرے نبی کی خدمت میں تھا۔ اس کے لیے سورج کو واپس فرمادے۔ زبانِ نبوت پر دعائیہ کلمات کا ظہور ہونا تھا کہ سورج پلٹ آیا اور علی مرتضےٰ نے وقت میں نمازِ عصر ادا کی۔

مولا علی نے واری تیری نیند پر نماز　　اور وہ بھی عصر سب سے جو اعلےٰ خطر کی ہے
ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں　　اصل الاصول بندگی اس تاجور کی ہے

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مومن علی سے محبت کرے گا اور منافق بغض رکھے گا۔ علی میرے ہیں اور میں علی سے ہوں۔ جس کا میں مددگار ہوں، علی بھی اس کے مددگار ہیں۔ علی کی حیثیت میرے ساتھ ایسی ہے جیسی ہارون کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ۔ الا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں میں علم کا مدینہ ہوں۔ علی اس کا دروازہ ہیں۔ علی کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔

(ترمذی واحمد)

یہ ہیں شیرِ خدا، حیدر کرار، بحرِ علم وحکمت، مخزنِ جود وسخا، جامع شریعت و طریقت، پیشوا ر اولیار، رہبرِ کاملاں، خلیفہ راشد، امیر المومنین سیدنا علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم جو روئے زمین کے مسلمانوں کے آقا و مولا ہیں۔ ۱۸ رمضان المبارک جامع کوفہ میں ایک شقی ازلی نے اس شمع ہدایت کو گل کرنے کے لیے زہر آلود خنجر سے بحالتِ نماز آپ کو زخمی کردیا اور ۲۱ رمضان المبارک کو علم وفضل کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ بظاہر یہ شمع گل ہوگئی۔ مگر حقیقت میں آج بھی روشن ومنور ہے اور رہتی دنیا تک روشن رہے گی ؎

شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن　　پر توِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

marfat.com
Marfat.com

اُمّ المؤمنین سیّدہ طیّبہ طاہرہ عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات پر لفظ اُمّ المومنین کا اطلاق، قرآنِ مجید کے ارشاد وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّھَاتُھُمْ سے ماخوذ ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ حضور سیّدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری مقدس بی بی ہیں۔ آپ کا نام عائشہ اور کنیت اُمِ عبداللہ ہے۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی رکھی تھی۔ جب کہ آپ کے بھانجے عبداللہ بن زبیر کو بغرضِ تحنیک بحضور نبوی پیش کیا گیا تو حضور نے فرمایا۔ یہ عبداللہ ہے اور تم اُمِ عبداللہ (فتح الباری)

والد کا نام امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور والدہ کا نام ام رومان زینب بنتِ عامر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ سال تک حضور علیہ السلام کے ساتھ زندگی بسر کی۔ جب حضور علیہ السلام کا وصال ہوا تو آپ کی عمر شریف ۱۸ سال تھی۔ حضور علیہ السلام کے بعد حضرت عائشہ ۴۸ سال زندہ رہیں اور ۵۸ھ میں وفات پائی۔ اس وقت آپ کی عمر ۶۶ سال تھی۔ وصیت کے مطابق جنت البقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس وقت مروان بن حکم کی طرف سے حاکمِ مدینہ تھے۔ انہوں نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

فضائل ازواجِ مطہرات میں حضرت اُمّ المومنین سیدہ عفیفہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل ومناقب، آپ کا ورع وتقویٰ، علم فقہ اور اجتہادی بصیرت اتنی اعلیٰ ہے کہ جس کے بیان کے لیے دفتر درکار ہے۔ مختصر

marfat.com
Marfat.com

یہ کہ آپ اُم المومنین ہیں ۔ آپ سے حضور علیہ السلام کو بہت محبت تھی۔ اسی محبت کی وجہ سے آپ نے اپنے مرضِ وفات میں تمام ازواجِ مطہرات سے اجازت لے کر اپنی مقدس زندگی کے آخری ایام سیدہ عائشہ کے حجرہ نوری میں بسر فرمائے تھے۔ اسی محبت کا اظہار جن طریقوں سے ہوتا تھا۔ ان کے متعلق احادیث و سیر میں کثیر واقعات ہیں جو بوجہ اختصار چھوڑے جا رہے ہیں ۔۔۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا خود ہی تحدیثِ نعمت کے طور پر فرماتی ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نو خوبیاں ایسی عطا فرمائیں جو کسی عورت کو نہ ملیں ۔

(۱) عقد سے پیشتر میری تصویر حضرت جبریلِ امین نے بحضور نبوی پیش کی (یہ تصویر قدرتی تھی۔ کسی انسان کی بنائی ہوئی نہ تھی ۔ (۲) حضور علیہ السلام نے بجز میرے کسی اور کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ (۳) میں آپ کے خلیفہ اور آپ کے صدیق کی صاحبزادی ہوں (۴) مجھ کو پاکیزہ کے گھر پاکیزہ پیدا فرمایا (۵) بوقتِ وصال حضور علیہ السلام کا سرِ اقدس میری گود میں تھا (۶) حضور میرے گھر میں دفن ہوئے۔ (۷) حضور میرے لحاف میں ہوتے تو تو بھی وحی نازل ہو جاتی تھی (۸) مجھ سے اللہ تعالےٰ نے مغفرت اور رزقِ کریم کا وعدہ فرمایا۔ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيمٌ (۹) میری برأت آسمان سے نازل ہوئی۔

بعض اہلِ تحقیق نے فرمایا کہ سیدنا یوسف علیہ السلام پر تہمت رکھی گئی۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایک شیر خوار بچے کی زبان سے آپ کی برأت ظاہر فرمائی۔ حضرت مریم کو مطعون کیا گیا تو ان کے صاحبزادے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے بحالتِ شیر خوارگی آپ کی برأت کا اظہار فرمایا گیا۔ لیکن جب منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو متہم کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے آپ کی برأت کسی بچے یا کسی نبی کی زبان سے نہیں کرائی۔ بلکہ اپنے محبوب کی زوجہ محترمہ کی برأت خود فرمائی

marfat.com

Marfat.com

اور سورۂ نور نازل فرما کر جناب عائشہ صدیقہ کی پاکدامنی پر مُہرِ تصدیق ثبت فرما دی گئی۔ (طبری)

علمی زندگی

ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ صدیقہ علم و فضل کے لحاظ سے سب سے ممتاز ہیں۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ علیہم کے زمانہ میں فتویٰ دیتی تھیں۔ اکابر صحابہ آپ کے علم و فضل کے معترف تھے اور مسائل میں آپ سے استفسار کرتے تھے۔ آپ سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ۱۷۴ حدیثوں پر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا۔ بخاری نے منفرداً ان سے ۵۴ حدیثیں روایت کی ہیں۔ ۶۸ حدیثیں امام مسلم نے منفرد طور پر روایت کی ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ احکامِ شرعیہ کا ایک چوتھائی حصہ حضرت عائشہ صدیقہ سے منقول ہے ترمذی کی حدیث میں ہے کہ صحابہ کو جب کوئی مشکل سوال پیش آتا تو اس کو حضرت عائشہ صدیقہ ہی حل کرتی تھیں۔ تفسیرِ حدیث، اسرارِ شریعت، خطابت، ادب اور انساب میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

مختصر یہ کہ ایک مسلمان کے لیے یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ حضرت عائشہ، حضور علیہ السلام کی محبوب بی بی ہیں۔ اُم المومنین ہیں۔ صدیقِ اکبر کی صاحبزادی ہیں اور حضور علیہ السلام سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے داماد ہیں۔ یعنی صدیق وہ ہیں جن کے دامادِ مکرم رسول۔ نہ صرف رسول بلکہ رسولوں کے رسول اور اللہ کے محبوب اور خاتم النبیین ہیں، سبحان اللہ!

حضور اکرم کی ازواج اُم المومنین ہیں

بخاری و کتبِ حدیث میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ "اُم المومنین" کا لفظ بھی ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآنِ حکیم نے حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی ازواج کو مومنوں کی مائیں قرار دیا ہے اور حضور علیہ السلام کی ازواج کی فضیلت دراصل خود حضور علیہ السلام کی فضیلت کا ایک شعبہ ہے۔ قرآنِ پاک میں ہے:

marfat.com

Marfat.com

لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ

اے نبی کی بی بیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو

النسآء میں الف لام جنسی ہے۔ لفظ احد بھی موجود ہے۔ جیسے لم یکن کفوًا احد میں ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ازواجِ رسول کا درجہ و مقام ہر عورت سے بالاتر ہے —— البتہ یہ ظاہر ہے کہ ازواجِ رسول جملہ احکام میں مسلمانوں کی مائیں نہیں ہیں ورنہ اُمتیوں سے پردہ کیوں ہوتا؛ ماں چونکہ بے حد معظم و محترم ہستی ہوتی ہے اور کسی طرح غلط خیالات و جذبات ان کے بارے میں انسان کے اندر پیدا نہیں ہوتے۔ اس لیے بطور تعظیم و تکریم ازواجِ رسول کو امہات المومنین فرمایا گیا۔

اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ (قرآنِ حکیم)

اے محبوب! ہم نے تمہاری ازواج کو تمہارے لیے حلال کر دیا

دوم، مومن وہ ہے جو ازواج النبی کو ام المومنین جانتا ہے۔ وہ ماں نہیں جس سے جسم عنصری کا ظہور ہوا بلکہ وہ ماں جس کی فرزندی کا شرف اس کو ملتا ہے جس کو (وِلا) محبتِ نبی اور ایمان میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

اس آیت سے یہ فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ حضور علیہ السلام کی بیویوں کا ازواج النبی ہونا بمنظوری رب العالمین ہے اور ظاہر ہے کہ یہ منظوری فی الواقعہ ان کے لیے فضیلت عظیمہ ہے۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا

اے ایمان والو! تمہیں یہ حق نہیں ہے کہ تم رسول کو ایذا دو اور یہ بھی جائز نہیں کہ رسول کے بعد ان کی ازواجِ مطہرات سے نکاح کرو۔

marfat.com

Marfat.com

اس آیت میں ان کی حرمتِ دوام کا اعلان ہے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ پہلے اس آیت میں حضور علیہ السلام کو ایذا دینے سے روکا گیا۔ اس کے بعد حقوقِ ازواج بیان کیے۔ جس سے یہ ثابت ہوا کہ ایذائے رسول کے جس قدر اقسام ہو سکتے ہیں۔

ان میں سب سے زیادہ سخت صورت وہ ہو گی جس میں حضور علیہ السلام کی ازواج کی شان کے خلاف کوئی رویہ اختیار کیا گیا ہو اور یہ اس لیے کہ اس آیت میں ایذاءِ رسول کے تحت میں خصوصیت سے اسی جزئی کا ذکر فرمایا گیا ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ

مومنین سے نبی ان کی جانوں سے بڑھ کر نزدیک ہے اور نبی کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں۔

یہاں یہ امر قابلِ ذکر ہے کہ ازواجہم و انفسہم کی ضمیر مومنین کی طرف ہے۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ ازواج النبی کا لقب امہات المومنین ہے نہ کہ امہات الامت۔ لفظ مومنین کے استعمال کا راز یہ ہے کہ یہ معلوم ہو جائے۔

اوّل، مومن وہ ہے جو نبی علیہ السلام کو اپنی جانِ شیریں سے زیادہ محبوب رکھتا ہے۔

★ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا نماز پڑھنے والا نماز کے دروازہ سے، جہاد کرنے والا جہاد کے دروازہ سے جنت میں داخل ہوگا۔ اس پر صدیق اکبر نے عرض کی یا رسول اللہ جس کو جنت کے کسی دروازہ سے بلایا گیا۔ اس کو کسی دوسرے دروازہ سے بلانے کی ضرورت تو نہیں۔ مگر حضور کوئی ایسا شخص بھی ہے۔ (فَهَلْ يُدْعٰى مِنْ كُلِّهَا) جسے جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے، حضور نے فرمایا۔ فَاَرْجُوْا اَنْ يَّكُوْنَ مِنْهُمْ يَا اَبَا بَكْرٍ (بخاری و مسلم) مجھے امید ہے کہ اے ابوبکر تم کو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائیگا۔ (بخاری)

marfat.com
Marfat.com

سراجِ اُمّت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

حضور سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ارشاد فرماتے ہیں:۔

اِنَّ آدَمَ اَفْتَخَرَ بِیْ وَاَنَا اَفْتَخِرُ بِرَجُلٍ مِّنْ اُمَّتِیْ اِسْمُہٗ نُعْمَانَ وَکُنْیَتُہٗ اَبُوْحَنِیْفَۃَ ھُوَ سِرَاجُ اُمَّتِیْ مَنْ اَحَبَّہٗ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَہٗ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

آدم میری ذات پر فخر کریں گے اور قیامت کے دن میں اپنی امت کے ایک شخص پر فخر کروں گا جس کا نام نعمان اور کنیت ابوحنیفہ ہے۔ جس نے نعمان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ جس نے اس سے عداوت رکھی اس نے مجھ سے عداوت رکھی۔

اسم مبارک آپ کا اسم مبارک نعمان بن ثابت، کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ یہ وہ مبارک دور ہے جس میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جمالِ جہاں تاب سے جو آنکھیں منور ہو کر شرفِ صحابیت کے بلند مقام پر سرفراز ہوئیں ابھی اس جہانِ آب و گل میں موجود تھیں۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے جن مقدس اصحابِ رسولؐ کی زیارت کی ان میں مدینۃ الرسولؐ کے حضرت سہل بن سعد الساعدیؓ ۹۱ھ، بصرہ میں حضرت انس بن مالکؓ ۹۳ھ، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن اوفیؓ ۸۷ھ جیسے اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل ہیں۔

علماء و محدثین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ نے سات صحابہ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان جناب انس، جناب عبدالرحمٰن بن یزید، سہل بن سعد، عبداللہ بن عامر، ابن ابی اوفی، مقداد، ابن عباس سے آپ نے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور

marfat.com

Marfat.com

حدیثیں بیان فرمائیں ۔ حافظ ابو عمرو بن عبد اللہ علیہ الرحمۃ جیسی عظیم و جلیل شخصیت کا ارشاد یہ ہے :۔

اِنَّ اَبَاحَنِیْفَۃَ رَاٰی انس بنَ مَالِكٍ وَعبد الله ابن الحارث بن جزء (جامع بیان العلم و فضلہ ج ۲ ص ۴۷)

حضرت امام ابو حنیفہ کو حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ (صحابی رسول) کی زیارت کا شرف حاصل ہے ۔

امام اعظم تابعی ہیں

اس بناء پر حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ تابعی ہیں اور آپ کے معاصر علماء و فضلاء میں تابعی ہونے کا شرف صرف آپ کو ہی حاصل ہے ۔ تابعی اسے کہتے ہیں جس نے صحابی رسول کی زیارت کی ہو ۔ علامہ حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ امام اعظم نے اپنے زمانہ حیات میں بیس صحابہ کرام کو پایا اور سات یا آٹھ صحابہ کرام کی آپ نے زیارت کی اور ان سے حدیث روایت کی ۔ (در مختار)

امام اعظم حضور کا معجزہ ہیں

شیخ الاسلام علامہ محمد علاؤ الدین حصکفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :۔

اِنَّ اَبَاحَنِیْفَۃَ النُّعْمَانَ مِنْ اَعْظَمِ مُعْجِزَاتِ الْمُصْطَفٰی بَعْدَ الْقُرْاٰنِ (رد المختار ج ۱)

بیشک امام ابو حنیفہ قرآن کے بعد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے اعظم معجزات سے ہیں ۔

سیدنا امام ابو حنیفہ جامع شریعت و طریقت شخصیت ہیں ۔ جلیل القدر اولیائے کرام حضرت ابراہیم ادھم، شفیق بلخی، معروف کرخی، بایزید بسطامی، فضیل بن عیاض، داؤد طائی، عبد اللہ بن مبارک، وکیع بن الجراح، ابو بکر بن الوراق ایسے علماء اولیاء اور عرفاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ۔ آپ کی عظمت شان کے معترف ہیں ۔

جلیل القدر فقہاء و محدثین آپ کی جلالتِ شان کے معترف ہیں

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نہ صرف فقیہ اعظم، مجتہدِ مطلق تھے بلکہ سید المحدثین اور

marfat.com
Marfat.com

امام المحدثین، استاذ المحدثین بھی تھے۔ حافظ الحدیث حضرت عبد اللہ بن مبارک مروزی (پیدائش ۱۱۸ھ وفات ۱۸۱ھ) جن کو تمام اکابرین، محدثین و اجلہ نقادینِ حدیث نے ثقہ، حجۃ، امام، فقیہہ، عالم، عابد، زاہد، سخی، شجاع، صحیح الحدیث، مامون، کثیر الحدیث امام عصرہ فی الافاق قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ میں نے کوفہ پہنچ کر لوگوں سے دریافت کیا۔ کوفہ میں سب سے بڑھ کر فقہ کا ماہر کون ہے؟ اس شہر میں سب سے بڑھ کر زاہد کون ہے؟ اس شہر میں سب سے بڑھ کر متقی کون ہے؟ تو لوگوں نے میرے ان سوالات کے جواب میں کہا۔ امام ابوحنیفہ۔

امام بخاری کے استاد حضرت مکی بن ابراہیم امام بلخ متوفی ۲۱۴ھ بحضور امام ابوحنیفہ متواتر دس برس تک فقہ و حدیث سنتے رہے۔ فرماتے ہیں کہ امام صاحب متقی، زاہد، صادق اور اہلِ زمانہ میں سب سے زیادہ حافظِ حدیث تھے۔

حضرت زید بن ہارون کہتے ہیں۔ ایک ہزار استادانِ علمِ حدیث و فقہ سے میں علم حاصل کیا۔ مگر واللہ سب سے زیادہ امام ابوحنیفہ کو تقوٰی والا پایا۔

حضرت خارجہ بن مصعب کہتے ہیں کہ کعبہ کے اندر چار اماموں نے پورا قرآن ختم ہے ایک حضرت عثمان بن عفان خلیفہ رسول اللہ، دوسرے حضرت تمیم داری تیسرے حضرت سعید بن جبیر صحابی رسول اللہ، چوتھے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ تابعی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

محدث کبیر حضرت اعمش نے امام ابوحنیفہ سے چند مسائل دریافت کیے۔ امام صاحب نے حدیثوں سے جواب دیا تو اس پر حضرت اعمش نے فرمایا، اے گروہِ فقہا تم طبیب ہو اور ہم لوگ یعنی محدثین عطار کہ راویوں کے نام اور الفاظ پہچانتے ہیں اور آپ لوگ احادیث کے معنی و مفہوم کو بھی جانتے ہیں۔

سید العرفا حضرت ابوعلی دقاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

انا اخذت ھذہ الطریقہ من ابوالقاسم النصرآبادی وھو	میں نے شریعت کا علم حضرت ابوالقاسم نصرآبادی سے انھوں نے حضرت شبلی

marfat.com

Marfat.com

اخذھا من الشبلی ھو اخذھا من السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو اخذ العلم اخذ الطریقۃ من ابی حنیفۃ

سے، انھوں نے حضرت سری السقطی سے، انھوں نے حضرت معروف کرخی سے، انھوں نے داؤد طائی سے اور انھوں نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ سے حاصل کیا۔ (ردالمختار)

سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کی جلالتِ شان اور علم وفہم اور فقہی بصیرت وبصارت کا یہ عالم ہے کہ جناب امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:۔

واللہ ما صرت فقیھا الابکتب محمدؐ بن الحسن الشیبانی (درمختار)

خدا کی قسم میں امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام محمد کی تالیفات کے مطالعہ سے فقیہہ بن گیا۔

حضرت مجدد الف ثانی قیوم زمانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ الربانی فرماتے ہیں:۔

درفقہہ صاحبِ خانہ اواست ودیگراں ہمہ عیال وے اند باوجود التزام ایں مذہب مرا با امام شافعی گویا محبتِ ذاتی است وبزرگ میدانم دربعضے اعمالِ نافلہ تقلیدِ مذہب او می نمائم اما چہ کنم کہ دیگراں را باوجود وفورِ علم وکمالِ تقوی درجنبِ امام ابی حنیفہ دررنگِ طفلاں می یابم (مکتوبات)

علمِ فقہہ میں امام اعظم ابوحنیفہ صاحبِ خانہ ہیں اور باقی ائمہ ان کے عیال وخوشہ چین ہیں۔ باوجود مذہب امام حنیفہ پر کاربند ہونے کے امام شافعی سے ذاتی محبت رکھتا ہوں اور بعض اعمالِ نافلہ میں ان کی تقلید بھی کرلیتا ہوں مگر کیا کروں کہ دیگر ائمہ کرام باوجود وفورِ علم وکمال تقویٰ کے سیدنا امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے سامنے طفلِ مکتب نظر آتے ہیں۔ نیز حضرت مجدد فرماتے ہیں:۔

حضرت خواجہ محمد پارسا علیہ الرحمۃ نے فصولِ ستہ میں تحریر فرمایا ہے:۔

کہ جناب عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب نزول فرمائیں گے تو وہ بھی

marfat.com

Marfat.com

بعد نزول بمذہب امام ابوحنیفہ عمل خواہد کرد۔ یعنی اجتہاد روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود
(مکتوبات مجدد)

امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق عمل فرمائیں گے۔ یعنی حضرت روح اللہ کا اجتہاد امام ابوحنیفہ کے اجتہاد کے موافق ہوگا۔

بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ شدہ کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم می نماید و سائر مذہب در رنگ حیاض و جداول بنظر می درآیند۔

تکلف و تعصب کی آمیزش کے بغیر کہا جائے گا کہ نورانیت مذہب حنفی کشف و شہود کی نظر میں ایک عظیم الشان سمندر ہے اور باقی مذاہب اس کے مقابل نہر و حوض ہیں۔

حضرت مخدوم علی ہجویری

قدس سرہ العزیز

اولیاء امت میں سراج السالکین زبدۃ العارفین حضرت مخدوم شیخ ابوالحسن سید علی بن عثمان جلابی ہجویری ثم لاہوری المعروف داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی بلا مبالغہ ان عزیز الوجود شخصیتوں میں سے ایک ہے جنہیں رحمت الٰہی نے اپنے لطف و کرم کا مظہر بنا کر خلق خدا کی ہدایت و تزکیہ کے لیے مقرر فرمایا۔ آپ کی سیرت مبارکہ کا ہر پہلو سالکان راہ محبت و وفا کے لیے خضر راہ ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ ارباب طریقت کے پیشوا، رموز شریعت کے رازدان اور علم و فضل و تقویٰ و طہارت میں ایک منفرد اور امتیازی شان کے مالک ہیں۔ آپ کی ذات اقدس رشد و ہدایت کا ایک ایسا چشمہ فیض ہے کہ جس سے پانچویں

marfat.com
Marfat.com

صدی ہجری میں برصغیر کے وسیع شمال مغربی علاقے اسلام کی نعمتِ بے پایاں سے بہرہ مند ہوتے رہے اور آپ کے وجودِ پاک کے فیض سے کفر و الحاد کی تاریکیاں کافور ہو گئیں اور آج بھی آپ کی بارگاہِ عالی راہِ حق کے متلاشیوں کے لیے نشانِ منزل ہے۔ داتا گنج بخش حسنی سید ہیں۔ آپ کا سلسلۂ نسب نو واسطوں سے امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ الکریم تک پہنچتا ہے۔ آپ گنج بخش کے لقب سے ابتدا ہی سے مشہور تھے یہی وجہ ہے کہ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ نے آپ کے مزار پُر انوار پر چلّہ فرمایا اور حصولِ مراد کے بعد آپ کی شان میں عرض کیا ؎

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

اگرچہ آپ کے سالِ ولادت کے بارے میں حتمی فیصلہ کرنا مشکل ہے تاہم سالِ وفات ۴۶۵ھ پر جمہور کا اتفاق ہے۔ حضرت مُلّا جامی علیہ الرحمۃ نے لفظ سردار سے آپ کی تاریخِ وفات ظاہر کی ہے۔ فرماتے ہیں ؎

خانقاہِ علی ہجویری است خاک جاروب از درش بردار
طوطیا کن بدیدۂ حق بیں تا شوی واقف درِ اسرار
چونکہ سردارِ ملکِ معنی بود سالِ وصلش برآید از سردار
۴۶۵

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ علومِ عالیہ اسلامیہ کے ماہر، شریعت و طریقت کے جامع اور تصوّف کے امام ہیں۔ علامہ جامیؔ نے نفحات میں آپ کو عالم و عارف بود کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور آپ کی تصنیف کشف المحجوب کو فنِ تصوّف کے لطائف و حقائق کا خزانہ قرار دیا ہے۔ عالم و عارف بود از مشائخ دیگر رسیدہ است صاحب کتاب کشف المحجوب است کہ از کتبِ معتبرہ مشہورہ دریں فن است و لطائف و حقائق بسیار دراں جمع کردہ است۔ (نفحات الانس)

شہزادہ دارا شکوہ علیہ الرحمۃ نے سفینۃ الاولیاء میں آپ کی جلالتِ علمی کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے "خانوادۂ ایشاں خانوادۂ زہد و تقویٰ بود۔ حضرت پیر

marfat.com
Marfat.com

علی ہجویری را تصانیف بسیار است اما کشف المحجوب مشہور و معروف است ہیچ کس را بر آں سخن نیست و مرشدے است کامل۔ (سفینۃ الاولیاء)

سب سے بڑھ کر قابلِ استناد و افتخار حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہی دہلوی علیہ الرحمہ کا ارشاد ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہ ہو اسے کشف المحجوب کے مطالعہ کی برکت سے مرشد مل جائیگا۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں :۔

" می فرمودند کشف المحجوب از تصنیفِ شیخ ہجویری است قدس اللہ روحہ العزیز اگر کسے را پیرے نباشد چوں ایں کتاب مطالعہ کند او را پیر پیدا شد۔ (نظامی)

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی جلالتِ شان اور مرتبہ کی عظمت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ خواجہ خواجگان سلطان الہند حضرت سید معین الدین اجمیری اور حضرت بابا فریدالدین گنج شکر جیسے جلیل القدر بزرگوں کے علاوہ حضرت میاں میر قادری، حضرت حاجی نوشہ گنج بخش قادری بانی سلسلہ نوشاہیہ اور محدثِ کبیر حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری علیہ الرحمۃ نے آپ کے مزارِ مبارک پر معتکف رہ کر فیض پایا اور منازلِ سلوک و معرفت طے کیے۔ شہزادہ دارا شکوہ نے اپنی مشہور تصنیف سفینۃ الاولیا میں یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات بلاناغہ مزارِ داتا پر حاضری دے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت پوری فرما دیتا ہے۔ دارا شکوہ کے اصل الفاظ یہ ہیں :۔

" خلقے انبوہ ہر شبِ جمعہ بزیارتِ آں روضہ منورہ مشرف می گردید و مشہور است کہ ہر کہ چہل شبِ جمعہ یا چہل روز پیہم طوافِ روضہ شریفِ ایشاں بکند ہر حاجتے کہ داشتہ باشد یابد۔ (سفینۃ الاولیاء)"

اور وصال کے بعد اولیاء کرام کے فیوض و برکاتِ روحانی کا جاری رہنا کتاب و سنت سے ثابت و واضح ہے۔ حضرت امام شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ العزیز تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد وصال بیان کرتے ہوتے تصریح فرماتے ہیں :

دریں حالت تصرف در دنیا دادہ و استغراق — اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف

marfat.com
Marfat.com

آنہا بجہتِ کمال وسعتِ مدارکِ آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد

فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کی رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے سے مانع نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں :۔

از اولیاء مدفونین و دیگر صلحا مومنین انتفاع و استفادہ جاری است و آنہا افادہ اعانت نیز متصور (تفسیر عزیزی پارہ عم)

اولیاء کرام اور صالحین عظام کا فیض بعد وصال بھی جاری رہتا ہے اور ان کی روحانیت سے افادہ و اعانت متصور ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی اسی فیض رسانی خلق سے متاثر ہو کر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے مرقدِ داتا کو پیرِ سنجر کے لیے بمنزلہ حرم قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف بارگاہِ گنج بخش میں عرض کرتے ہیں ؎

سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم
مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم

بندہا ئے کوہسار آساں گسیخت
در زمینِ ہند تخمِ سجدہ ریخت

عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد
حق ز حرفِ او بلند آوازہ شد

پاسبانِ عزتِ اُمّ الکتاب
از نگاہش خانۂ باطل خراب

خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت

عاشق و ہم قاصدِ طیارِ عشق
از جبینش آشکار اسرارِ عشق

(۱) ان تمہیدی کلمات کے بعد مجھے نہایت اختصار کے ساتھ صرف دو باتوں کو بیان کرنا ہے۔ اول یہ کہ ولی کی تعریف کیا ہے اور ولایت کے اجزاء ترکیبی کی کیا کیفیت ہے دوم، پاک و ہند کے مشاہیر اولیاء کرام کا مسلک و مشرب کیا ہے۔ قرآنِ مجید میں بڑے اہتمام کے ساتھ اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ اولیاء اللہ کو نہ خوف ہے نہ غم، لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اس کے بعد ولی کے دو اہم اجزائے ترکیبی کے متعلق ارشاد ہے :۔

marfat.com
Marfat.com

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ — وہ جو ایمان لائے اور تقویٰ کو اختیار کیے ہوئے ہیں۔

گویا ایمان اور تقویٰ ولی کی دو لازمی شرطیں ہیں۔ ایمان تو یہ ہے کہ تمام ضروریاتِ دین کی دل سے تصدیق کیجائے اور زبان سے اقرار کیا جائے۔ اہلسنّت کا مسلک یہ ہے کہ ایمان صرف تصدیقِ قلبی کا نام ہے اور ایمان کمی و بیشی و قوت و ضعف کو قبول نہیں کرتا اور جن آیات و احادیث میں ایمان میں کمی و بیشی کا بیان ہے۔ دلائلِ شرعیہ کی روشنی میں اس کا مطلب صحیح یہ ہے کہ ایمان میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔ البتہ علامات، ثمرات اور متعلقاتِ ایمان میں کمی بیشی ہوتی ہے اور متعلقاتِ ایمان میں قوت و ضعف کی بنا پر ایمان کے جس درجے پر جو پہنچے گا اسی مرتبے کا مومن قرار پائے گا۔ اسی طرح تقویٰ کے بھی متعدد درجے ہیں۔ بندہ مومن تقویٰ کے جس درجہ پر فائز ہوگا اسی درجہ کا متقی قرار پائے گا۔ اسی بنار پر اولیار کرام کے بھی مختلف درجات و مقامات ہیں۔

تقویٰ کے معنیٰ پرہیزگاری کے ہیں۔ ناجائز اور خلافِ شرع امور سے بچنا۔ یہ عوام کا تقویٰ ہے اور شبہات سے بھی پرہیز کرنا، یہ خواص کا تقویٰ ہے اور ذاتِ باری کی طرف کامل و مکمل طور پر رجوع، مشاہدۂ حق میں استغراق اور ہر آن اور ہر لحظہ اللہ عزوجل کے جمال و جلال کا استحضار، یہ اخص الخواص کا تقویٰ ہے۔ تقویٰ کا یہی وہ اعلیٰ و ارفع درجہ ہے جسے کتاب و سنت میں احسان کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:۔

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ — ہاں جس نے اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا اور اس کے ساتھ احسان کا وصف اس میں ہوا تو اس کے رب کے پاس اس کے لیے خاص اجر ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:۔

وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ — اس سے اچھا دین میں کون ہو سکتا ہے جس

marfat.com
Marfat.com

وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ — نے اپنے کو خدا کے سپرد کر دیا اور ساتھ ہی وہ محسن یعنی صاحبِ احسان بھی ہے۔

ان دونوں آیتوں سے واضح ہوا کہ ایمان اور اسلام کے بعد احسان بھی ایک خاص دینی و قرآنی اصطلاح ہے اور احسان کی دولت پا لینے والا بندہ اللہ تعالیٰ کے خاص اجر کا مستحق ہو جاتا ہے۔ حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب احسان کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا :۔

الاحسانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ فَاِنْ لَمْ تَکُنْ تَرَاہُ فَاِنَّہٗ یَرَاکَ — احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی بندگی اس طرح کرو گویا کہ اس کو دیکھ رہے ہو کیونکہ اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو مگر وہ تو تم کو دیکھتا ہے

اگرچہ جمہور شارحین نے اس حدیث کا مطلب یہی لیا ہے کہ اس حدیث میں عبادت کے دو درجوں کا بیان ہے۔ ایک یہ کہ عبادت مشاہدہ حق کے ساتھ ہو۔ کانک تراہ اور مشاہدہ حق کے ساتھ عبادت عرفاء و اولیاءِ کاملین کا مقام ہے اور دوسرے یہ کہ عابد عبادت اس تصور کے ساتھ کرے کہ میں اللہ کے سامنے ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ فانہ یراک، اور یہ مقام ہے عام عبادت گزاروں کا، اس ترجمہ اور مطلب سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ احسان کا تعلق صرف نماز سے ہے اور مفہومِ حدیث اس قدر ہے کہ نماز پورے خضوع و خشوع سے پڑھی جائے لیکن علامہ نووی شارح مسلم اور علامہ سندی نے حواشی بخاری میں حدیث مذکور کا معنیٰ وہ لیا ہے جسے ہم نے ترجمہ میں اختیار کیا اور جس کی رو سے احسان کا تعلق صرف نماز ہی سے نہیں بلکہ انسان کی پوری زندگی سے قائم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث میں تعبُدُ کا لفظ آیا ہے جس کے معنیٰ مطلق عبادت اور بندگی کے ہیں۔ صرف نماز کے نہیں۔ نیز اس مضمون کی دیگر روایتوں میں تعبد کی جگہ تخشیٰ اور تعمل کے لفظ بھی آتے ہیں۔ حضور سیدعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

marfat.com
Marfat.com

اَنْ تَخْشَی اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہ الاحسان اَنْ تَعْمَلَ لِلّٰہِ کَاَنَّکَ تَرَاہ

کہ تم خدا سے اس طرح ڈرو گویا اسے دیکھ رہے ہو۔ احسان یہ ہے کہ تم ہر کام اللہ کے لیے اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

حضور سرورِ عالم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے یہ بات اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے کہ احسان کا تعلق صرف نماز ہی سے نہیں بلکہ بندہ کی پوری زندگی سے ہے اور احسان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت و بندگی اور شریعتِ اسلامیہ کی ہدایات پر عمل اس طرح کیا جائے اور اس یقین سے زندگی گزاری جائے کہ گویا خدا ہمارے سامنے ہے اور وہ ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے۔ جب بندہ احسان کی اس منزل کو پا لیتا ہے اور ہر لحظہ اور ہر آن اپنے خالق و مالک کے جلال و جمال کے حضور کی سعادت اسے حاصل ہو جاتی ہے۔ تو ایسا شخص ایمان و تقویٰ کے اعلیٰ مرتبہ پر اور ولایت و قطبیت کے ارفع درجہ پر فائز ہو جاتا ہے پھر احسان والے بندہ کی وہ شان ہوتی ہے جسے حدیثِ قدسی میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ نوافل کے ذریعے مجھ سے تقرب حاصل کرتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہو جاتا ہوں۔

کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَ یَدَہُ الَّذِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّذِیْ یَمْشِیْ بِھَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ (بخاری)

جس سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے۔ اب اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو اسے عطا فرما دیتا ہوں۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے مقدس بندوں کی عظمت و رفعت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ لَوْ اَقْسَمَ

تحقیق اللہ کے بندوں میں ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھا لیں تو اللہ

marfat.com
Marfat.com

عَلَی اللّٰہِ لَاَ بَرَّہٗ — ان کی قسم کو پورا فرما دیتا ہے۔

اور بزبان حضرت رومی قدس سرہ العزیز اس کی شان یہ ہوتی ہے ؎

اولیار ا ہست قدرت از الٰہ — تیر جستہ باز گردانند ز راہ

۱۔ الغرض ایمان، تقویٰ اور احسان، ولی کے اجزائے ترکیبی ہیں اور جو بندگانِ الٰہی ایمان وتقویٰ اور احسان کی دولت پا لیتے ہیں وہی اولیاء اللہ ہیں اور قرآن نے احسان والے بندوں کے لیے بھی تصریح کی ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی معیت وقربِ خاص کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ سورہ "نحل" میں ارشاد باری ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ — بیشک اللہ ان کے ساتھ ہے جو متقی ہیں اور محسن بھی ہیں۔

اور قربِ الٰہی اور معیتِ الٰہی ہی کمالِ انسانیت اور جوہرِ انسانیت ہے۔ جسے یہ حاصل ہو جائے وہ اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔

۲۔ تصوف یا طریقت، شریعتِ اسلامیہ محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ سے کوئی الگ چیز نہیں ہے بلکہ تصوف کی حقیقت بھی ایمان وتقویٰ اور احسان ہی ہے۔ تمام اولیاءِ کاملین اس بات پر متفق ہیں ؎

شریعت را مقدم دار اکنوں — طریقت از شریعت نیست بیروں

یعنی ہر جگہ اور مقام پر شریعت کو مقدم رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ طریقت شریعت محمدیہ سے باہر نہیں ہے۔ اہلسنت وجماعت کی کتب عقائد میں اور شیخ محقق عبدالحق محدثِ دہلوی قدس سرہ العزیز اشعۃ اللمعات شکوٰۃ میں فرماتے ہیں:۔

ولی کسے است کہ عارف باشد بذات و صفات حق بہر قدر طاقتِ بشری و مواظب باشد بر اتیانِ طاعت و ترکِ منہیات در لذات و شہوات و کامل باشد در تقویٰ

ولی وہی شخص ہو سکتا ہے جو بقدر طاقت بشری ذات و صفاتِ باری تعالیٰ کا عارف ہو۔ احکام شرع کا پابند ہو اور لذات و شہوات میں انہماک نہ رکھتا ہو اور

marfat.com
Marfat.com

واتباع برحسبِ تفاوت ومراتب آں   ورع وتقوٰی میں کامل ہو۔

(اشعۃ اللمعات ج ۴ صفحہ ۵۹۵)

اس لیے اطاعتِ خدا اور اتباعِ رسولؐ کے بغیر کوئی شخص ولایت کے مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتا۔ یہی اولیاء کاملین کا فیصلہ ہے اور حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے بھی کشف المحجوب میں جس بات کو طریقت کا محور و مرکز قرار دیا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے ؎

خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید   کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

چنانچہ اسلامی تصوف کی تمام اصطلاحات مثلاً توبہ، صبر، توکل، رجاء، خوف تقوٰی، فقر، محاسبہ، تزکیہ، اخلاص، امانت، خشیت سب قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں طریقت شریعت سے علیحدہ چیز نہیں ہے سید الطائفہ

(۱) حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں۔

"ایں راہ کسے باید کہ کتاب بردست راست گرفتہ باشد و سنتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم بردستِ چپ و در روشنائی ایں دو شمع مے رود تا نہ در مغاکِ شبہت افتد نہ در ظلمتِ بدعت"

(تذکرۃ الاولیاء) ۸

یہ راہ تو صرف وہی پا سکتا ہے جس کے دائیں ہاتھ میں قرآن اور بائیں ہاتھ میں سنتِ رسولؐ ہو اور وہ ان دو چراغوں کی روشنی میں راستہ طے کرے تاکہ نہ شبہے کے گڑھے میں گرے نہ بدعت کی تاریکی میں پھنسے۔

(۲) حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

رکن اوّل از شریعت کتاب است چنانکہ گفت   فیہ

محکمات ھن ام الکتاب، ودیگر سنّت است چنانچہ گفت

وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا

marfat.com

Marfat.com

وسوم اجماع امت چنانکہ رسول علیہ السلام گفت لا تجتمع اُمتی علی الضلالۃ علیکم بالسواد الاعظم۔

شریعت کا پہلا رکن کتاب اللہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قرآن میں آیات محکمات ہیں، جو اصل کتاب ہیں، دوسرا رکن سُنّت ہے جیسا کہ فرمایا، جو کچھ تمہیں رسُول عطا فرمائیں اس پر عمل کرو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ' اور تیسرا رکن اجماع امت ہے، چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی بڑے گروہ کے ساتھ رہو۔

(۳) حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

" اسے برادر تفاوت، مراتب، فقرار اگر امروز خواہی کہ دریابی بجانب شریعت او نگاہ کن کہ شریعت معیار است" (مکتوبات کلیمی مکتوب نمبر ۹۵)

اے بھائی اگر تم فقراء کے مدارج دیکھنا چاہتے ہو تو شریعت پر ان کے عمل سے ان کا اندازہ لگاؤ۔ کیونکہ اس بارے میں معیار شریعت ہی ہے۔

(۴) " حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

پیر چناں کہ باید کہ در احکام شریعت وطریقت وحقیقت عالم باشد وچوں ایں چنیں باشد او خود ہیچ نامشروع نہ فرماید" (فوائد الفوائد)

پیر ایسا ہونا چاہیے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا عالم ہو اگر وہ ایسا ہوگا تو خود کسی ناجائز امر کے بارے میں نہیں کہے گا۔

(۵) حضرت قطب ربانی، محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی سرداہ سلسلۂ عالیہ چشتیہ اشرفیہ فرماتے ہیں۔

" خارق عادات اگر از ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر گردد کرامت گویند واگر از مخالف شریعت صادر شود استدراج"

(لطائف اشرفیہ ۲۶)

marfat.com

Marfat.com

اگر خرقِ عادت دل سے ظاہر ہو جو اوصافِ ولایت سے موصوف ہو اس کو کرامت کہتے ہیں اور مخالف شریعت سے وہ چیز ظاہر ہو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

(۶) حضرت مولانا نور الدین جامی قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں۔

" اگر صد ہزار خرقِ عادت بر ایشاں ظاہر شود چوں نہ ظاہر ایشاں موافق احکامِ شریعت است نہ باطن ایشاں موافق آدابِ طریقت باشد آں از قبیل مکر و استدراج خواہد بود

" اگر صد ہزار خارقِ عادات ایسے شخص سے صادر ہوں، جس کا نہ ظاہر احکام شریعت کے مطابق ہو اور نہ باطن آدابِ طریقت کے موافق ہو (تو خارقِ عادات) مکر ہے۔ استدراج ہے کرامت نہیں ہے۔

۲ دوسری بات خصوصی طور پر بطور امرِ واقعہ مجھے عرض کرنی، وہ یہ ہے کہ پاک و ہند کے جس قدر اولیاء کرام مسندِ رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے ہیں اور جن کے ورع و تقویٰ غوثیت، قطبیت اور ولایت کو مسلمانوں کے تمام طبقات نے بلا اختلاف تسلیم کیا ہے ان میں سے ایک بھی ایسا نظر نہیں آتا جو مسائلِ فقہ میں ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کا مقلد اور پیرو نہ ہو۔ حضور غوث پاک سے لے کر حضرت حضور داتا گنج بخش تک تمام اولیاء امت مقلدین آئمہ اربعہ ہی کے دائرہ میں داخل ہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ یہ اولیاءِ کرام حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت محی الدین ابن عربی حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت داتا گنج بخش یہ وہ نفوسِ قدسیہ ہیں جو علم و فضل اور فقہ و اجتہاد کے آفتاب و مہتاب ہیں۔ رموزِ شریعت اور حقائقِ طریقت کے جامع اور ماہر ہیں۔ کتاب و سنت کے اسرار کے عارف ہیں۔ فقہی و اجتہادی بصیرت کے باوجود ان بزرگانِ ملت نے براہِ راست از خود کتاب و سنت سے مسائلِ فقہ کو اخذ کرنے کا ارادہ نہ فرمایا اور امور دعافیت و فلاح و ہدایت اسی میں سمجھی کہ مسائلِ

marfat.com
Marfat.com

فقہ میں حضراتِ ائمہ اربعہ امام شافعی، امام احمد بن حنبل امام مالک اور سراجِ امت امام اعظم ابوحنیفہ علیہم الرحمہ والرضوان کی تحقیقات پر عمل کیا جائے۔ چنانچہ ان اولیاءِ امت نے نہ صرف یہ کہ خود ائمہ اربعہ کی تقلید کی بلکہ اپنے قول و عمل سے مسلمانوں کو بھی حضرات ائمہ اربعہ کا دامن تھامے رہنے کی تلقین فرمائی۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ السامی کی جلالتِ علمی سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔ مگر باوجود وفورِ علم و فضل کے آپ حنفی المذہب ہیں۔ اور سیدنا سراج امت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کی تقلید پر آپ کو ناز اور فخر ہے۔ مجدد علیہ الرحمہ مکتوبات شریف میں فرماتے ہیں۔

۱۔ از علو شان امام بزرگ ترین این بزرگواراں امام اجل پیشوائے اکمل، ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چہ نویسد کہ اعلم واورع واتقائے مجتہدین است چہ شافعی و مالک و چہ احمد بن حنبل۔ امام شافعی می فرماید اَلْفُقَہَاءُ كُلُّهُمْ عِيَالُ أَبِي حَنِيْفَةَ۔

(مبدا و معاد صہ ۵۵)

بزرگ ائمہ کے بزرگ امام اجل پیشوائے اکمل امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عظیم الشان مرتبے کے بارے میں بھلا میں کیا لکھوں۔ جب کہ مجتہدین سے زیادہ علم والے اور زیادہ ورع و تقویٰ والے ہیں۔ خواہ وہ امام شافعی و امام مالک ہوں یا امام احمد بن حنبل۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ تمام فقہا ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔

۲۔ معلوم شد کہ کمالاتِ ولایت را موافقت بفقہ شافعی است و کمالاتِ نبوت را مناسبت بفقہ حنفی اگر فرضاً دریں امت پیغمبرے مبعوث می شد موافق فقہ حنفی عمل می کرد

(مکتوباتِ دفتر اول صہ ۲۸۲)

معلوم شد کہ کمالاتِ ولایت کو فقہ شافعی سے اور کمالاتِ نبوت کو فقہ حنفی سے مناسبت ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا تو وہ فقہ حنفی کے مطابق عمل کرتا۔

marfat.com
Marfat.com

۳۔ خواجہ محمد پارسا در فصول ستہ نوشتہ است کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از نزولِ بمذہب امام اعظم ابو حنیفہ عمل خواہد کرد یعنی اجتہاد حضرت روح اللہ موافق اجتہاد امام اعظم خواہد بود نہ آنکہ تقلیدِ ایں مذہب خواہد کرد کہ شانِ او علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام از آں بلند تر است کہ تقلید علماءِ امت فرماید

(مکتوب دفتر دوم ص۵۵)

۴۔ بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ می شود کہ نورانیت ایں مذہبِ حنفی بنظرِ کشفی در رنگِ دریائے عظیم می نماید و سائرِ مذاہب در رنگِ حیاض و جداول بنظر می در آید

۵۔ اما چہ کنم کہ دیگراں را باوجود وفورِ علم و کمالِ تقویٰ در جنبِ امام ابی حنیفہ در رنگِ طفلاں می یابم

۶۔ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ در فصولِ ستہ میفرماید و ہمچنیں بزرگی ایشاں را کافی است کہ پیغمبر اولوالعزم بمذہب او عمل نماید صد بزرگی دیگر را بایں بزرگی عدیل نمی تواں یافت (مبدا و معاد ص۵۵)

حضرت خواجہ محمد پارسا فصولِ ستہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام نزول کے بعد مذہبِ حنفی کے مطابق عمل کریں گے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد امام اعظم کے اجتہاد کے مطابق ہوگا۔ یہ نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حنفی مذہب کی تقلید کریں گے۔ کیونکہ ان کی شان اس سے کہیں بالاتر ہے کہ وہ علماء امت میں سے کسی کی تقلید کریں۔

بغیر تکلف کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کشف کی نظر سے اس مذہبِ حنفی کی نورانیت بہت بڑے دریا کی طرح دکھائی دیتی ہے اور باقی مذاہب حوضوں اور نہروں کی مانند نظر آتے ہیں۔

لیکن میں کیا کروں کہ دوسرے ائمہ مجتہدین کو وافر علم اور کمالِ تقویٰ کے باوجود امام ابوحنیفہ کے سامنے بچوں کی طرح پاتا ہوں۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ فصولِ ستہ میں فرماتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کے لیے یہی بزرگی کافی ہے کہ ایک اولوالعزم پیغمبران کے مذہب کے مطابق عمل کرے۔ دوسرے کی سو بزرگی اس کے برابر نہیں ہو سکتی۔

marfat.com
Marfat.com

یہی کیفیت حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کی ہے۔ آپ بھی دیگر اولیاء اللہ کی طرح حنفی المذہب ہیں اور مسائلِ فقہ میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے مقلد اور پیرو ہیں۔ امام اعظم سے آپ کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ کشف المحجوب میں جب آپ کا ذکر کرتے ہیں تو آپ کے نام کے ساتھ امامِ جہاں، مقتدائے خلقاں، شرفِ فقہاء، عزِ علماء، امامِ اماماں، مقتدائے سنیاں کے معزز و مکرم القاب سے یاد فرماتے ہیں اور کشف المحجوب میں آپ کی جلالتِ شان کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

عزِ علماء ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الخزار رضی اللہ عنہ وی را اندر عبادت و مجاہدت قدمی درست بود و در اصول این طریقت شانِ عظیم داشتند ص۱۳۳	علماء کی عزت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت الخزار رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت اور مجاہدہ میں ثابت قدم اور طریقت کے اصول میں شانِ عظیم رکھتے ہیں۔
امام اعظم را اندر ورع طرفِ بسیار است و مناقب مشہور بیش از آنکہ این کتاب حمل آں کند	امام اعظم ابو حنیفہ کا ورع و تقویٰ اور آپ کے مناقب اس کثرت سے منقول ہیں کہ ان سب کے بیان کی یہ کتاب متحمل نہیں۔

امام اعظم علیہ الرحمہ نے عبادت و ریاضت اور ذکر و فکر کے لیے جب خلقِ خدا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی کا ارادہ کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار خواب میں جلوہ فرما ہو کر حضرت امام کو اس ارادہ سے باز رہنے کا حکم دیا۔ حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں:

دیگر بار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب دید کہ وے را گفت یا ابو حنیفہ ترا زندہ گردانیدن سنتِ من کردہ اند قصدِ عزلت مکن (کشف المحجوب ص۱۳۴)	دوسری مرتبہ رسولِ کریم علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور نے فرمایا۔ ابو حنیفہ تمہیں میری سنت کو زندہ کرنے کے لیے

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے، کعبہ کا کعبہ دیکھو

marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوالحسن علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات

برِصغیر پاک و ہند کے اولیاء کرام سلطان الاولیاء حضرت مخدوم سید ابوالحسن علی ہجویری قدس سرالعزیز المعروف داتا گنج بخش کی ذاتِ گرامی ان عزیز الوجود رہنمایانِ شریعت و طریقت میں شمار ہوتی ہے جنھوں نے اپنی زندگی کو دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور حق کی نصرت و حمایت کے لیے وقف کیے رکھا۔

آپ نے اپنی پاکیزہ سیرت و کردار اور کتاب و سنّت پر مبنی تعلیمات سے ہزاروں بندگانِ خدا کے سینوں کو نورِ اسلام سے روشن و منور فرمایا اور اپنے روحانی فیوض و برکات سے ناقصوں کو کامل اور کاملوں کو رہنماؤں کے مرتبہ و مقام پر پہنچایا۔

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہٗ برِصغیر پاک و ہند کے اوّلین مبلّغینِ اسلام میں سے ہیں اور ان کا مزارِ گوہر بار ان کے فیضان کی وجہ سے عرصہ نو سو سال سے مرجع خواص و عوام چلا آرہا ہے اور ان کی کشف المحجوب اطراف و اکنافِ عالم میں شہرت و مقبولیت رکھتی ہے۔ ان کی تعلیمات و ارشاداتِ طالبانِ راہِ خدا کے لیے مرشدِ طریق کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہر مرتبہ و استعداد کے لوگ اپنی اپنی حیثیت اور ظرف کے مطابق ان سے مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔

• کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف ہے جو آپ نے جناب ابوسعید ہجویری رحمہ اللہ کی درخواست پر لکھی اور ان کے سوالات کی اساس پر یہ نورانی صحیفہ تیار ہوا۔ اس مبارک کتاب کی وجہ تسمیہ اور غایتِ تصنیف خود حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی ہے۔

"یہ جو میں نے کہا ہے کہ اس کتاب کو کشف المحجوب (پنہاں کو عیاں کرنے والی) کے نام سے موسوم کیا ہے، اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ کتاب کا نام ہی اس کے موضوع

marfat.com

Marfat.com

اور مطالب کو عیاں کرے اور اہلِ بصیرت اس کا نام سنتے ہی جان لیں کہ اس میں کیا ہے اور یہ واضح رہے کہ اولیاء اللہ اور عزیزانِ بارگاہِ خداوندی کے سوا تمام عالم (و عالمیاں) رموز و اسرارِ خداوندی کے حقائق کو سمجھنے سے محجوب و مستور ہیں، چونکہ یہ کتاب سیدھی راہ بتانے اور عارفانہ کلمات کی تشریح و توضیح اور بشریت کے حجاب رفع کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ لہٰذا اسے کسی اور نام سے موسوم کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

کشف المحجوب شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت کا ایک بیش بہا گنجینہ ہے اور اولیائے متقدمین کے حالاتِ بابرکات اور ان کی مقدس تعلیمات کا بہترین خزینہ ہے۔ فارسی زبان میں تصوف و احسان پر لکھی جانے والی یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور اسے ہر دور کے اولیاء اللہ اور صوفیاء کرام نے تصوّف کی بے مثل کتاب قرار دیا ہے۔ کشف المحجوب کاملین کے لیے رہنما ہے تو عوام کے لیے پیرِ کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ بلاشبہ اس کے مطالعہ سے دولتِ عرفان و ایقان حاصل ہوتی ہے اور شک و شبہات کی وادی میں بھٹکنے والے یقین کی دنیا میں آباد ہو جاتے ہیں اور اس کے بار بار مطالعہ سے حجابات اٹھ کر نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں۔ اس نادر و بے مثل کتاب کو جو مقبولیت و پذیرائی نصیب ہوئی وہ اس موضوع کی کسی اور فارسی میں لکھی جانے والی کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔ اکابر اولیاء اللہ نے کشف المحجوب سے روشنی حاصل کی ہے۔ چنانچہ شہزادہ محمد داراشکوہ (م ۱۰۶۹ھ) سفینۃ الاولیاء ص ۲۹ پر لکھتے ہیں:

" حضرت پیر علی ہجویری را تصانیف بسیار است اما کشف المحجوب مشہور و معروف است و ہیچ کس را براں سخن نیست و مرشدی است کامل، در کتب تصوف بخوبی آں در زبانِ فارسی کتابی تصنیف نہ شدہ۔

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی دہلوی قدس سرہٗ (م ۷۲۵ھ)

marfat.com
Marfat.com

کی نہایت اہم رائے ان کے ملفوظات "دُرر نظامی (خطی) مرتبہ شیخ علی محمود جاندار" میں لکھا ہے۔

" و می فرمودند کشف المحجوب از تصنیف علی ہجویری است قدس اللہ روحہ العزیز، اگر کسے پیرے نہ باشد، چوں ایں را مطالعہ کند او را پیدا شود..... من ایں کتاب را بہ تمام مطالعہ کردہ ام۔"

حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ نے کشف المحجوب میں فقر وغنا، معرفت وشریعت رضا، مقام، حال، ایثار، حقیقتِ نفس، مجاہدہ نفس، کرامت، معجزہ، فنا وبقا، تحقیقِ روح، توحید، حقیقتِ ایمان، توبہ، محبّتِ الٰہی، حقیقتِ عشق، جود وسخا، مشاہدہ الٰہی، غرضکہ تمام مسائلِ شریعت وطریقت کو نہایت جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے آگلی مجلس میں آپ کے چند ایسے ارشادات پیش کرنے مقصود ہیں جو اپنی اہمیت کے ساتھ ساتھ آسان بھی ہیں اور عام فہم بھی۔

نفس اور خواہشاتِ نفس

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں جب تک بندہ اس دنیا میں نفس اور خواہشاتِ نفس کے جنگل سے نہیں نکلتا معرفت سے سرفراز نہیں ہو سکتا۔

صوفی اور تصوّف

صوفی وہ ہے جو ایک ہاتھ میں قرآنِ مجید اور دوسرے ہاتھ میں سنّت لے۔ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمہ اس قول کی تائید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تصوّف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے یعنی ۱۔سخاوت حضرت ابراہیمؑ کی ۲۔ رضا حضرت اسماعیلؑ کی ۳۔صبر حضرت ایوبؑ کا ۴۔ ارشادات حضرت ذکریاؑ کے ۵۔غربت حضرت یحییٰؑ کی ۶۔ سیاحت حضرت عیسیٰؑ کی ۷۔ لباس حضرت موسیٰؑ کا ۸۔ فقر جناب فخر موجودات سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

marfat.com

Marfat.com

سُلطان الاصفیاء داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ " دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔ توبہ گناہ کو، جھوٹ رزق کو، غیبت عمل کو، غم عمر کو، صدقہ بلا کو، غُصّہ عقل کو، پشیمانی سخاوت کو، تکبّر علم کو، نیکی بدی کو اور عدل ظلم کو"

داتا صاحب فرماتے ہیں کہ " نفس کی موافقت باعثِ ہلاکت اور اس کی مخالفت وجہ نجات ہے۔"

علمِ دین سے بے خبری

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک بے علم مدعی فقیر نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے سیاہ پوشی کیوں اختیار فرمائی ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزیں چھوڑی ہیں۔ ۱۔ فقر ۲۔ علم ۳۔ شمشیر

شمشیر تو سلاطین نے لے لی مگر اس کے محل (اور موقع) پر اُسے استعمال نہ کیا۔ علم علماء نے اختیار کیا مگر اسے پڑھنے پڑھانے تک محدود کر دیا۔ فقر کو فقراء نے اختیار کر لیا مگر اُسے وسیلہ حصولِ مال بنا لیا۔ میں نے ان تینوں کے غم میں سیاہ پوشی اختیار کی ہے۔

کرامت

حضرت فرماتے ہیں ایک دفعہ میں نے دمشق کے درویشوں کے ساتھ ابن المعلا کی زیارت کے لیے جانے کا قصد کیا۔ یہ رملہ کے گاؤں میں رہتے تھے۔ راستے میں ہم نے آپس میں باتیں کیں کہ کچھ دل میں سوچ کر چلو تاکہ وہ حضرت ہمیں ہمارے باطن سے مطلع کریں اور ہماری مشکل حل ہو۔ میں نے دل میں سوچا کہ :-

- ★ مُناجات ابن حسین کے اشعار اُن سے سُنوں۔
- ★ دوسرے نے سوچا۔ مجھے طحال کا مرض ہے اس سے آرام آجائے۔
- ★ تیسرے نے کہا مجھے حلوہ صابونی ان سے لینا ہے۔

جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو انھوں نے کچھ کاغذ جن میں اشعار مُناجات

marfat.com
Marfat.com

ابنِ حسین لکھے ہوئے تھے میرے آگے رکھ دیئے اور دوسرے کے طحال پر ہاتھ پھیرا وہ جاتا رہا۔ تیسرے سے کہا۔ حلوہ صابونی سپاہیوں کی غذا ہے اور تو اولیا کا لباس رکھتا ہے اور اولیاء کے لباس والے کو سپاہیوں کا مطالبہ درست نہیں دو باتوں میں سے ایک بات اختیار کرنا بہتر ہے۔

توجہ الی اللہ

شیخ الشائخ حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ آپ بغداد کے ایک محلّہ میں سے گزرے۔ راستہ میں پیاس لگی۔ آپ نے ایک دروازے پر دستک دی اور پانی طلب کیا۔ ایک لڑکی اندر سے آئی اور پانی کا کوزہ ہمراہ لائی۔ آپ نے اس سے پانی لے کر پیا۔ آپ کی نظر اس پانی لانے والی لڑکی کے چہرے پر پڑی۔ دل اُس کے جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ جیسا کہ مثل مشہور ہے کُلّی بِکلِّک مشغول (میرا کل تیرے کل پر فدا ہے) آپ وہیں بیٹھ گئے۔ حتیٰ کہ صاحبِ خانہ آیا۔ آپ نے فرمایا۔

میاں میرا دل ایک گلاس پانی میں سخت مقید ہو گیا ہے۔ مجھے تیرے گھر والوں نے ایک گلاس پانی دے کر میرا دل لے لیا۔

صاحبِ خانہ نے عرض کی۔ حضور وہ میری لڑکی ہے۔ میں اسے آپ کے عقد میں پیش کرتا ہوں۔ حضرت مرتعش گھر کے اندر تشریف لے گئے اور عقد فرمایا۔ یہ صاحبِ خانہ بغداد کے متمول گھرانے میں سے تھا۔ اس نے حضرت مرتعش رحمۃ اللہ علیہ کو حمام میں بھیج کر پوشاکِ مکلّف سے آراستہ کیا اور خرقہ فقر اتار ڈالا۔ جو آپ کے زیبِ تن تھا۔ شب ہوئی تو حضرت مرتعش نماز میں مشغول ہو گئے اور خیال فرمایا کہ اپنے روزانہ کے اوراد سے فارغ ہو کر دلہن کی طرف ملتفت ہوں گا کہ یکلخت آپ نے باوازِ بلند فرمایا۔ ہاتوُ خرقتی " ہمارا خرقہ جلدی لاؤ" یہ سُن کر بیوی نے متعجب ہو کر عرض کیا کہ حضور کیا ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے خلوتِ راز سے ابھی آواز آئی کہ مرتعش جو پہلی نظر تو نے ہمارے سوا غیر پر ڈالی تھی اس کی سزا میں ہم نے تجھ سے لباسِ محبوبیت اُتار لیا ہے

marfat.com
Marfat.com

اب اگر دوسری نظر پھر ڈالی تو ہم لباسِ آشنائی بھی سلب کریں گے۔ گویا وہ لباس جس کے پہننے سے رضائے الٰہی مقصود ہو اور محبوبانِ الٰہی کے تتبع میں اسے پہننا ہو تو اپنے رب سے علاقہ رکھنے کے لیے ہمیشہ اس پر راضی رہنا ضروری ہے اور یہ استقامت نہایت مبارک و مسعود ہے۔

بئس الفقیر علی باب الامیر

حضرت شیخ علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت بیان فرمائی کہ ایک درویش کی ملاقات ایک بادشاہ سے ہوئی۔ بادشاہ نے کہا "کچھ مانگیے؟"

درویش نے کہا۔ "میں اپنے غلاموں سے کوئی حاجت روائی نہیں چاہتا"

بادشاہ نے کہا۔ "یہ کس طرح؟"

درویش نے جواب دیا "میرے دو غلام ہیں۔ اور دونوں تیرے مالک اور (آقا) ہیں۔ ایک حرصِ دنیا، دوسرا طولِ عمل یعنی اُمیدِ غیر متناہی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

الفقرُ عزٌّ لِاھلِہٖ

فقر اہلِ فقر کے لیے موجبِ عزت ہے

تین قسم کے لوگوں سے پرہیز کی ہدایت

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے تین قسم کے لوگوں سے دُور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے۔ غافل علماء سے جنہوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ، شریعت کو اپنے گھر کی لونڈی اور ظالم امراء کی بارگاہ کو محض جاہ و ثروت کی خاطر سجدہ گاہ بنالیا ہے۔ ریاکار فقراء سے جو فقط اغراض نفسانی کے لیے لوگوں سے جاہ و عزت کی طمع رکھتے ہیں اور جاہل متصوف سے جس نے نہ کسی مُرشد کی صحبت میں رہ کر تربیت پائی ہو نہ کسی اُستاد سے ادب سیکھا ہو۔

marfat.com
Marfat.com

حضرت صدیقِ اکبر کا مرتبہ و مقام

صحابہ کرام کے ذکر میں انہوں نے لکھا ہے کہ حضرت رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نمازِ شب میں قرآن آہستہ کیوں پڑھتے ہو تو انہوں نے عرض کی کہ میں جس کے سامنے مناجات کرتا ہوں وہ بہت اچھا سُننے والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ بلند آواز سے کیوں پڑھتے ہو تو انہوں نے کہا کہ میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو دُور کرتا ہوں۔ حضرت داتا صاحب کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق کا اشارہ مشاہدہ کی طرف تھا اور حضرت عمر کا مجاہدہ کی طرف۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجاہدہ کا مقام مشاہدہ کے مقابل ایسا ہے جیسا قطرہ سمندر کے مقابلے میں۔

حضرت داتا کی ایک کرامت

حضرت داتا صاحب قدس سرہٗ نے لاہور تشریف لاتے ہی اپنی فرودگاہ کے ساتھ ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کرائی۔ داراشکوہ سفینۃ الاولیاء میں لکھتے ہیں:-

" انھوں نے ایک مسجد تعمیر کرائی تھی جس کی محراب دیگر مساجد کی بہ نسبت جنوب کی طرف مائل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس وقت کے علمار جو لاہور میں موجود تھے، اس محراب کی سمت کے سلسلے میں حضرت شیخ پر معترض ہوئے۔ چنانچہ ایک روز حضرت نے ان سب علمار کو جمع کیا اور خود امامت کے فرائض انجام دیئے اور بعد ادائے نماز حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا۔ دیکھو کعبہ شریف کس سمت میں ہے؟ دیکھا تو حجابات اُٹھ گئے اور کعبہ شریف محراب کی سیدھ میں نمودار ہو گیا۔ ان کا مزار بھی ان کی مسجد کی سمت کے مطابق ہے۔"

marfat.com

Marfat.com

مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف (ٹرسٹ) لاہور پاکستان

اہلسنّت وجماعت کی قدیمی دینی درسگاہ ہے جو کہ شیخ المحدثین حضرت علامہ الحاج ابو محمد سید دیدار علی شاہ صاحب قادری رضوی فضل رحمانی محدث الوری قدس سرہ العزیز اور امام اہلسنّت استاذ العلماء حضرت علامہ ابو البرکات سید احمد صاحب قادری رضوی اشرفی مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظیم وجلیل یادگار ہے۔ اس دارالعلوم کے تعلیم یافتہ علماء وخطباء پاکستان اور بیرونِ پاکستان دینِ اسلام کی تبلیغ وتدریس میں مشغول ہیں۔ دارالعلوم میں تعلیم حاصل کرنے والے طلباء کی رہائش، خوراک اور کتابیں اور دیگر ضروریات مفت مہیا کی جاتی ہیں۔ نیز دارالعلوم کے شعبہ تبلیغ کی طرف سے دینی، مذہبی عنوانات پر مشتمل کتب اور کتابچے اور پوسٹر بھی شائع کیے جاتے ہیں جو ملک میں بغرض تبلیغ شائع ہوتے ہیں۔

دارالعلوم زکوٰۃ وخیرات وچرمِ قربانی کا بہترین مصرف ہے۔ آپ بھی دارالعلوم سے تعاون فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ دارالعلوم کو دیئے گئے عطیات قانونِ انکم ٹیکس کی دفعہ ۱۵۔ڈی کی ذیلی دفعہ (۱) کے تحت انکم ٹیکس سے مستثنیٰ ہوں گے۔ بحوالہ سینٹرل بورڈ ریونیو نوٹیفکیشن نمبر ۶۱ (K) SRO/۳ بمطابق لیٹر نمبر ۱۲/۴/ITP/(۶۰)۷۱-۶۷ N-C

نوٹ:- دارالعلوم کی طرف سے کوئی سفیر مقرر نہیں ہے۔ جملہ خط وکتابت اور بذریعہ منی آرڈر چندہ وچرمِ قربانی کی رقم مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال کر کے ثوابِ دارین حاصل کیجئے۔

سیّد محمود احمد رضوی
ناظم مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ، لاہور

marfat.com
Marfat.com

حضرت علامہ سیّد محمود احمد رضوی کی اہم دینی تالیفات

دین و مذہب و مسلکِ اہلسنّت وجماعت سے باخبر ہونا ہر سُنّی مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی کی مندرجہ ذیل تالیفات کا مطالعہ کیجیے۔ جو دینی، مذہبی اخلاقی، اصلاحی، فقہی، تفسیری اور تاریخی مضامین کا رُوح پرور، فکر انگیز ایمان افروز مجموعہ ہیں۔ اہم دینی موضوعات پر کتاب وسنّت اور فقہ حنفی کی روشنی میں لکھی گئیں یہ کتابیں آپ کی دینی، مذہبی، اخلاقی اور رُوحانی ضرورت کو پورا کرنے میں ممد ومعاون ہوں گی۔

ان کتابوں کے مطالعہ سے نہ صرف آپ کی دینی تشنگی دُور ہوگی بلکہ دین و مذہب سے متعلق ان اُلجھنوں کا ازالہ بھی ہو جائے گا۔ جن کے آپ خواہشمند ہیں۔ معاشرہ کی فلاح وصلاح اور اپنی زندگی کو دینِ اسلام کی ہدایات کے مطابق بنانے سنوارنے اور گزارنے کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ نہایت ضروری ہے ——— ضرورت اس امر کی ہے کہ دین کا درد رکھنے والے سُنّی مسلمان ان گرانقدر دینی کتب کو اپنے حلقہ کے علماء، خطباء و ائمہ مساجد اور اپنے احباب میں اشاعت فرما کر ثوابِ دارین حاصل کریں۔ بغرض تبلیغ ان کتابوں کی اشاعت فرمانے والے حضرات کو خصوصی رعایت دی جائے گی۔

نوٹ:۔ کتابوں کی یہ قیمتیں اپریل ۱۹۸۶ء کی ہیں۔ کاغذ کتابت وطباعت وغیرہ کی گرانی کی وجہ سے قیمتِ کتب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

فیوض الباری فی شرح صحیح البخاری

علامہ سیّد محمود احمد رضوی کی ایک عظیم تالیف، قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب صحیح البخاری کا مع عربی متن کے ترجمہ اور مکمل شرح جس کے متعلق مشاہیر علماء وفضلاء و ملک کے موقر جرائد واخبارات کا یہ فیصلہ ہے کہ اُردو زبان میں آج تک بخاری شریف کی ایسی جامع شرح اس سے قبل وجود میں نہیں آئی۔ اس عظیم کتاب کے مطالعہ سے آپ ہر معاملہ میں سنّتِ نبوی

marfat.com

Marfat.com

صلے اللہ علیہ وسلم سے رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔ (زیرِ طبع ہے)

دینِ مصطفےٰ عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق، معاشرت سے متعلق قرآن و حدیث اور فقہ حنفی کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کا قابلِ مطالعہ مجموعہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور زندگی میں پیش آنے والے نت نئے مسائل سے متعلق احکامِ شرعیہ کا بے نظیر گنجینہ، بچوں، جوانوں، مستورات، کالج و سکول کے طلبہ وطالبات کے لیے دینیات کی آسان اور عام فہم کتاب ایک ایسی کتاب جو زندگی کے ہر موڑ پر آپ کی رہنمائی کرے گی۔ اس کتاب میں حضور علیہ السلام وخلفائے راشدین و ازواجِ مطہرات کی مکمل سوانح حیات بھی درج ہے۔ کتابت وطباعت آفسٹ، کاغذ ولایتی، صفحات ۵۰۰ قیمت -/۵۴ روپے

روشنی حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ۴۹۴ احادیث کا مجموعہ، مع عربی متن اور عام فہم سلیس ترجمہ کے ساتھ۔ جو حضرات مختصر وقت میں ہدایاتِ نبوت سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے یہ مجموعہ ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوگا۔ علماء، خطباء، طلباء اور عام مسلمانوں اور مستورات کے لیے دینی معلومات کی ایک اہم اور مفید کتاب ہے۔ اس کتاب میں دین و مذہب، عقائد و عبادات اخلاق و معاشرت سے متعلق ایسی جامع احادیث جمع کر دی گئیں۔ جن کا فی زمانہ معاشرہ کی اصلاح و فلاح اور اپنی زندگی کو دینِ اسلام کی ہدایت کے مطابق بنانے سنوارنے اور گزارنے کے لیے آپ کے علم میں آنا نہایت ضروری ہے۔

کتابت آفسٹ صفحات ۳۰۴ قیمت ۳۶ روپے

بصیرت علامہ سید محمود احمد رضوی کے تحریر کردہ دینی، مذہبی، اخلاقی، اصلاحی، فقہی، تفسیری اور تاریخی مقالات کا روح پرور، فکر انگیز، ایمان افروز مجموعہ مختلف اہم موضوعات پر کتاب و سنت

marfat.com

Marfat.com

کی روشنی میں لکھے گئے مقالات کا یہ مجموعہ آپ کے دینی و مذہبی معلومات میں گرانقدر اضافہ کا باعث ہوگا۔ صفحات قیمت ۳۹ روپے

اسلامی تقریبات اس کتاب میں حج و زیارت، سوانح ابراہیمی، عید الضحٰے اور اس کے مسائل، ماہِ محرم کے مسائل و احکام، واقعہ کربلا، سیرت حسن و حسین، عید میلاد النبی، ماہِ رجب کے برکات، معراج نبوی، شعبان کے فضائل اور شبِ برات کے احکام، رمضان، مسائل، روزہ و تراویح، عید الفطر کے مسائل، لیلۃ القدر، یوم القرآن، قرآن کے فضائل، وحی کی حقیقت، غرضیکہ اسلامی تقریبات کو کتاب وسُنّت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور اس سلسلے میں خلفاء اربعہ سیدنا صدیقِ اکبر، فاروقِ اعظم، عثمانِ غنی و علی مرتضیٰ اور امام حسن و حسین، خدیجۃ الکبریٰ، ام المومنین عائشہ صدیقہ، سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ، حضور غوث پاک، مجدد الف ثانی ایسے مشاہیرِ اسلام و بزرگانِ دین کے فضائل و مناقب و سوانح حیات اور ان کے قومی و ملی کارناموں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ کتاب علماء و خطباء اور عام مسلمانوں کے مطالعہ کی چیز ہے۔

صفحات ۲۰۸۔ کتابت و طباعت آفسٹ قیمت ۲۱ روپے

جامع الصفات ایک مقبولِ عام، ایمان افروز، باطل سوز تالیف جس میں حضور سیّد عالم، نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و مناقب، معجزات و کرامات کو کتاب وسُنّت کی روشنی میں ایک اچھوتے اندازِ دلنواز سے پیش کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام اوّلین و آخرین کے کمالات کے جامع ہیں۔ صفحات قیمت ۱۸ روپے

خصائصِ مُصطفےٰ اس کتاب میں حضور سیّد المرسلین خاتم النبیین، سیّدِ عالم، نُورِ مجسم، احمدِ مجتبےٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنار کا

marfat.com

Marfat.com

حلیہ مبارک، سیرت وصورت، سرِاقدس سے لے کر قدمِ پاک تک کے خصائص، فضائل، برکات وحسنات، حضور کا حسین وجمیل سراپا مقدس، معتبر روایات و احادیث کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور حضور کے اعضاءِ کریمہ کے اوصافِ حمیدہ و معجزاتِ جمیلہ کی تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ یہ کتاب واعظین کے لیے سرمایہ، عاشقوں کے لیے سکونِ قلب ہے۔ ایک ایسی حسین وجمیل تالیف ہے جسے بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے اور جس کے مطالعہ سے ایمان تازہ اور حضور علیہ السلام کے جلال و جمال کی تصویر سامنے آجاتی ہے۔ صفحات قیمت ۱۵ روپے

مقامِ مصطفےٰ قرآنِ مجید کی ۱۸۶ آیات کی روشنی میں حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ احمدِ مجتبےٰ علیہ التحیۃ والثناء کی جلالتِ شان ومنصب ومقام کے بیان کا ایمان افروز باطل سوز مجموعہ

صفحات ۱۴۴، قیمت ۱۰ روپے

معراجِ نبوی حضور سید عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ معراج کا تذکرہ ہے۔ کتاب وسنت کی روشنی میں معراج کے اسرار و معارف اور اس کے مختلف پہلوؤں، معراج جسمانی وروحانی اور حضور کے مرتبہ و مقام کی بلندی کا روح پرور بیان ہے۔ معراج نبوی کے موضوع پر بہت کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن علماء کا فیصلہ یہ ہے کہ اس موضوع پر یہ ایک ایسی ایمان افروز کتاب ہے جس کی نظیر نہیں ملتی۔ صفحات قیمت ۸ روپے

روحِ ایمان حضور سرورِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام اور آپ کے فضائل ومناقب کو کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں حضور کی ذاتِ اقدس سے متعلق تمام امور کو مدلل طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ صفحات قیمت ۱۸ روپے

marfat.com
Marfat.com

شانِ صحابہ اس کتاب میں صحابہ کرام، خلفاء اربعہ صدیق اکبر، فاروق اعظم عثمانِ غنی، علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و مراتب، مرتبہ و مقام کو قرآن و حدیث اور فریقین کی معتبر مذہبی و تاریخی کتب کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور صحابہ کرام کے مخلص مؤمن مسلمان ہونے کے متعلق مدلّل بحث کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں صحابہ کرام و خلفاء ثلاثہ پر جس قدر اعتراضات کیے جاتے اور الزامات لگائے جاتے ہیں۔ ان سب کا مدلل و مفصل جواب دیا گیا ہے۔

صفحات قیمت ۳۰ روپے

المباح والمحظور کھانے، پینے، رہنے سہنے، غرضیکہ تمدن و تہذیب و اخلاق و معاشرت اور اعمال سے متعلق احکامِ اسلامیہ و مسائل شرعیہ کا لاجواب مجموعہ، ہر بات کتاب و سنّت و فقہ حنفی کے حوالوں سے مزیّن - علامہ رضوی کی معرکۃ الآرا تصنیف، ہر مسلمان کے مطالعہ کی چیز۔

(زیر طبع ہے)

مسائلِ نماز اس کتاب میں وضور، غسل، اذان، اقامت، نماز کے فرائض، مسافر کی نماز، جمعہ، اس کے مسائل، جمعہ کی شرائط، دیہات میں جمعہ جائز ہے یا نہیں، واجبات، مفسدات، مکروہات، نمازِ مریض، غرضیکہ نماز کے متعلق بہت ہی اہم احکام و مسائل آسان اُردو زبان میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب امامانِ مساجد اور عام مسلمانوں کے مطالعہ کی چیز ہے۔

قیمت ۱۵ روپے

سیّدی ابوالبرکات امام اہلسنّت استاذ العلماء حضرت علامہ ابوالبرکات سیّد احمد صاحب قدس سرہ العزیز بانی دارالعلوم حزب الاحناف کی سوانح حیات، آپ کے مختصر ملفوظات، آپ کے دینی و

marfat.com

Marfat.com

لی کارناموں کا بیان، اس ضمن میں متعدد اہم تاریخی واقعات اور اہلسنت کے مشاہیر علماً
ومشائخ کا تذکرہ قیمت ۱۷ روپے

بیعتِ رضوان اس کتاب میں بیعتِ رضوان کا واقعہ اور آیتِ قرآنیہ لقد رضی اللہ عن المومنین
اذیبا یعونك تحت الشجرہ کی مکمل تفسیر اور اس کے نکات کا بیان ہے
اور ان آیاتِ قرآنیہ کی صحیح تفسیر پیش کی گئی ہے جنہیں صحابہ کرام خصوصاً خلفاً
ثلاثہ کے خلاف پیش کیا جاتا ہے۔ قیمت ۵ روپے

رضوی گوجروی مکالمہ اس کتاب میں ایمانِ صحابہ و عدالتِ صحابہ کے عنوان پر علامہ رضوی اور مشہور شیعہ
مبلغ اسماعیل گوجروی کے درمیان نہایت ہی دلچسپ مکالمہ کی روئداد درج ہے
اور صحابہ کرام پر اعتراضات کا مدلل بیان ہے۔ قیمت ۵ روپے

حضور کی نمازِ جنازہ جس میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ حضور کی نمازِ جنازہ میں تمام صحابہ کرام نے شرکت کی اور آخر میں وفاتِ
نبوی کا مختصر تذکرہ اور الزامات کے جواب درج ہیں۔ قیمت ایک روپیہ

باغِ فدک مسئلہ فدک کے متعلق نہایت مدلل اور لاجواب کتاب، اس کتاب میں صحابہ کرام اور خصوصاً امیرالمومنین سیدنا
صدیقِ اکبر پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں۔ان کا مکمل جواب درج ہے۔
قیمت۔ ۶ روپے

نیاز کیش
سید مصطفیٰ اشرف رضوی فون نمبر:۔ ۳۲۳۵۶۳

ملنے کا پتہ:۔ مکتبہ رضوان۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور

کدھالہ آزاد کشمیر
marfat.com
Marfat.com

مکتبۂ رضوان

تمام عُلمائِ اہلسُنّت کی تصانیف

پاک وہند کے تمام علمائِ اہلسنّت کی تصانیف درسِ نظامی کی کتابیں، قرآنِ مجید ہر قسم، کنزالایمان ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اور تفسیر حضرت مولینا نعیم الدین صاحب مرادآبادی علیہ الرحمۃ غرضیکہ ہر موضوع پر مشتمل کتب بازار سے بارعایت خریدنے کے لیے مکتبۂ رضوان گنج بخش روڈ لاہور کو یاد رکھیے۔

مکتبۂ رضوان گنج بخش روڈ لاہور